معارفِ رضا

شمارہ: ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، پاکستان

معارفِ رضا

سیزدہم ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء

بانی: سیّد محمد ریاست علی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ

مجلسِ ادارت

مدیرِ اعلیٰ: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

معاون مدیرِ اعلیٰ

صاحبزادہ وجاہت رسول قادری

مدیر: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

نائب مدیر السید زاہد سراج القادری

مجلسِ مشاورت

علامہ شمس الحسن شمس بریلوی

پروفیسر حافظ عبد الباری صدیقی

الحاج شفیع محمد قادری

منظور حسین جیلانی

ناشر

المختار پبلی کیشنز

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی

۲۵، جاپان مینشن، رضا چوکِ (ریگل) صدر۔ کراچی ۷۴۴۰۰

فون: ۷۷۲۵۱۵۰ پوسٹ بکس ۴۸۹ ٹیلیگرام: "المختار" اسلامی جمہوریہ پاکستان

Digitized by

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا

www.imamahmadraza.net

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام رسالہ	معارف رضا
شمارہ	سیزدھم ۱۹۹۳ء / ۱۴۱۴ھ
اشاعت اول	ایک ہزار
کمپوزنگ	کمپیکٹ سروسز بمبئی ہوٹل، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی
ناشر	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی
قیمت	(۱) آفسٹ پیپر ---- ۷۰ روپے (۲) نیوز پیپر ---- ۴۰ روپے

ملنے کے پتے

۱۔ المختار پبلی کیشنز، جاپان منشن، رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی فون ۷۷۲۵۱۵۰

۲۔ شہزاد پبلی کیشنز B/277 گل گشت کالونی، ملتان

۳۔ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور

۴۔ مکتبہ رضویہ آرام باغ، کراچی

Digitized by

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا

www.imamahmadraza.net

مشمولات

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ ١ ٥

سورة فاتحه مڪي آهي، هن ۾ ست آيتون ۽ هڪ رڪوع آهي.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الله نهايت مهربان ٻاجهاري جي نالي سان (شروع)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝١ الرَّحْمٰنِ

سڀ خوبيون الله جي لاءِ آهن جيڪو ساري جهانن جو پالڻهار، نهايت

الرَّحِيْمِ ۝٢ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝٣ اِيَّاكَ

مهربان ٻاجهارو، جزا جي ڏينهن جو مالڪ آهي، اسان توهنجي ئي

نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝٤ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ

عبادت ڪريون ۽ توکان ئي مدد گهرون . اسان کي سڌي رستي تي

الْمُسْتَقِيْمَ ۝٥ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

هلاءِ . انهن جو رستو جن تي تو احسان ڪيو

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝٧

نه (انهن جو) جن تي غضب ٿيو ۽ نه گمراهن جو.

نوٹ:۔ (کنزالایمان سندھی ترجمہ) مترجم علامہ مفتی محمد رحیم سکندری، جامعہ راشدیہ، پیر جو گوٹھ (سندھ)

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net
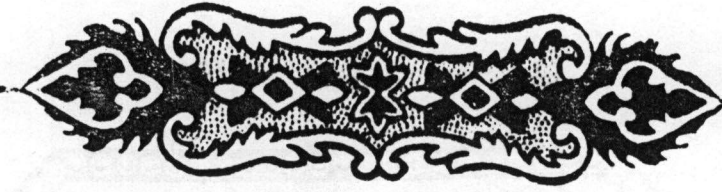
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعت رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

از حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمتہ

اے شافع تر د امناں وے چارۂ درد نہاں جان و دل و روح و رواں یعنی شہ عرش آستاں

اے مسندت عرش بریں وے خادمت روح امین مہر فلک ماہ زمیں شاہ جہاں زیب جناں

اے مرہم زخم جگر یا قوت لب والا گہر غیرت وہ شمس و قمر رشک گل وجان جہاں

اے جان من جانان من ہم درد ہم درمان من دین من و ایمان من امن من و امان امتاں

اے مقتدا شمع ہدیٰ نور خدا ظلمت زوا مہرت فدا ماہت گدا نورت جدا ازاین و آں

عین کرم زین حرم ماہ قدم انجم خدم والا حشم عالی ہمم زیر قدم صد لامکاں

آئینہ ہا حیران تو شمس و قمر جویان تو سیارہا قربان تو شمعت فدا پروانہ ساں

گل مست شد از بوئے تو بلبل فدائے روئے تو سنبل نثار موئے تو طوطی بیادت نغمہ خواں

باد صبا جویان تو باغ خدا از آن تو بالا بلا گردان تو شاخ چمن سرو چماں

یعقوب گریانت شدہ ایوب حیرانت شدہ صالح حدی خوانت شدہ اے یکہ تاز لامکاں

خضرت گویاں العطش موسیٰ بایمن گشتہ غش یعقوب شد بینائیش در یادت اے جان جہاں

در ہجر تو سوزاں دلم پارہ جگر از رنج و غم صد داغ سینہ ازالم در چشم دل دریا رواں

بہر ا مرہم بنہ از کار من بکشا گرہ فریادرس دادے بدہ دستے بما افتادگاں

مولیٰ زپا افتادہ ام دارم شہا چشم کرم مہر عرب ماہ عجم رحمے بحال بندگاں

شکر بدہ گویک سخن تلخ است بر من جان مَن بار نقاب از رخ فگن بہر رضائے خستہ جاں

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net
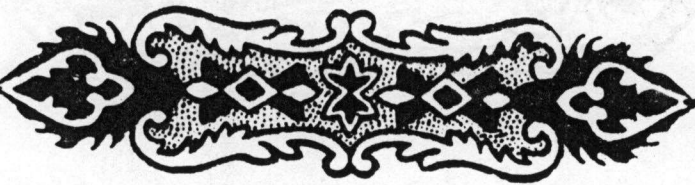
منقبت رضوی

مفتی جان محمد خاں عیش فیروز پوری (شاگرد رشید جناب شمس لکھنوی)

بحوالہ دبدبہ سکندری جلد ۵۸ شمارہ ۱۲ جون ۱۹۲۲ء

شاعر معجز بیاں احمد رضا — چل بسے سوئے جناں احمد رضا

آپ کے مانند مضمون آفریں — نعت گوئی میں کہاں احمد رضا

ہائے و رطب اللسانی مزے — ہائے وہ شیریں بیاں احمد رضا

آج پابند شریعت اٹھ گیا — پیر و پیغمبراں احمد رضا

آسمان علم و فضل ودین پناہ — ہوگئے ہم سے نہاں احمد رضا

اٹھ گیا دنیائے دوں سے اٹھ گیا — جانشین مرسلاں احمد رضا

کون ہے قائل نہیں جو آپ کا — مانتا ہے اک اک جہاں احمد رضا

ہم کو کس پر چھوڑ کر تم چل بسے — حضرت جنت مکاں احمد رضا

خوف سے ہر وقت لرزہ میں رہی — تجھ سے جان بدگمان احمد رضا

ہے عرب سے تا عجم شہرا ترا — تجھ سے واقف کل جہاں احمد رضا

پینے والے تھے مئے عرفان کے ہم — اور تھا پیر مغان احمد رضا

دیکھنے کے واسطے نکلے ہیں آج — تیری جلوہ بینریاں احمد رضا

لے گیا ہے شوق ان کو سوئے دوست — اب بریلی میں کہاں احمد رضا

راہ حق جس نے بتائی مدتوں — آج ہے ہم سے نہاں احمد رضا

حق بجانب تھا جو کچھ فرماگئے — خاص تھے حق کی زباں احمد رضا

از پئے اعدائے دین مصطفےٰ — تیز تھے مثل سنان احمد رضا

نام کیا پیارا ہے اے صلی علیٰ — کیوں نہ ہو ورد زباں احمد رضا

ذرے کو خورشید سے نسبت ہی کیا — مجھ سے اور تیرا بیاں احمد رضا

حاجی ومفتی وحافظ خضر راہ — دوستدار مرسلاں احمد رضا

مر رہے ہیں سینکڑوں مشتاق دید — ہو ذرا جلوہ کناں احمد رضا

پھرتا ہے مشتاق آنکھوں میں میری — تیری محفل کا سماں احمد رضا

حق کے پیارے تم نبی کے لاڈلے — تم سے خوش نوری یہاں احمد رضا

عیس صاحب روک لو اپنا قلم — تم کہاں ہو اور کہاں احمد رضا

میں وظیفے میں پڑھا کرتا ہوں عیش — مرشدی جنت مکان احمد رضا

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

زربکف، گل پیرھن، رنگیں قبا آتش بجام
ایک قطرہ سو طرح سے سرخرو ہوکر اٹھا

الحمد للہ حسب سابق خوبصورت مقالات کا گلدستہ معارف رضا ۱۹۹۳ء کے پیکر میں قارئین کرام کے علمی استفادہ کے لئے حاضر ہے۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کو یہ سعادت حاصل ہے کہ گذشتہ تیرہ ۱۳ سال سے مسلسل اسلام کے بطل جلیل امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات و افکار، دینی و علمی کارناموں اور ملی و سیاسی خدمات پر ملکی و غیر ملکی علماء، دانشور اور محققین کی نگارشات کو "معارف رضا" کی مجلدات میں پیش کررہا ہے، کسی ایک شخصیت پر شائع ہونے والا غالبا دنیا کا واحد مجلّہ ہے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اس وارث علوم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت و افکار پر جتنی تیز رفتاری سے تحقیق و تحریر اور تصنیف و تالیف کا کام آگے بڑھ رہا ہے اس سے زیادہ رفتار سے ان کی ہمہ جہت شخصیت اور علمی وجاہت کے نئے نئے زاویے محققین اور اہل علم کے سامنے آرہے ہیں، اور اہل علم و فن حیران و ششدر ہیں کہ یہ کیسی شخصیت ہے جس کے علم کی انتہا کا اب تک کوئی سراغ نہ مل سکا؟ علوم ظاہری و باطنی کا یہ کیسا غواص ہے کہ جس کسی نے بھی اپنے اپنے ظرف و استعداد کے اعتبار سے جس گوہر علم کے حصول کی التجا کی اس نے وہ ہی ان کی گود میں ڈال دیئے؟

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

○ سچ پوچھیئے تو امام احمد رضا' علوم ظاہری و باطنی کا ایک ایسا سنگم ہے جہاں پر تشنہ لب کو سیرابی و آسودگی کی دولت ملتی ہے۔ یہ ایک ایسا کیمیاگر ہے جس کی نگاہ کیمیاگر نے لاکھوں گم گشتگان رہ کو جادۂ حق سے ہمکنار کیا' جس کے علم میں امام اعظم کی فکر' امام رازی کی حکمت' شیخ اکبر کی نگاہ حقیقت شناس' امام غزالی کا روشن دماغ' اور مولانائے روم کا سوزوگداز پنہاں ہے۔ جس کی نوک قلم نے عظمت الٰہی' ناموس رسالت' طہارت اہلبیت و آل بیت اور عزت و عظمت صحابہ و اولیاء کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا ہے۔ جس نے اسلاف کرام کے دینی ورثہ اور ان کے عقائد و تعلیمات کے تحفظ کے لئے اپنی بے نیام شمشیر قلم کو اپنے دور کے "رشدیوں" اور "مسیلمہ کذابوں" کے نجس عزائم کا سر قلم کرنے کے لئے ہر وقت تیار و سربلند رکھا' اقصائے عالم میں علم و عرفان کی دنیا آباد کی اور مسلمانوں کے دلوں میں چراغ مصطفوی کی لو تیز تر کرکے شرار بولہبی کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا' بقول ماہر رضویات' پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ "کہ اس عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی وسعت اور ہمہ گیریت کا اعجاز یہ ہے کہ جب بھی ہم ایک طویل سفر طے کرکے امام احمد رضا کی فکر و علم پر شروع کئے جانے والے تحقیقی اور تصنیفی کاموں کا جائزہ لیتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی ان کے بحر محیط علم کے ساحل ہی پر کھڑے ہیں۔

○ بہر حال اللہ رب العزت کا احسان ہے کہ ہم نے "معارف رضا" کے ذریعہ گذشتہ تیرہ ۱۳ سالوں میں علم کے اس کوہ گراں' امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ' السامی کے علمی قدو قامت کو دنیائے شرق و غرب کے علماء اور ارباب دانش میں بدرجہ احسن متعارف کرنے کے سعی بلیغ کی ہے اور اس موضوع پر اردو' انگریزی اور عربی زبانوں میں معتدبہ مستند و معتبر لٹریچر فراہم کیا ہے۔

○ قارئین کرام! "معارف رضا" ۱۹۹۳ء کے اس شمارہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ پہلی بار اردو اور انگریزی کے علاوہ عربی زبان میں بھی مقالہ پیش کیا جارہا ہے' دوسری خصوصیت یہ ہے کہ چند اہم ترین مقالات' معارف رضا کے سابقہ شماروں سے انتخاب کرکے دوبارہ پیش کئے جارہے ہیں' جو درج ذیل ہیں:۔

(۱) امام احمد رضا' چند واقعات و روایات

مؤلفہ مشہور نقاد و ادیب ڈاکٹر محمد ایوب قادری بدایونی مرحوم

(۲) اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان کی اردو نعتیہ شاعری

از پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان' سابق صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی' حیدرآباد' پاکستان

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

(۳) الاستاذ احمد رضا بین الفقہاء والاصولین

از جسٹس مفتی ڈاکٹر سید شجاعت علی قادری مرحوم

سابق جج وفاقی شرعی عدالت و رکن اسلامی نظریاتی کونسل' پاکستان

(۴) فاضل بریلوی کے معاشی نکات۔

مرتبہ پروفیسر رفیع اللہ صدیقی' چیئرمین بورڈ آف سکنڈری ایجوکیشن حیدر آباد سندھ پاکستان

(۵) مولانا احمد رضا خان کا قصیدہ معراجیہ

تحریر مرزا نظام الدین بیگ جامؔ بنارسی' سابق ڈپٹی ڈائریکٹر مخطوطات قومی عجائب گھر کراچی۔

○ استاذ العلماء علامہ ابن علامہ مولانا مفتی محمد نقی علی خان صاحب قدس اللہ سرہ العزیز' والد ماجد امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ اپنے وقت کے جلیل القدر عالم' فقیہ بے مثل' عظیم مصنف' عارف باللہ اور ولی کامل تھے' علماء فرماتے ہیں ذکاوت و ذہانت فراست و فطانت کے اعتبار سے وہ اپنے دور کے امام احمد رضا تھے۔ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری' جنرل سکریٹری ادارہ تحقیقات امام احمد رضا نے ان کی حیات و کارناموں پر ایک مقالہ سپرد قلم کیا ہے جو معارف رضا ۱۹۹۳ء کی زینت ہے

○ "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" امام احمد رضا محدث بریلوی کے مشہور زمانہ سلام کا وہ مشہور مصرعہ اول ہے جس کو سن کر ایک مومن وجد کرنے لگتا ہے اور اس کے قلب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔ اس سلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ہر مصرعہ میں کسی نہ کسی ایسی قرآنی آیت' حدیث نبوی یا آثار صحابہؓ کا ذکر یا اشارہ ملتا ہے' جس سے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و شمائل کا اظہار ہو رہا ہو' اس مشہور زمانہ سلام میں کل ایک سو چوسٹھ اشعار ہیں' اب تک کسی صاحب ذوق عالم نے اس کی مکمل شرح نہیں لکھی' بقول استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث والتفسیر علامہ نصر اللہ خان الافغانی دامت برکاتہم العالیہ "کہ "سلام رضا کے ہر شعر پر ایک کتاب لکھی جاسکتی ہے"۔ علامہ مفتی محمد خان قادری صاحب' شیخ الجامعہ جامعۃ الاسلامیہ لاہور' قابل مبارکباد ہیں کہ انہوں نے اس پورے سلام کی شرح مکمل کرلی ہے جو تقریباً ۴۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ادارہ' ماہنامہ "جہان رضا" لاہور (جاری کردہ مرکزی مجلس رضا لاہور) کے شکریہ کے ساتھ چند اشعار کی شرح نموتاً" پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہے۔

○ "امام احمد رضا اور اردو ادب" یہ عنوان ہے فاضل مقالہ نگار پروفیسر ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی صاحب استاذ شعبہ اردو بہار یونیورسٹی' مظفر پور بھارت' کا۔ ڈاکٹر صدیقی صاحب نے ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی نے اپنی نثر و نظم سے اردو ادب میں گرانقدر سرمایہ کا اضافہ کیا ہے' اردو نثر کو نیا اسلوب' نگارش' جدت فکر' نئے الفاظ و محاورت سے نوازا ہے اور اردو نظم کے دامن کو

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

صنف حمد و نعت اور منقبت کے نئے اندازھائے سخن' تشبیہ و استعارات' قوافی و ردیف اور بحروزمین کے گلدستوں سے مزین کیا ہے۔

○ پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد طفیل صاحب بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں ادارہ تحقیقات اسلامی کے فاضل ڈائریکٹر ہیں۔ آپ فقہ اسلامی' علم حدیث اور عربی زبان و ادب پر گہری نظر رکھتے ہیں آپ نے امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۲ء اسلام آباد میں "حدیث نبوی' فتاویٰ رضویہ کا بنیادی ماخذ" کے عنوان پر ایک مبسوط مقالہ پیش کیا تھا۔ اس مقالہ میں ڈاکٹر صاحب نے علم حدیث اور اصول علم حدیث پر امام احمد رضا کی حیرت انگیز دسترس کی جھلکیاں دکھائی ہیں' ان کا مقالہ ایک طرف ان لوگوں کے لئے دعوت فکر و مطالعہ ہے جو امام احمد رضا کی تصانیف' خصوصاً" فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ کے بغیر بزعم خویش یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ امام احمد رضا علم حدیث میں قلیل البداعہ تھے اور دوسری طرف ان لوگوں کے لئے تحریک و تشویق ہے جو اس عبقری امام کے تبحر علمی پر علم حدیث کے حوالے سے تحقیق و تصنیف کا کام کرنا چاہتے ہیں۔

○ علامہ مفتی محمد مکرم احمد صاحب دہلوی' شاہی خطیب و امام مسجد فتح پوری' دھلی' نے تین سال قبل اپنے ایک پر مغز اور تحقیقی مقالہ میں فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ رشیدیہ کا ایک علمی جائزہ پیش کیا تھا جس کو ادارہ نے کتابی شکل میں شائع کیا تھا' مقالہ کے معیار اور موضوع کی اہمیت کے پیش نظریہ محسوس کیا گیا کہ فقہ اسلامی کے طلباء اور تاریخ فقہ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے "معارف رضا" کے صفحات میں بھی اس مقالہ کو جگہ دینی چاہئے تاکہ زیادہ سے زیادہ اہل علم حقیقت حال سے باخبر ہوسکیں۔ اصل مقالہ تقریباً" سو ۱۰۰ صفحات پر مشتمل ہے' قارئین کرام کی سہولت اور معارف رضا کے صفحات کی گنجائش کے اعتبار سے اس کی تلخیص شائع کی جارہی ہے۔

○ علامہ مفتی شبیر حسن رضوی صاحب' شیخ الحدیث الجامعتہ الاسلامیہ' روناھی' بھارت نے اپنے مقالہ "امام احمد رضا اور علوم عقلیہ" میں محدث بریلوی کی تصانیف کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ وہ علوم نقلیہ اور عقلیہ میں یکساں دسترس رکھتے تھے اور دیگر سائنسی علوم میں اختصاص کی حد تک ان کو عبور حاصل تھا۔

○ مولانا مفتی عنایت احمد نجمی صاحب بانی الجامعتہ الغوثیہ عربی کالج اترولہ بھارت' نے اپنے بسیط مقالہ "امام احمد رضا کا فلاسفہ سے اختلاف اور ان کے نظریات پر تنقید" میں واضح کیا ہے کہ امام موصوف فلسفہ قدیمہ وجدیدہ دونوں کے امام ہیں' اور علم کی اس فرع پر ان کا مطالعہ کس قدر وسیع اور اس کی جزئیات پر ان کی گرفت کس قدر مضبوط ہے۔

○ علوم عقلیہ فلسفہ وہیئت و ریاضی پر امام احمد رضا کے کمال مہارت کے حوالے سے ایک اور

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

اہم اور فکر انگیز مقالہ ' برصغیر پاک و ہند کے مشہور ماہر فلسفہ و ریاضی اور ہیئت علامہ شبیر احمد غوری صاحب ' سابق رجسٹرار عربی و فارسی سررشتہ تعلیم اترپردیش مقیم علی گڑھ ' کی تحریر ہے جس کا عنوان ہے "ریاضی و ہیئت کا آخری دانائے راز ---- "مولانا احمد رضا' خان بریلوی" اس مقالہ کا عنوان ہی فاضل مقالہ نگار کا موضوع سے بے انتہا دلچسپی اور شغف کا آئینہ دار ہے۔ علامہ صاحب نے اس مقالہ میں دلیل و برہان سے ثابت کیا ہے کہ اسلامیان ہند کے دور ابتلاء و انحطاط میں جبکہ مسلمان من حیث القوم سیاسی اور معاشی انحطاط کے ساتھ ساتھ علمی انحطاط کا بھی شکار تھے ' امام احمد رضا خان منفرد عالم تھے جنہوں نے اسلاف کرام ' عباقرۂ روزگار کے شاندار علمی ورثہ کو نہ صرف سنبھال کر رکھا اور اس کی حفاظت کی بلکہ اپنی جدّت پسندی ' عبقریت ' جودت طبع ' حرکی فکر اور خداداد ذہانت و صلاحیت کی بناء پر اس ورثہ میں گرانقدر اضافہ بھی کیا ' فلسفہ ' ریاضی اور ہیئت کے لاینحل مسائل کا حل پیش کیا ' نئے قوانین و اصول وضع کئے ' مستقبل کے لئے تحقیق و تدقیق کی راہیں کھولیں اور راستہ کی سمتوں کا تعین کیا۔

○ "معارف رضا" کی روایت ہے کہ ہر سال اعلیٰ حضرت کے کسی ایک خلیفہ مجاز کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اس بار امام احمد رضا کے خلیفہ اجل اور علی گڑھ مسلم کالج میں شعبہ دینیات کے سربراہ ' پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمتہ کی حیات اور کارناموں پر ایک پرمغز مقالہ نذر قارئین ہے۔ یہ مقالہ بھی عالم جلیل علامہ شبیر احمد غوری مدظلہ کی تحریر ہے اور محقق جلیل سید نور محمد قادری صاحب نے اس پر مفید حواشی کا اضافہ فرمایا ہے۔

○ علامہ مفتی محمد اعظم صاحب ' مفتی دار العلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی ' بریلی شریف نے عقائد پر امام کے بعض افادات کو ایک نئے نظم و ترتیب کے ساتھ اپنے مقالہ "افادات امام احمد رضا" میں قلم بند کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ہم اہل علم و فنون کے استفادہ کے لئے معارف رضا میں شائع کر رہے ہیں۔

○ علامہ محمد احمد صاحب مصباحی کا نام نامی برصغیر پاک و ہند کے محقق اور مصنف علماء و فضلاء کے حلقوں میں ایک معتبر نام تسلیم کیا جاتا ہے۔ آپ دار العلوم فیض العلوم ' محمد آباد ' کوھنہ ' اعظم گڑھ میں استاذ ہیں اور ہندوستان کے مشہور اسلامی تحقیقی اور اشاعتی ادارے المجمع السلامی ' مبارکپور کے رکن عظیم ہیں۔ امام احمد رضا مجدد عصر کو فقہ اسلامی میں جو تبحر اور اس کی جزئیات پر جو گرفت حاصل ہے اس پر ان کا مجموعہ فتاویٰ الموسوم بہ فتاویٰ رضویہ اور کتب فقہ و اصول فقہ پر ان کے شروح و حواشی شاہد عادل ہیں۔ بالخصوص جد الممتار حاشیہ ردالمحتار ' علامہ محمد احمد مصباحی صاحب نے اپنے طویل اور دلیل و برہان سے آراستہ مقالہ "تعارف جد الممتار علی ردالمحتار" میں شامی (جلد ثانی) پر اعلیٰ حضرت کے حواشی کی خصوصیات اور اہمیت پر اصل عبارات و جزئیات کے حوالے

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

سے روشنی ڈالی ہے۔ اس کے مطالعہ سے اعلیٰ حضرت کی قرآن حدیث اور فقہ میں ژرف نگاہی کتب و تاریخ فقہ پر استحضار اور جزئیات و کلیات پر عبور کا اندازہ ہوتا ہے۔ اہل علم و فن، محققین اور ریسرچ اسکالرز کے لئے یہ مقالہ خصوصی اہمیت کا حامل ہے، ہم نے اس کا خلاصہ معارف رضا کے صفحات میں شامل کیا ہے۔ اصل مقالہ جلد الممتار کی جلد ثانی میں بطور مقدمہ شامل ہے جو ان شاء اللہ مبارکپور بھارت سے جلد شائع ہو رہی ہے۔

○ فن اسماء الرجال علم اصول حدیث کی ایک اہم شاخ ہے۔ علامہ عطا محمد رضوی مصباحی صاحب، استاذ الجامعتہ الغوثیہ، عربی کالج اترولہ بھارت نے اپنے عربی مقالہ "الامام احمد رضا و فن اسماء الرجال" میں، اس فن میں امام احمد رضا کے کمالات و خصوصیات پر روشنی ڈالی ہے۔

○ قارئین گرامی قدر! ہماری ہمیشہ یہ سعی وکاوش رہی ہے، کہ معارف رضا کی ہر اشاعت میں امام احمد رضا کی شخصیت کے نئے زاویئے اور ان کے افکار و کارناموں پر اچھوتے عنوانات کے تحت تحقیقی اور معیاری مقالہ جات پیش کئے جائیں۔ اس اہم کام کے لئے ہم "امام احمد رضا کانفرنس" کے انعقاد کے فوراً" بعد اہل علم و قلم حضرات سے تمام دنیا میں رابطہ کرتے ہیں، انہیں عنوان و موضوع دے کر دعوت تحریر دیتے ہیں اور دوسری کانفرنس کے انعقاد سے قبل تقریباً" سال بھر تک یہ سلسلہ جاری رکھتے ہیں، الحمد اللہ اہل علم و دانش کے تعاون سے مفید اور جدید مقالات سامنے آئے ہیں۔ امید قوی ہے کہ تحقیق و ریسرچ کا یہ کام روز بروز آگے بڑھتا رہے گا، ان شاء اللہ العزیز۔۔۔

حضورت اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "من لم لیشکو الناس لم لیشکو اللہ" یعنی جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔ ناسپاسی ہوگی اگر ہم اس موقع پر ان تمام محترم حضرات کا شکریہ ادا نہ کریں جنہوں نے معارف رضا کے تزئین و آرائش، مضامین و مقالات کی تحریر و فراہمی، اس کی کمپوزنگ سے لے کر پروف ریڈنگ اور طباعت کے مرحلہ تک، دامے، درمے، سخنے، قدمے ہمارے ساتھ تعاون فرمایا۔ خصوصی طور سے ہم ان تمام فاضل مقالہ نگار حضرات کے تہ دل سے ممنون ہیں جنہوں نے اپنی نگارشات سے ہمیں نوازا اور امام احمد رضا کی تحریک فروغ علم و عشق میں ہمارا ساتھ دیا۔ اس ضمن میں ہم ان صاحبان فکر سے بھی اظہار امتنان و تشکر کرتے ہیں جنہوں نے معارف رضا کے معیار کو مزید بہتر بنانے کے لئے مفید مشوروں سے مشرف کیا۔ خاص طور سے ادیب شہیر حضرت علامہ شمس الحسن شمس بریلوی صاحب دامت برکاتہم، ماہر رضویات، محترم و مکرم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی، حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب (مبارکپور بھارت) حضرت علامہ مفتی عبد المبین مصباحی صاحب دام ظلہ (اعظم گڑھ بھارت)، شہر خوباں، بریلی کے معروف محقق اور قلمکار محترم مولانا عبد النعیم عزیزی صاحب، محترم وسیم بریلوی صاحب سربراہ شعبہ اردو فارسی، بریلی کالج بریلی، ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ دھلی کے مشہور اسکالر اور ڈپٹی ڈائریکٹر' محترم پیرزادہ سید جمال الدین صاحب زید مجدہ' ہمدرد یونیورسٹی کے شعبہ تقابل ادیان کے محقق' پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صاحب دام علمہ' حجاز جدید دھلی کے ایڈیٹر' اور مشہور اہل قلم علامہ یسٰین اختر مصباحی صاحب قبلہ وغیرہم' نیز ادارہ ان تمام اداروں اور محترم حضرات کا بھی بے حد ممنون و احسان مند ہے جن کے مالی تعاون اور وسائل کی فراہمی کے سبب معارف رضا کی طباعت ممکن ہو سکی۔

بات نامکمل رہے گی اگر ہم ادارے کے ان محنتی اور مخلص کارکنوں کا ذکر نہ کریں جن کی بے لوث خدمت اور شب و روز کی محنت کے بغیر معارف رضا کی کمپوزنگ' پروف ریڈنگ اور پریس میں طباعت کا بہ حسن و خوبی اہتمام ممکن نہ تھا۔ اس سلسلہ میں ادارہ کے آفس سکریٹری' صالح نوجوان اور ابھرتے ہوئے قلمکار جناب اقبال احمد اختر القادری زید علمہ' منیجر سرکولیشن و اشتہارات جناب سید محمد خالد صاحب زید مجدہ' اور المرکز اسلامی کراچی کے طالب علم جناب افسر صاحب سلمہ تعالیٰ کی گرانقدر خدمات قابل ستائش ہیں۔ ان صالح نوجوانوں کے پر عزم چہروں کو دیکھ کر احساس ہوتا ہے

ہم نے جلتے ہوئے شعلوں پر قدم رکھا ہے
ہم نے منزل پر پہنچنے کی قسم کھائی ہے

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان تمام حضرات اور کرم فرماؤں کو ان کی خدمات کی بہترین جزاء عطا فرمائے اور دنیا و آخرت میں اللہ کریم اور اس کا رسول کریم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) اپنے فضل و کرم سے انہیں غنی فرمائیں' (آمین)

قارئین ذی وقار! آخری گذارش آپ سے یہ ہے کہ ہم نے پورے خلوص سے کوشش کی کہ معارف رضا کا معیار بلند ہو اور طباعت میں کوئی خامی نہ رہ جائے۔ لیکن اس کے باوجود کوئی نہ کوئی فروگذاشت رہ جاتی ہے' اس لئے کہ بھول چوک انسان کی فطرت ہے۔ ہماری استدعا ہے کہ آپ نہ صرف ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں کی نشاندھی فرمائیں بلکہ معارف رضا کو خوب سے خوب تر بنانے کے لئے اپنے مفید اور قیمتی مشوروں سے بھی نوازیں جس کے لئے ہم آپ کے ممنون ہوں گے۔

کون کرسکتا تھا ان جلوؤں کے لائق اہتمام
صرف انداز نظر تک وہ نمایاں ہوگئے

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی الہ واصحابہ وبارک وسلم

سید وجاہت رسول قادری عفی عنہ
(صدر ادارہ)

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

افاضاتِ اعلیٰحضرت بریلوی

علامہ مفتی محمد اعظم صاحب
(دارالافتا، جامعہ مظہرِ اسلام، بریلی شریف)

مقدمہ

نحمدہ و نصلی علی حبیبہ الکریم

الحمدللہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا امام احمد رضا خان صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی وہ مبارک کتاب جس میں سنیت و وہابیت کے فرق کو خوب واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے ہدیہ ناظرین ہے۔ یہ مبارک مختصر کتاب خواص و عوام سب کے لیے انتہائی مفید ہے جسے سنی و وہابی کا فرق معلوم کرنا ہو اس کے لیے اس کتاب کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

صفحہ ۱۰ پر چند جگہ بیاض ہے ہم نے اصل کے مطابق چھوڑ دیا۔ اہل علم سمجھ لیں گے۔ غالبا یہ پہلی باہر شائع ہو رہی ہے۔

فقط والسلام
محمد اعظم غفرلہ
۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

۱۔ اللہ عزو جل زمان و مکان و جہت سے پاک ہے۔ اس کا دیدار بے جہت و بے محاذات حق ہے یہ ضرور اہلسنت کے دینی عقیدے ہیں جو ان کو بدعت حقیقیہ کے قبیل سے کہے گمراہ بددین ہے۔

۲۔ اللہ عزو جل کا علم غیب اور تمام صفات ذاتیہ ازلی ابدی لازم ذات الٰہی ہیں اس سے پاک ہیں کہ ان کا ہونا نہ ہونا اختیار میں ہو' اس کی شان یہ بتانا کہ غیب کا دریافت کرنا اس کے اختیار میں ہے۔ جب چاہے کرلے صاف صاف خدا کو جاہل بالفعل بتانا اور کلمہ کفر ہے۔

۳۔ اللہ عزو جل پر کذب اور ہر عیب محال بالذات ہے جو اس کا کذب ممکن جانے گمراہ ہے مسئلہ خلف وعید کو اس سے کچھ تعلق نہیں اس کی بنا پر امکان کذب کو ائمہ اہلسنت میں مختلف فیہ ماننا بڑے بدعقل بددین کا کام ہے۔

۴۔ جو کہے اللہ تعالیٰ کا جہل ممکن ہے اس پر کفر لازم ہے۔

۵۔ جو کہے کہ بندہ جو کچھ اپنے لیے کرسکے خدا اپنے لیے کرسکتا ہے مثلاً چوری' شراب خوری وغیرہ وغیرہ وہ بے ایمان ہے۔

۶۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ازلی ابدی غیر مخلوق ناممکن الانفکاک ہے' بندوں کو بھلا دینے سے وہ سلب نہیں ہوسکتا نہ بھلا دینے کے بعد اس کی کوئی بات خلاف ہونی ممکن جو کہے کہ خبر الٰہی کا خلاف بعد فراموشی قرآن واقع ہو تو کسی نص کی تکذیب نہ ہوگی سخت خبیث کذاب بددین ہے۔

۷۔ دنیا میں اللہ عزو جل سے کلام حقیقی غیر نبی کے لیے ممکن نہیں جو کسی ولی کے لیے مانے اس پر کفر لازم ہے۔

۸۔ انبیاء و ملائکہ اور تمام ایمانیات کو ماننا جزو ایمان ہے ان میں جس کو نہ مانے کافر ہے جو کہے اللہ کے سوا کسی کو نہ مان اور ان کو ماننا محض خبط ہے وہ پکا شیطان دشمن ایمان ہے۔

۹۔ نماز بے خیال تعظیم و اجلال حضور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام نہیں ہوتی التحیات میں عرض سلام و تشہد و درود اس لیے واجب و مسنون ہوئے جو کہے کہ نماز میں حضور کی طرف خیال لے جانا اپنے گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے اس خبیث نے کھلا کفر بکا اور اللہ کی ہزاروں لعنتوں کا مستحق ہوا۔

۱۰۔ تمام انبیاء علیہم الصلوۃ التسلیمات حقیقی دنیاوی جسمانی سے ویسے ہی زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے ان کی موت صرف ایک آن کو ہوتی ہے کہ نگاہ عوام سے چھپ جاتے ہیں اپنے مزارات

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

طیبہ میں نمازیں پڑھتے کھانا تناول فرماتے حج کو آتے مجالس میں شریک ہوتے جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے جو کہے کہ وہ مرکر مٹی میں مل گئے۔ خبیث بددین ہے اور خصوصاً خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس کا افترا کرے کہ حضور نے فرمایا میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کر کے اور زیادہ لعنت الٰہی کا حصہ لیا۔

۱۱۔ عظمت الہیہ کے بعد انبیاء کرام علیہم الصلوۃ و السلام کی عظمت ہے تو بھائی باپ بادشاہ وغیرہ وغیرہ تمام جہان میں کسی کی عظمت ان کی، عظمت کا پاسنگ بھی نہیں ہوسکتی جو ناخلف اپنے باپ کو اپنا ایک بھائی سمجھے اور اس کی تعظیم بڑے بھائی کے برابر کرے بے ادب ناسعادت مند ہے تو جو مردک حضرات انبیائے کرام اور خود حضور سید الانبیاء علیہ و علیہم افضل الصلوۃ و الثنا کو کہے کہ جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے وہ بے باک گستاخ شیطان کا بچہ ہے۔ پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوٹا بھائی کیونکر ہوسکتا ہے۔

۱۲۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خدا کہنا کفر ہے اور الوہیت مستلزمات الوہیت سے نیچے جو کچھ فضیلت مرتبہ خوبی بزرگی ہے سب حضور کو شایان ہے بشر وملک کسی کی تعریف کو حضور کی تعریف سے کچھ نسبت نہیں حضور کی تعریف جس قدر کثرت سے ہو جاں کا سرور اور ایمان کا نور ہے جو کہے کہ ان کی تعریف وہی کرو جو بشر کی سی تعریف ہو بلکہ اس میں بھی کمی کرو گستاخ بے ادب ہے۔

۱۳۔ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اذن دیا ہے کہ تمام آسمان زمینوں کی بادشاہی میں تصرف فرمائیں خصوصاً حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اللہ عزوجل کے خلیفہ اعظم و ماذون مطلق ہیں ان کے حکم سے ان کے غلام دنیا میں تصرفات کرتے ہیں جو کہے جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں وہ دل کا اندھا باطن کا گندہ ہے۔

۱۴۔ عالم میں انبیاء اولیاء کا تصرف حیات دنیوی میں اور بعد میں وصال بھی بہ عطاء الٰہی جاری ہے۔ قیامت تک ان کا دریائے فیض موج زن رہے گا اللہ عزوجل کی عطا سے ان کو یہ قدرت ماننا ہرگز شرک نہیں ہوسکتا جو کہے کہ خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہے وہ مسلمانوں کو مشرک کہہ کر خود مشرک بنا اور احادیث و فقہ کے رو سے اس پر کفر عائد ہوا۔

۱۵۔ انبیاء اولیاء علیہم الصلوۃ والثناء کو واسطہ فیض الٰہی جان کر ان سے استمداد و استعانت اور وقت حاجت بہ نیت توسل انھیں ندا کرنا یا رسول اللہ یا علی یا حسین یا شیخ عبدالقادر الجیلانی کہنا ضرور جائز روا ہے جو کہے کہ جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

سمجھے سو وہ اور ابو جہل شرک میں برابر ہے یہ کہنے والا اور ابو لہب عداوت محبوبان خدا و ایذائے بندگان خدا میں برابر ہے۔

۱۶- جو شخص انبیاء و اولیاء کے پکارنے پر شرک ثابت کرنے کو کہے کہ اللہ سے زبردست کے ہوتے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ و نقصان نہیں پہونچا سکتے محض بے انصافی ہے کہ ایسے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارہ لوگوں کو ثابت کیجئے۔ اس ناکارہ ابلیس کارہ نے انبیاء اللہ کو ناکارے لوگ کہہ کر ان کی شان میں گستاخی کی۔

۱۷- جو اس دعویٰ کے لیے یہ مثال دے کہ جو ایک بادشاہ کا غلام ہوچکا وہ ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چمار کا کیا ذکر ہے اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و سائر انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو ایسے ناپاک ملعون الفاظ کہہ کر اللہ و رسول کو ایذا دی اور دونوں جہان میں خدا کی لعنت کا مستحق ہوا۔

۱۸- غیر نبی کو احکام شرعیہ جزئیہ خواہ کلیہ بے وساطت نبی پہنچنا محال ہے جو اس کا دعویٰ کرے اس پر کفر لازم ہے۔

۱۹- جو کسی غیر نبی کو انبیاء کا ہم استاد اور من وجہ انہیں تقلید انبیاء سے آزاد کہے بددین ضال گمراہ ہے اور اس پر کفر لازم۔

۲۰- وہ علوم کہ تعلیمات شریعت و احکام ملت ہیں انبیاء علیہم الصلوۃ و السلام سے ملتے ہیں قطعاً یقیناً ہر طرح تحقیقی ہیں جو ان کو تقلیدی علم اور بے وساطت انبیاء علوم شرعیہ ملنا ٹھہرا کر ان ساختہ جہالتوں کو تحقیقی علم کہے خبیث دجال ہے۔

۲۱- جو غیر نبی کو احکام شرعیہ کی وحی آنا مانے بڑے دجال کا چھوٹا بھائی ہے۔

۲۲- جو غیر نبی کو مثل انبیاء معصوم جانے خبیث رافضی ہے۔

۲۳- رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم تمام جہان کے علم سے وسیع تر ہے جو کہے کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے وہ کافر مرتد ہے۔

۲۴- جس وصف کا اثبات مخلوق میں کسی ایک فرد کے لیے شرعاً شرک ہو وہ تمام مخلوق میں جس کے لیے ثابت کیا جائے شرک ہوگا کہ خدا کا شریک کوئی نہیں ہوسکتا تو جو شخص زمین کا علم محیط نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ماننے کو شرک بتائے اور کہے شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے پھر اپنے منہ اسی علم کو ابلیس کے لیے ثابت مانے وہ خود اپنے اقرار سے مشرک ہے اور ابلیس لعین کا پوجنے والا۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

۲۵- خاتم النبیین کے قطعاً یہی معنی کہ سب انبیاء سے پچھلے یعنی ان کی بعثت کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کے یہی معنے بیان فرمائے اور یہی تمام مسلمانوں کے ذہن و اعتقاد میں ہیں اور اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بڑی اعلیٰ درجہ کی فضیلت ہے جو اس معنی کو خیال عوام بتائے اور ان میں فضیلت نہ مانے اور مقام مدح میں ذکر کرکے لائق نہ جانے یقیناً کافر مرتد ہے۔

۲۶- ختم نبوت نے بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یا قیامت تک حضور کے بعد کسی کو نبوت ملنے کا دروازہ قطعاً بند کردیا اسے مسلمانوں کا ایک ایک بچہ جانتا ہے اور یہ نہ ہوگا مگر جب کہ کوئی دوسرا نبی ہونا ختم نبوت کا صریح منافی و مخالف ہو کہ منافی نہ ہو تو ختم نبوت سے اس کا رد و انکار کیونکر یقیناً تو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ بعثت حضور اقدس کے بعد دوسرا نبی ہونا ضرور ختم نبوت کا منافی ہے اور بر تقدیر وقوع منافی شی کا باقی رہنا اور اس میں فرق نہ ماننا محال کوئی عاقل تو عاقل کوئی پکا مجنون بھی نہ کہے گا کہ بالفرض اگر کسی وقت آفتاب بدستور باقی رہے گا بلکہ اگر بالفرض آدھی رات پاگل کے سوا کوئی نہیں کہہ سکتا ہے تو ثابت ہوا کہ جو کہے بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت کے متواتر معنی کو جو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے اور مسلمانوں میں ضروریات دین سے آئے باطل کرتا اور اللہ و رسول کی مراد کو صاف بدلتا رد کرتا اور کھلا کافر مرتد ہے نص قطعی کی جو مراد ضروریات دین سے ہو اس کا منکر ہونا اور اس کے خلاف جی سے گڑھنا ہی اس کے کافر ہونے کو بس ہے اگرچہ اس کے مفاد کو کسی دوسری دلیل سے ثابت بھی مانے کہ ایک ضروری دینی کا وہ انکار کرچکا آیت میں ختم زمانی باطل کرکے ختم زمانی کا قائل بنتا اور اس کے منکر کو کافر کہنا ہی اس کا شیطانی مکر اور خود اپنے کفر پر فتویٰ ہوگا کہ ختم زمانی کا منکر تو انکار آیت ہی سے کافر ہوا تھا جب آیت کے یہ معنی ہی نہیں تو منکر کیوں کافر بنے گا تاویل ملعون کہ آیت میں گڑھی احادیث کی بنا پر اور ان کے معنی ختم زمانی سمجھ کر جب ان کی یہ سمجھ باطل کرچکا تو ان کا دامن کس منہ سے پکڑے گا لہٰذا ظاہر ہوا کہ ایسا شخص قطعاً کافر ہے اور ختم زمانی کا اقرار اس کا محض مکر ابلیسی اور اس کے منکر کو کافر کہنا اس کا خود اقراری کفر ہے اور جو اس کی ان تسویلات سے اسے مسلمان بنانا چاہتے ہیں خود کافر ہیں ائمہ دین فرماتے ہیں۔

من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر

۲۷- اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوۃ

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

والسلام کو بہت علوم غیب عطا فرمائے علوم غیب ملنے میں انبیائے کرام ہی اصل ہیں اوروں کو ان کے واسطے سے ملتے ہیں تو جو کہے ان باتوں میں سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے یکساں بے خبر ہیں اور نادان وہ ناپاک گمراہ ہے اور گستاخ بدزبان۔

۲۸۔ جو شخص اس بنا پر کہ جمیع غیوب معلومات الٰہیہ کو علم خلق محیط نہیں علم غیب کو منجملہ کمالات نبویہ زمانے اور اس امر میں نبی وغیر نبی میں فرق نہ جانے اور کہے کہ جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہوسکتا ہے وہ گمراہ بددین ہے منکر قرآن عظیم ہے۔

۲۹۔ جو کہے کہ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یقیناً صریح گالی دیتا اور حضور کی توہین کرتا اور قطعاً کافر مرتد ہے اور دنیا و آخرت میں اللہ واحد قہار کی لعنتوں کا مستحق ہے۔

۳۰۔ کرامات اولیاء حق ہیں اور انہیں میں سے ہے ان کا کشف اور اس کے ذریعے سے انہیں علوم غیب عطا ہوتا جو بامداد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوتا ہے و مطلقاً کہے شرک سب سے عبادت کا نور کھو دیتا ہے کشف کا دعویٰ کرنے والے اس میں داخل ہیں وہ خبیث گمراہ معتزلی ہے۔

۳۱۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لاکھوں فضائل و کمالات عالیہ ایسے عطا ہوئے کہ کسی نبی و رسول کو نہ ملے تو یوں کہنے والا کہ جو خوبیاں و کمالات اللہ نے ان کو بخشے ہیں وہ سب رسول کہہ دینے میں آجاتے ہیں جھوٹا کذاب خبیث ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص عالیہ و افضلیت علی الرسل کا منکر اور گمراہ بددین خائب و خاسر ہے۔

۳۲۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت حق ہے اور وہ اہل کبائر کے لیے ہے اگرچہ عمر بھر ان کے عادی رہے ہوں۔

۳۳۔ شفاعت کے لیے تائب و نادم ہو کر مرنا بھی اہلسنت کے نزدیک شرط نہیں حدیث میں فرمایا ندامت توبہ ہے اور فرمایا توبہ کرنے والا گنہگار بے گناہ کے مثل ہے تو جو شخص شفاعت کی صرف یہ صورت گڑھے کہ چور پر چوری تو ثابت ہوگئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں قصور پر شرمندہ ہے اور رات دن ڈرتا ہے ایسی کی شفاعت ہوسکتی ہے وہ حقیقتاً شفاعت کا منکر اور معتزلی کا بددین گمراہ ہے۔

۳۴۔ اہلسنت کے نزدیک اللہ عزوجل فعال لما یرید ہے جو چاہے کرے اس پر کسی طرح

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

اعتراض نہیں ہوسکتا اپنے نہ کسی فعل میں کسی سبب کی اسے حاجت ہزاروں کو بے شفاعت محض اپنی رحمت سے بخشے گا تو جو شخص شفاعت کی یہ علت گڑھے کہ بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے مگر آئین بادشاہت کا خیال کرکے بے سبب درگزر نہیں کرتا سو کوئی امیر وزیر اس کی مرضی پاکر اس تقصیروار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کرکے اس چور کی تقصیر معاف کردیتا ہے جس نبی ولی کی شفاعت کا قرآن و حدیث میں مذکور ہے اس کے معنی یہی ہیں وہ جھوٹا کذاب ہے اللہ و رسول پر افترا کرتا ہے اللہ عزوجل کو اپنی مراد پوری کرنے میں سبب کا پابند ٹھہراتا ہے حیلہ گر ظاہری جھوٹا نام کرکے کام نکالنے والا بتاتا ہے غرض وہ گمراہ بددین معتزلی ہے۔

۳۵۔ اللہ عزوجل نے آئین یہ باندھا ہے کہ **یغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء واللہ علی کل شی قدیر** جسے چاہے بخشے گا اور جسے چاہے عذاب کرے گا اللہ ہر چیز پر قادر ہے تو بے سبب محض اگر گنہگار کو بخش دے اس کے آئین پاک کے اصلا خلاف نہیں جس کی قدر اسے گھٹنے کا اندیشہ ہو تو جو علت شفاعت میں کہے کہ آئین کا خیال کرکے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہیں لوگوں کے دلوں میں اس آئین کی قدر گھٹ نہ جائے وہ خبیث معتزلی اور الٰہی آئین پر مفتری ہے۔

۳۶۔ شفاعت کے لیے ہمارے حضور پرنور سید یوم النشور علیہ افضل صلوات اللہ و اکمل تسلیمات اللہ باذن اللہ تعالیٰ متعین ہیں وہی فتح باب شفاعت فرمائیں گے ان سے پہلے کسی کو مجال شفاعت نہ ہوگی **اعطیت الشفاعۃ** انہیں شفاعت عطا ہوچکی **انا صاحب شفاعتھم ولا فخر** اوروں کی شفاعت کے بھی وہی مالک ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو جو کہے جس کو چاہے گا شفیع بنادے گا اس کے اختیار پر چھوڑ دے چاہے ہمارا شفیع کردے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل خاص متیقن کو ایک مشکوک و مشترک بات بنانا چاہتا ہے ہاں معاذ اللہ اس کی ساختہ جھوٹی شفاعت واقع ہوتی تو ضرور اس کا یہ کہنا بھی ٹھیک ہوتا کہ اس کے نزدیک تو اللہ فقط اپنے آئین کا بھرم بنا رکھنے کے لیے حیلہ ڈھونڈے گا کہ ظاہر میں کسی کا نام کرکے اپنے آئین کو آنچ سے بچائے اس کے لیے کسی کی کیا خصوصیت جسے چاہا دھوکے کی ٹٹی بنالیا۔

۳۷۔ اہلسنت کے نزدیک کفر کے سوا سب گناہ مشیت الٰہی پر ہیں معاف کرے تو اس کا فضل، سزا دے تو اس کا عدل، شرک اصغر بھی انہیں میں داخل ہے تو جو کہے کہ شرک بخشا نہ جائے گا اس کی سزا مقرر ملے گی پھر پرلے درجے کا شرک ہے کہ آدمی جس سے کافر ہوجاتا ہے تو ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور ورلے درجے کے شرک میں ان کی سزا ضرور پائے گا اور باقی گناہ اللہ کی مرضی پر ہیں وہ گمراہ بددین معتزلی وعیدیہ ہے۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

۳۸۔ کسی گناہ سے سزا اللہ عزوجل کو ضرور نہیں نہ اس کی سزا نہ دینے سے معاذ اللہ بے غیرت ٹھہرے کفر کی سزا ضرور دے گا کہ اس کی وعید بدل نہیں سکتی اور اگر وعید نہ فرماتا اور تمام کافروں کے کفر بھی یکسر معاف فرما دیتا تو ہرگز نہ اس کی بادشاہی میں قصور تھا نہ اس کی غیوری پر دھبا تو جو پرلے اور ورلے درجے ہر شرک کی سزا ضرور ملنے کو یوں سمجھائے کہ جو بادشاہ اس سے غفلت کرے اور ایسوں کو سزا نہ دے اس کی بادشاہت میں قصور ہے عقلمند لوگ ایسے بادشاہ کو بے غیرت کہتے ہیں سو وہ شاہنشاہ غیور پرلے سرے کا زور رکھتا ہے اور ویسی ہی غیرت وہ مشرکوں سے کیوں کر غفلت کرے گا اور کس طرح ان کی سزا نہ دے گا وہ اللہ عزوجل کی جناب میں سخت گستاخ بے ادب اور معتزلہ کا فضلہ خوار مستحق ہزاراں غضب ہے۔

۳۹۔ جب دجال نکل چکے گا سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نزول فرمالیں گے اسلام کا دور دورہ ہولے گا مدتوں بعد بالکل قریب قیامت وہ آئے گا کہ اب تمام روئے زمین پر نرے کافر رہ جائیں اس وقت اللہ عزوجل ایک ٹھنڈی خوشبو ہوا بھیجے گا کہ دنیا بھر سے مسلمانوں کو اٹھالے گی صرف کافر رہ جائیں گے یہ اس وقت کا واقعہ ہے جو شخص مسلمانوں کو مشرک بنانے کے لیے اس حدیث کو اپنے زمانہ موجودہ پر جمائے اور کہے سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا وہ تمام امت مرحومہ کو کافر بناتا ہے اس پر کفریوں لازم ہے اور خود وہ اور اس کے پیرو سارے کے سارے اس کے اپنے اقرار سے کافر مرتد کہ آخر یہ بھی دنیا کے پردے سے الگ نہیں بستے جب اس کے نزدیک اب تمام دنیا میں نرے کافر رہ گئے مسلمان کا نام نشاں نہیں تو یہ خود بھی اپنے ہی منہ سے یقیناً کافر اور اس کے تمام پیرو بھی۔

☆ ☆ ☆

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

ازعلامہ عطا محمد رضوی مصباحی
(جامعہ غوثیہ عربی کالج، اترولہ۔ بھارت)

الامام احمد رضا

و

فن اسماء الرّجال

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم وعلی اله وصحبه اجمعین۔
امابعد فان تاریخ العالم الاسلامی یزدان بکثیر من العلماء والفضلاء الذین قاموا بخدمات دینیۃ جلیلۃ وبنشره العلوم والفنون باکناف البلاد وعلی نطاق وسیع واختار والذالک کثیرا من الوسائل والذرائع من بناء المعاصر العلمیۃ وتاسیس المراکز الدینیۃ ووجهوا المسلمین الیها توجیها حسب مااستطاعوا وغرسوا فی قلوبهم عواطف حبها ومشاعر ودها فاکب المسلمون علی العلوم الدینیۃ و تعلموها بغایۃ الجهد والکدحتی ابرزوا غوامض دقائقها و لطائف حقائقها و فتحوا اکنوزها الثمینۃ و جواهر الغالیۃ وضبطوا القواعدووضعوا الاصول وادخلوا فیهاتحسینات تدل علی نبوغهم ومهارتهم المرموقۃ۔
فنالوابسبب اختراعهم وابتکارهم واکتشافهم مکانۃ الامامۃ درجۃ القیادۃ عدوامن کبار العلماء وعظام الفضلاء فمن تلک الشخصیات الجلیلۃ سیدنا الشیخ الامام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ الذی ولد ببریلی الشریفۃ واقبل الشیخ علی العلوم الدینیۃ من حداثۃ سنہ والتزم الشرائع اسلامیۃ من لغومۃ اظفاره ماکادیبلغ العلوم حتی ذاع صیت علمہ وتعمق نظره ودقۃ فکره فی الافاق و قرع سمعۃ حذاقتہ ومهارتہ وبراعتہ فی العلوم اذان العالم واکثر ممابهر العلماء العالم هو قوة ایجاده وابتکاره فی اکثر العلوم الاسلامیۃ والطبعیۃ۔
فکان الشیخ رحمۃ اللہ یحل کثیرا من المعضلات المسائل التی لم یصل الیهافهم کثیر من العلماء الکبار واصناف الی العلوم مسائل شتی من استنباطہ وایجاده کذانبہ علی ماوقع من خطا اوسهو من المتقدمین فی تحقیق المسائل تنبیهاً بلیغاً مع ادب واحترام ونبہ علی ماوقع من خطا اوسهو من شراح الحدیث فی تفسیره وبیان اسناده وشرح تاریخ رجالہ وبین طرق احادیثہ کما سیظهر من بیان اتی۔وهذاکلہ یدل علی سلطتہ الفائقۃ فی العلوم الکثیرة خصوصاً فی علم اسماء الرجال و نبوغہ فیها ولیس هذا الامن فضل اللہ علیہ ان رزقہ

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

علمانافعاوفهماكاملا و عقلا ثاقباونظر اعميقامن تلقاء نفسه والا فالبشر لا يستطيع ان ينال
هذه المكانة العليافى العلوم ومن المعلوم والمشهور انه كان له طول الباع فى نحوخمسين
علماوصنف فى جميعها زهاء الف كتاب فقدكانت العلوم مستحضرة ومرتبه فى ذهنه دائما۔
وخاصة فى معارف القران وعلومه والاحاديث ورجاله والفقه واصوله ولكن نقدم لكم اليوم
مكانته فى علم الحديث اسناد او رجالا يكون بعض الجهلاء واعداءه نسبوا اليها
اقوالا شنيعة من انه كان قليل الضاعة فى علم الحديث وكان للشيخ رحمه الله يدطولى وتبحر
كامل فى علوم الحديث وخاصة على اسماء الرجال وتواريخهم وليس فى مستطاعى ان
اقدم اليكم جميع افادة الشيخ فى علم الحديث لقصور البضاعة ولقلة الوقت الاقدرا يسيرا
من افاداته العظيمة

لابد اشياء للمحدث الكامل

لوننظر الى شخصية الامام فى ضوء علم الحديث لوجدناه كاملا جامعابين اشياء يحتاج
اليها المحدث ۔ فالمحدث يحتاج الى اشياء التى بينها صاحب الاشباه والنظائر وهى قول
الامام البخارى رضى الله عنه كما طالعت فى نزهة القارى على صفحة ۱۰۹ "الرجل لايسير
محدثا كاملا الا ان يكتب اربعامع اربع كاربع مع اربع فى اربع عند اربع باربع على اربع عن
اربع لاربع وهذه الرباعيات لاتتم الاباربع فى اربع فاذاتمت له كلها هانت عليه اربع باربع
فاذاصبر اكرمه الله تعالى "۱۔ اى يكون عارفا بالاحاديث النبوية واحوال الصحابة الكرام
وعددهم واعمارلهم واحوال العلماء والتابعين ومع اربع اى يعلم اسامى الرواة
واحوالهم ومساكنهم وعهودهم ومثل اربع ان يكون علما باقسام الاحاديث مسند و
مرسل اوموقوف اومرفوع وغيرها هكذا يفصل بهذه الرباعيات الى اربع و اربعين تركت
هنالخوف الطوالة

والان اتضح بهذه العبارة المذكورة انه لايكون احد محدثا كاملا الا ان يصير عالما بهذه
الاشياء

وبعد فان علم الحديث فيه فنون شتى اصعبها علم اسماء الرجال وهو ايضا على انواع
(الف) نقد الرجال (ب) حفظ اسماء الرجال (ج) تاريخ مولدهم ووفياتهم وغير ذالک۔ وقد
ذكر فى الفضل الموهبى لتنقيد الرجال شرائط شتى

وهى ها

لنقد الرجال ان يكون القائل عاثرا على مراتبهم من الثقة والصدق والحفيظ والضبط واقوال
الائمة فيهم ووجوه الطعن ومراتب التوثيق و مواضع تقديم الجرح والتعديل و حوامل
الطعن ومناشى التوثيق و مواضع التحامل والتساهل والتحقيق ويكون متمكنا من
استخراج مرتبة اتقان الراوى بنقل الروايات وضبط المخالفات والادهام والخطيات
ويكون حاذقا فى اساميهم والقابهم وكناهم وانسابهم والوجوه المختلفة لتعبير الرواة۔
سيما اصحاب التدليس وتعيين المبهمات والمتفق والمفترق والمختلف والموتلف ويكون

---

*۱۔ الاشباه والنظائر صفحه ۳۹۷

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

مطلعا علی موالیدھم ووفیاتھم وبلادھم ورحلاتھم ولقاءاتھم واساتذتھم وتلامذتھم وطرق التحمل ووجوہ الاداء والتدلیس والتسویۃ والتغییر والاختلاط والاخذین من قبل والاخذین من بعد والسامعین فی الحالین وغیرھما من الامور الضروریۃ کلھا تکون منکشفۃ لہ فبعد ذالک کلہ تمکینہ ان یقول فی سند الحدیث فقط انہ صحیح او حسن او صالح او ساقط او باطل او معضل او مقطوع او مرسل او متصل

وکانت شخصیۃ الامام متحلیۃ بھذہ الاوصاف کما سیظھر لکم من البیان الاتی

نقد الرجال و الامام احمد رضا قدس سرہ

الیکم عدۃ امثلۃ تمثل براعتہ فی نقد الرجال ذکر الشیخ فی نقد العطایا النبویۃ فی باب "نبہ النوم أن الوضوء من أی نوم" احادیث و قال الحدیث الذی ذکر المحقق فی الفتح القدیر للمتابعۃ عن عمرو بن شعیب لمن ابیہ عن جدہ فیہ مھدی بن ھلال واخر عن ابن عباس عن حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ عنھم فیہ بحر بن کنیز السقائم قال المحقق اذ تاملت فیما اوردناہ لم ینزل عندک الحدیث عن درجۃ الحسن الخ

قال فی الغنیۃ لما تقرر ان ضعف الراوی اذا کان بسبب الغفلۃ دون الفسق یزول بالمتابعۃ ویعلم بھا ان ذالک الحدیث مما اجادفیہ ولم یھم فیکون حسنا۔ قال الشیخ الامام الحدیث الذی ذکرہ المحقق فی الفتح بسندین لیسھما صحیحین۔ اقول (ا) اما ابن ھلال فلا یصح متابعا فقد کذبہ یحیی بن سعید (ب) وقال ابن معین یضع الحدیث (ج) قال ابن المدینی کان بالکذب (د) قال دارقطنی وغیرہ متروک۔ واما ابن کنیز (ا) فقال نسائی و دارقطنی متروک وھو قضیۃ قول ابن معین لایکتب حدیثہ

(ب) لکن الحافظ فی التقریب اقتصر علی انہ ضعیف تبعا للبخاری وابی حاتم فیقول الامام احمد رضا لماثبت ھذا ماروینا فی الرجال فکان یجب اسقاط الاول وماکان کبیر حاجتی الی الاخر فان الحدیث بنفسہ لاینزل عن درجۃ الحسن علی اصولنا ان شاء اللہ تعالی۔ وکلام الاثرین ماش علی اصولہ من رد المراسیل و عنعنۃ المدلسین مطلقا۔ یثبت بھذہ العبارۃ المذکورۃ ان الامام کان یثبت مدعاہ لعدتنقید رجال المحقق الذی ذکرہ فی الفتح للمتابعۃ۔ ومن ھنا یذکر تنقیح الراوی الذی فی الحدیث الذی کان ذکرہ الامام فی دلیلہ فیقول الحدیث قتادۃ عن ابی العالیہ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما انہ رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم نام وھو ساجد حتی غطی ونفخ الخ

قال الامام ! اخرجہ الائمۃ احمد وابو داؤد والترمذی وابوبکر بن ابی شیبۃ فی مصنفہ والطبرانی فی معجمہ الکبیر والدارقطنی والبیھقی فی سننھما علی طریق خالد یزید بن عبدالرحمن الدالانی فلا حاجۃ لمتابعتہ ھذا بنفسہ علی درجۃ الحسن" وما افحش فی الدالانی من القول کعدتہ فقال کثیر الخطافاحش الوھم لایجوز الاحتجاج بہ۔

یقول الامام ! اذا واقع الثقات فکیف اذا تفرد عنھم بالمعضلات فمردود (ا) بان البخاری قال فیہ ابو خالد صدوق لکنہ یھم بالشی (۲) وقال احمد وابن معین والنسائی لاباس بہ (۳) قال ابو حاتم صدوق (۴) قال الذھبی فی المغنی مشھور حسن الحدیث (۵) وماذکر ابو داؤد عن

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

شعبۃ ھھنا انہ لم یسمع قتادۃ عن ابی العالیۃ الا اربعۃ احادیث و حکی عن ابی داؤد نفسہ لم لیسمع منہ الاثلثۃ احادیث فاقول و تلک مشکاۃ ظاھرۃ عنک عارھا فلو سلم لشعبۃ و ابی داؤد شھادتھما علی النفی مع اضطراب اقوالھما فیہ مع انھا لم تقبل من الذین ھم اکبر و اکثر مع کونھا منھم اکدو اظھر و ذالک فی روایۃ ابن اسحاق عن امرأۃ ھشام من عروۃ فلیس غایتہ الا الارسال فکان ماذا فان المرسل مقبول عندنا و عند الجمھور مع انا فی غنی عن النظر فیہ فقد احتج بہ اصحابنا و قبلوہ من غیر نکیر *۱

فبھذا المثال تستطیع ان تفھم مرتبۃ الشیخ فی نقد الرجال و تبحرہ فی علم الحدیث فانہ کان یطالع کتب الاحادیث و غیرھا بنظر عمیق و یراقبھا کل المراقبۃ۔

ولکم مثال اخر

الثانی : ۔یکتب العلامۃ الطحطاوی فی حاشیۃ الطحطاوی علی صفحہ ۵۵۹ بالعباس بن مرداس ای کتب ھذہ العبارۃ علی حدیث البخاری فاخذ الامام احمد رضا فی حاشیتہ علیہ ولقول۔ اقول اللھم ----- ھذا سبق قلمی فان العباس رضی اللہ عنہ صحابی و لم یذکر فیہ احد مانقلہ عن الحفاظ وانما قول ابن حبان فی ابنہ کنایۃ و مع ذالک اختلف قولہ فیہ فذکرہ فی الضعفا و قال ھذا اوردہ فی الثقات فھو ثقۃ کمانبہ علیہ الحافظ بن حجر ۔*۲

وذکرہ ابن حبان فی الثقات قلت و قال فی کتاب الضعفا حدیثہ منکر جدا ۔*۳

یظھر من ھذہ العبارۃ المذکورۃ کان الشیخ ینظر نظر عمیق فی علم الحدیث خصوصاً فی رجالہ کما ظھر لکم و لاحظو امثالا اخر ایضا الذی یدل علی حذاقۃ الشیخ

الثالث : ۔قال العلامۃ القسطلانی فی شرح البخاری الارشاد الساری فی المجلد الثانی علی صفحہ ۳۰۲ "رواہ احمد بلفظ اذا زاغت فی منزلہ جمع بین الظھر و العصر قبل ان یرکب" ای قال الشارح فی مسئلۃ جمع بین الصلاتین متی یجوز و متی لا یجوز فیہ اختلاف الاحناف و الشوافع و ذکر البخاری فی ھذا الباب فی صحیحہ احادیث کثیرۃ علی مذھب الشافعی علیہ الرحمہ استدلا لا وقد ذکر الشارح فی شرحہ علی تائید البخاری حدیثا اخر عن احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ بو اسطۃ ابن عباس رضی اللہ عنھما فقال رواہ احمد بلفظ الخ کمامر الان قال الامام احمد رضا فی حاشیۃ علی ارشاد الساری تحت ھذا القول "بسند ضعیف کما سیاتی فی الصفحۃ القابلۃ" ای ذکر الشارح بنفسہ ضعیفاً فی موضع اخر و لم یدر فقال الامام ھو بسند ضعیف کما بینہ الشارح فی شرحہ فی الصفحۃ القابلۃ وھوھا

الفاظ الشارح وقد ورد فیہ حدیث ابن عباس و تقدم اول الباب السابق و اوردہ ابو داؤد تعلیقا و الترمذی فی بعض الروایات عنہ و فی اسنادہ حسین بن عبداللہ الھاشمی و ھو ضعیف ۔*۴

و بھذا یظھر کان الامام ینظر بنور اللہ کما جاء فی الحدیث المومن ینظر بنور اللہ

---

*۱۔العطایا النبویۃ فی الفتوی الرضویۃ المجلد الاول صفحہ ۸۵

*۲۔التعلیقات الاول الحاشیۃ علی الطحطاوی صفحہ ۳۱۲ من الامام احمد رضا

*۳۔تہذیب التہذیب المجلد الثامن صفحہ ۴۳۹

*۴۔التعلیقات الثالث الحاشیۃ علی ارشاد الساری صفحہ ۶۷

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

قداظهر الامام ان الشارح اخطا هنا ولم یدر ھذا شان الامام احمد رضا ویظھر حذاقتہ و درایتہ فی الحدیث من المثال الاتی ایضا

الرابع: - قال صاحب ارشاد الساری ای العلامۃ القسطلانی فی المجلد الاول علی صفحہ ۲۳ " قال النسائی لیس بالقوی لکن تابعہ اخوہ عبدالمھیمن بن عباس روی لہ الترمذی " یعنی قال الشارح فی الحدیث الذی ذکرہ الامام البخاری عن ابی بن عباس وضعفہ الامام احمد ویحیی بن معین و قال النسائی لیس بالقوی لکن تابعہ اخوہ عبدالمھیمن بن عباس فلذالایضر ویصیر صحیحا۔

کتب علیہ الامام احمد رضافی حاشیۃ علی ارشاد الساری اقول اخو عبدالمھیمن اضعف وضعفہ النسای وقال البخاری منکر الحدیث ای فلاتحل الروایۃ عنہ کماھو مصطلحہ فی ھذا اللفظ ان قال الذھبی فی أخیہ ابی انہ واہ۔*۱

الفاظ الذھبی -- قلت وابی وان لم یکن بالثبت فھو حسن الحدیث واخوہ عبدالمھیمن واہ*۲ ای قال الامام ماقال الشارح تابعہ اخوہ فلذالایضر ویصیر صحیحا۔ ھذا لیس بصحیح کما ظھر من الفاظ الذھبی اخوہ واہ واضعف

ولاحظو مثالا اخر علی ھذا النوع یظھر لکم ایضا تبحر الشیخ فی نقد الرجال الخامس

ذکر الامام احمد رضا "تنویر القندیل فی اوصاف المندیل " حدیثا فی دلیلہ عن عائشۃ رضی اللہ عنھا فانطلق وھو ینفض یدیہ یحرکھما کماھو عادۃ من لہ رجولیۃ قال وقیل ینفضھما لازالۃ الماء المستعمل وھو منھی عنہ فی الوضوء والغسل الخ۔ وبعد ذکر ھذا الحدیث نقل الشیخ حدیثا اخر فی معارضہ الذی رواہ ابو یعلی فی مسندہ وابن عدی فی الکامل من طریق البختری بن عبید عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال اشربو أعینکم من الماء عندالوضوء ولاتنفض ایدیکم فان مرواح الشیطان ونحوہ عندالدیلمی فی المسند الفردوس واخرجہ ایضا ابن حبان فی الضعفاء وابن ابی حاتم فی العلل۔

یقول الامام احمد رضا فی البختری الذی فی سند ھذا الحدیث

(۱) النجتری ضعیف متروک کمافی التقریب

(۲) وقال المناوی فی شرحہ الکبیر الجامع الصغیر المسمی بفیض القدیر ان البختری ضعفہ ابو حاتم وترکہ غیرہ

(۳) وقال ابن عدی قدر عشرین حدیثا عامتھا مناکیر ھذا منھا ومن ثم قال العراقی سندہ ضعیف

(۴) وقال النووی کابن الصلاح لم نجدلہ اصلا۔*۳

یظھر منہ ایضا کان لہ یدطولی فی فن اسماء الرجال کان یذکر الشیخ کیفیۃ الرواۃ ومکانھم بین الائمۃ الکرام

---

*۱۔ التعلیقات الرضا المجلد الثالث صفحہ ۱۱۵

*۲۔ الذھبی المجلد الاول صفحہ ۴۸

*۳۔ العطایا النبویۃ فی الفتوی الرضویہ المجلد الاول صفحہ ۲۸

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

السادس :۔۔۔۔ذکر الامام احمد رضافی مسئلة" هبة النساء فی تحقیق المصاهرة بالزنا" دلیلہ بالقران والاحادیث وبعد قال الشیخ لیس عند المخالف دلیلا الا " لایحرم الحرام الحلال "لکن هذا کما دلیل مخاصم لیس بصحیح ضعیف متروک لایحج بہ۔

(۱) ضعفہ البیهقی وهو شافعیاً راوہ عن ام المومنین عائشة رضی اللہ عنها کما فی التیسیر فی شرح الجامع الصغیر

(۲) قال الامام احمد لیس هو قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولااثر ام المؤمنین عائشة رضی اللہ عنها لکن هو قول بعض قضاة العراق کما فی الفتح۔

(۳) وهو ابن ابن عمر و بن سعد قاتل الامام الحسین رضی اللہ تعالی عنہ

(۴) قال البخاری ترکوہ(۵) وترکوہ المحدثین الکرام (٦) وقال امام ابو داؤد لیس بشی (۷) وضعفہ امام علی بن المدینی (۸) قال النسای والدار قطنی متروک(۹) قال الامام یحیی بن معین یکذب(۱۰) واخرج ابن حبان فی کتاب الضعفاء بطریق عثمان عن ام المؤمنین عائشة

رضی اللہ عنها حدثنا الحسن بن سفیان نا اسحاق بن بهلول نا عبداللہ بن نافع نا المغیرة بن اسمعیل بن ایوب بن سلمہ عن عثمان بن عبدالرحمن عن ابن شهاب الزهری عن عروة عن عائشة رضی اللہ تعالی عنها قالت سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحرم الحرام الحلال الخ ۔ وقال ابن حبان بعد تخریج هذا الحدیث فی سندہ عثمان بن عبدالرحمن هو الوقاصی یروی عن الثقات الاشیاء الموضوعات لایجوز الاحتجاج بہ * ۱۔ یظهر بہ من هذہ الامثلة المذکورة کان الشیخ لہ ید باع فی نقد الرجال و معرفة الحدیث و سیظهر لکم ان لہ ید طولی فی فن اسماء الرجال۔

ضرورة قوة الحافظة : ۔ لابد للمحدث من ان یکون لہ ذاکرة قویة لاستحضار اسماء الرجال وتواریخهم وقدحهم وعدلهم وغیرها۔ فانہ لالیستاهل ان یتسم باسم المحدث بدون ذالک۔ وکان الامام محدثا کبیرا متصفا بحافظة قویة و استحضار سریع فکان یستحق ان یطلق علیہ اسم المحدث بدون الارتیاب فیہ کیف لا؟ لافانہ کان ینظر دقیق جمیع مایتعلق بالحدیث من سائلہ واسنادہ ورجالہ کلما وقع نظرہ علی حدیث یوسم صفات رجالہ قدحا و عدلا وحسنا وکان یعلم ایضا جمیع طرق الاحادیث روایة بفضل علمہ الموهوب کما سیظهر بالامثلة الاتیة

الامام احمد رضاو معرفتہ باسماء الرجال

الاول : ۔ذکر الشیخ شهاب الدین احمد بن محمد الخطیب القسطلانی الشافعی (المتوفی ۹۲۳ھ فی شرحہ البخاری المسمی بہ الارشاد الساری فی المجلد العاشر علی صفحہ ۲٦۱ فی الحدیث الذی روتہ ام المومنین عائشة رضی اللہ تعالی عنها فی بیعة النبی صلی اللہ علیہ وسلم من النساء۔ قال الشارح القسطلانی " رواہ النسای ای رواہ النسائی بذالک الحدیث بلفظہ ایضا۔

---

* ۱۔ العطایا النبویة فی الفتوی الرضویہ المجلد الخامس صفحہ ۱۳۱

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

فیقول الامام احمد رضا" و الترمذی و ابن ماجۃ و البغوی فی معالم التنزیل ای رواہ بذالک الحدیث سو اھما ھؤلاء الائمۃ الکرام*١

الثانی : ۔قال الشیخ القسطلانی فی شرحہ تحت حدیث ماکان طریقۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی بیعۃ النساء اخرجہ یحیی بن سلام فی تفسیرہ عن الشعبی ھذا قول الشارح وقال الامام احمد رضا*٢ فی حاشیتہ علی الارشاد الساری "قلت و ابو داؤد ایضاً فی مراسیلہ الخ" ای ذکرہ ابو داؤد ایضا و ترک الشارح ھنا ذکرہ کماذکر الشارح بنفسہ فی شرحہ ارشاد الساری تحت ایۃ الممتحنۃ علی صفحہ ٣٠٣ ھذا الکتاب الذی کان بین ایدی الامام۔

الثالث : ۔ذکر الامام احمد رضا حدیثا فی "جمع بین صلوۃ المغرب و صلوۃ العشاء" عن ابن عمر رضی اللہ عنھما بطرق مختلفۃ۔(الف) رواہ البخاری و المسلم و مالک و الدارمی والنساء و الطحاوی علی طریق سالم بن عبداللہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔

(ب) و رواہ المسلم و مالک و النساء و الطحاوی علی طریق نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھم کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یجمع بین المغرب و العشاء اذا جدبہ السیر ۔وفی لفظ المسلم و النسائی بطریق سالم رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اعجلہ السیر فی السفر یؤخر الخ وھذا المعنی المجمل بطریق سالم ونافع مستفیض ولکن رواہ البخاری عن ابی الیمان (٢) و النسائی عن بقیۃ و عثمان (٣) کلھم عن شعیب بن ابی حمزہ (٣) والمسلم عن ابن وھب عن یونس (۵) و البخاری عن علی بن المدینی و المسلم عن یحیی بن یحیی وقتیبۃ بن سعید و ابی بکر بن شیبۃ و عمر (٧) و الناقد و الدارمی عن محمد بن یوسف (٨) و النسائی عن محمد بن منصور (٩) و الطحاوی عن الحمانی (١٠) وثمانیتھم عن سفیان بن عیینہ (١١) وثلاثتھم اعنی شعیبا و یونس و سفیان عن الزھری عن سالم (١٢) و المسلم عن یحیی بن یحیی (١٣) و النسائی عن قتیبۃ (١٣) و الطحاوی عن ابن وھب (١۵) کلھم عن مالک (١٦) و النسائی بطریق عبدالرزاق ثنا معمر عن موسی بن عقبۃ (١٧) و الطحاوی عن لیث (١٨) و البیھقی فی الخلافیات بطریق یزید بن ھارون عن یحیی بن سعید (١٩) أربعتھم النافع (٢٠) کلاھما عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما*٣

یظھر منہ کانت للشیخ ید طولی کما ظھر من المثال المذکور ذکر عشرین طرقا ولیشھد ھذا علی حذاقتہ فی ھذا العلم الشریف و کانت لہ حافظۃ قویۃ تقدر بھا علی فصل القشر عن اللباب و الخطا من الصواب

الرابع : ۔قال صاحب ارشاد الساری فی المجلد الاول علی صفحہ ۵٦ تحت حدیث انما الاعمال بالنیات (الحدیث) "و رواہ عنہ اکثر من مائۃ راو و قیل سبع مائۃ من اعیانھم مالک والثوری و الاوزاعی " ای و ما قال بعض ھذا الحدیث من المتواترات فیردہ الشارح روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقط و عنہ علقمۃ فقط و عنہ محمد بن

---

*١۔التعلیقات الرضا المجلد الثالث صفحہ ١٢٧

*٢۔التعلیقات الرضا علی ارشاد الساری صفحہ ١٣٨

*٣۔العطایا النبویہ المجلد الثانی صفحہ ٣١٣

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

ابراهیم ثم بلغ عنہ عدد الرواۃ الی مائۃ او سبع مائۃ وفیہ اهم الرواۃ الامام مالک و الامام سفیان الثوری و الامام الاوزاعی رضی اللہ عنهم فقال الامام احمد رضا فی حاشیتہ "وابو حنیفۃ الامام" ای (عد) ذکر الشارح عن محمد بن ابراهیم اهم راو و ترک الامام ابو حنیفۃ فنبہ الشیخ وقال منهم ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ۔*۱

وان فهمتم دراسۃ الامام و زکاوتہ و فطنتہ فی حفظ اسماء الرجال ولست بصدد سرد تلک الافادات ویمکن للقاری استخراجها و الوقوف علیها اذا امعن النظر و دقق الفکر وسیجد اکثر مما وصفت۔

الامام احمد رضا معرفتہ بتواریخ الرجال

ومن الاشیاء التی لابد منها للمحدث من معرفۃ الرجال مولدا و موطنا و موتا تقدما و تاخرا کان الامام عارفا بجمیعها بکل من التفصیل لاحظو علمہ العمیق و استحضاره القوی السریع فی امثلۃ اتیۃ۔

الاول: ۔ ذکر الشیخ فی العطایا النبویۃ فی باب الغسل ---- قلت کافان ابراهیم سبق خلافۃ عمر رضی اللہ تعالی عنہ مات سنۃ خمس او ست و تسعین و امیر المومنین فی رجب سنۃ احدی و مائۃ و خلافتہ شان و نصف رضی اللہ تعالی عنہ و اللہ تعالی اعلم۔*۲

یظهر من المثال المذکور ان الشیخ کان حافظا و عالما لتاریخ الائمۃ الکرام و لکم مثال اخر

الثانی: ۔ کتب صاحب رد المختار العلامۃ الشامی فی سند فقهہ "شمس الائمۃ الکردری عن برهان الدین علی المرغینانی صاحب الهدایۃ عن فخر الاسلام البزدوی"

فنبہ الشیخ الامام احمد رضا علیہ وقال "انظر هذا فان وفات صاحب الهدایۃ سنۃ ۵۹۳ ھ و وفات فخر الاسلام سنۃ ۴۸۲ ھ بینهما اکثر من مائۃ سنۃ نعم! تلمذ صاحب الهدایۃ علی مفتی ثقلین (عمر بن محمد) النسفی وهو علی ابی یسر البزدوی اخی فخر الاسلام المتاخر منہ ولادۃ و وفاۃ۔ و ولادۃ فخر الاسلام فی حدود ۴۰۰ ھ و ولادۃ ابی الیسر ۴۳۱ ھ و وفاتہ ۴۹۳ ھ"*۳

کان فی المثال شیئا من الرجال تعلقۃ فاتیت بہ فی هذه المقالۃ

الثالث: ۔ قال الامام احمد رضا فی الفتوی الرضویۃ تحت مسئلۃ هبۃ النساء حدیث ابن ماجۃ حدثنا یحیی بن معلی بن منصور ثنا اسحق بن محمد الفروی ثنا عبداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنهما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لایحرم الحرام الحلال۔ فقال فیہ اسحق بن ابی فروۃ کلهم فیہ الائمۃ (المتکلم فیہ)۔ قال الامام عبدالحق فی الاحکام بعد و ذکر الحدیث فی اسناده اسحق بن ابی فروۃ وهو متروک۔ وذکر الامام ابو الفرج فی العلل قد رواه اسحق بن محمد الفروی عن عبداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایحرم الحرام الحلال قال یحیی الفروی کذاب

---

*۱۔ من التعلیقات الرضا المجلد الثالث صفحہ ۱۳۶

*۲۔ الفتاوی الرضویۃ المجلد الاول صفحہ ۱۶۶

*۳۔ جد الممتار صفحہ ۸۲

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

وقال البخاری ترکوہ۔فقال الامام اقول!وباللہ التوفیق سبحان من لاینسی قدوقع الالتباس علی الحافظین الجلیلین عبدالحق وابی الفرح۔اسحق بن فروہ اواسحق الفروی اثنان۔ احدھما اسحق بن عبداللہ بن ابی فروہ التابعی تلمیذ الزھری ومن رجال ابی داؤد والترمذی وابن ماجہ ھذامتروک وقال فیہ الامام البخاری ترکوہ کمافی تذھیب التھذیب و میزان الاعتدال وغیرھما الخ وھذاعلی الاطباق متروک ولکن ھذاقدیم مات فی ۱۳۶ھ قال ابن ابی فدیک اوفی ۱۴۴ھ کما قال ابن سعدو غیر واحدوھو الصحیح کماتذھیب التھذیب. واما یحیی بن معلے فاین وجدوھو من طبقۃ الحادیۃ العشریۃ۔وثانیھما ابن ابن اخیہ اسحق بن محمدبن اسمعیل بن عبداللہ بن ابی فروہ ھذا لیس من التبع التابعی بل من تلا مذتھم ومن رجال البخاری والترمذی وشیخ (الاستاذ) البخاری مات فی ۳۲۶ھ (اوفی ۲۲۶ھ کمانقل استاذی محمد احمد المصباحی مدظلہ فی حاشیۃ الفتوی الرضویۃ) ھذا لیس بمتروک اصلا قدروی البخاری عنہ فی صحیحہ فکیف یقال فیہ ترکوہ۔وذکر ابن حبان من الثقات وقال ابو حاتم وغیرہ صدوق لکن لیس بخال من الکلام قال الامام النسائی لیس بثقۃ۔قال الدارقطنی ضعیف قال ابو حاتم مضطرب الحدیث یروی الحدیث بعد ذھات البصر کما یعلمونہ وقال البخاری مات فی ۲۶ھ الخ ظاھر علیہ فی سند ھذا الحدیث اسحق بن محمد الفروی المتکلم فیہ لا اسحق بن عبداللہ الفروی المتروک کماذکرنا تاریخھما واقوال الائمۃ فیھما واللہ تعالی اعلم۔* (فتاوی الرضویہ المجلد الخامس صفحہ ۱۳۲)

قدظھر ممابینا ان شخصیۃ الامام رحمۃ اللہ علیہ کانت جامعۃ بین جمیع علوم الحدیث کما کانت جامعۃ بین شتی العلوم الاسلامیہ والطبعیۃ۔لایخفی علی من طالع کتب الامام بنظر عمیق وفکرات صحیحۃ مائلۃ عن العصبیۃ انہ قدوھبہ اللہ قوۃ الایجاد والاستنباط بکمالھا وکان الامام قدیبذل ھذہ القوۃ فی تحقیق المسائل وحلھاوقدیاتی بمسائل عمیقۃ دقیقۃ لم ینصفیھا بشی من الائمۃ المتقدمین ویستنبط احکاما فی الحوادث المتعاقبہ والمسائل النازلۃ۔وجمیع مصنفاتہ ومؤلفاتہ تزوھر وتزدان دبانواع الاحکام الشرعیۃ والمسائل المخفیۃ التی اکتشفھا الامام بقوۃ اجتھادہ واستنبطھامن الکتاب والسنۃ
وقدلا حظتم نبذا من تحقیقاتہ العنیقۃ فی ھذہ المقالۃ القصیرۃ الذی ذکرتہ من تحقیقاتہ البلیغۃ فی علم الحدیث قلیل بل اقل مماحدث علی یدی الشیخ فی ھذا العلم ومن یشتاق الی الاطلاع علی جمیع ماتی بہ من تحقیقات انیقۃ وکلمات لطیفۃ وتنقید صحیحہ و تعلیقات رشیقۃ فی علم الحدیث فلیر اجع الی مصنفاتہ وتعلیقاتہ۔فانہ سیجد اکثر وابلغ مماوصفت ویستخرج کنوزاغالیۃ من الحقائق وجواھر ثمینۃ من الدقائق ویقف علی شخصیۃ الامام بجمیع نواحیھا ومن لہ شغف وعلو بعلم الحدیث ورجالہ فیجب علیہ ان یطالع تعلیقاتہ الجمیلۃ وحواشیہ الرشقیۃ علی شروحات کتب الحدیث فانہ یجدفیھا کثیرامن الاشیا یقف التی لم یبلغ الیھافھم اکثر المحدثین والوقوف علیھاضروری للشاغل بعلم الحدیث
فقداتفح من بیان سابق ان الامام کان فائضابجمیع منازل الحدیث وکذابعلوم العقلیۃ والنقلیۃ لم نجدلہ نظیرا فی عدۃ قرون ماضیۃ فان لعبقریتہ قد خضع لھا جمیع العلماء من الھندوخارجھامن المنابذین والمساعدین فکان عدیم النظیر فی عصرہ۔

مضت الدھور وماایتن بمثلہ ولقداتی فعجزن عن نظرائہ

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

حدیثِ نبوی

فتاویٰ رضویہ کا بنیادی ماخذ

پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد طفیل (بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی۔ اسلام آباد)

عصر حاضر کے نامور محدث اور فقیہ امام احمد رضا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ (۱۲۷۲۔۱۳۴۰ھ) نے فتوی نویسی کا آغاز ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو کیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۳ سال ۱۰ماہ اور چاردن تھی۔ یہی وہ زمانہ ہے جب آپ غالباً سن بلوغ کو پہنچے۔ الملفوظ کے مطابق انہوں نے جو پہلا فتویٰ جاری کیا اس کا تعلق باب رضاعت سے ہے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ چودہ سال کی عمر میں منصب افتاء پر فائز ہوئے اور عمر بھرفتویٰ نویسی کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ آپ کے فتاوی "العطایا النبویتہ فی الفتاوی الرضویتہ" کے نام سے بارہ جلدوں میں چھپ چکے ہیں جن کی ابواب بندی میں فقہ حنفی کی ترتیب کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ فتاویٰ رضویہ ایک محتاط اندازے کے مطابق ہزاروں مسائل اور سینکڑوں چھوٹے بڑے رسائل پر مشتمل ہے۔ کیونکہ امام احمد رضا بریلوی جب کسی مسئلہ پر قلم اٹھاتے تو عام مفتیان کرام کی طرح مسئولہ صورت حال (Given Situtation) کا ہی جواب تحریر نہیں فرماتے بلکہ زیر نظر مسئلہ یا موضوع کے جملہ ممکنہ پہلوؤں کا احاطہ کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مسائل اور موضوعات پر آپ کے طویل فتاویٰ رسائل کی شکل میں بھی طبع ہوئے جو بعد میں مجموعہ فتاویٰ میں بھی شامل کئے گئے۔

یکم نومبر ۱۹۹۲ء کو امام احمد رضا کانفرنس اسلام آباد ہوٹل اسلام آباد میں پڑھا گیا

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمتہ کو علوم نقلیہ اور علوم عقلیہ پر دسترس حاصل تھی۔ وہ فقہی جزئیات کا گہرا شعور اور احساس رکھتے تھے۔ چونکہ آپ ایک مقلد فقیہ تھے اور فقہ حنفی کو دل وجان سے عزیز رکھتے تھے۔ اس لئے آپ نے اپنے فتاویٰ میں فقہ حنفی کی آبیاری کی۔ لیکن آپ کورانہ تقلید کے پابند نہیں تھے۔ اس لئے بہت سے مسائل میں آپ نے اسلاف کی رائے سے ہٹ کر اپنی اجتہادی رائے کا بھی اظہار کیا۔

فتویٰ نویسی کے اصولوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مسلمان مفتی یا فقیہ کے سامنے جب کوئی مسئلہ پیش ہو تو اس پر فرض ہے کہ وہ اس کا حل قرآن حکیم میں تلاش کرے۔ قرآن حکیم چونکہ اصول حیات سے بحث کرتا ہے' اس لئے اگر کسی جزئی کا حل قرآن حکیم سے میسر نہ آئے تو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے درپیش مسئلہ کا حل تلاش کیاجائے اور اگر مہارت کی کمی یا وسائل کی کمیابی کی وجہ سے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ کا حل میسر نہ ہوتو بعد ازاں اجتہاد سے کام لیا جائے اس تفصیل کا اجمال یہ ہے کہ شرعی مسائل میں فقہائے کرام کی آراء کو تیسرا درجہ حاصل ہے۔

اس مختصر مقالہ میں ہم اس امر کا جائزہ پیش کرنے کی کوشش کریں گے کہ امام احمد رضا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے فتاویٰ رضویہ میں حدیث نبوی اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس حد تک اپنے فتاویٰ کا ماخذ بنایا ہے؟ اور ایسا کرتے وقت انہوں نے صحیح اور ضعیف نیز قوی اور کمزور حدیث کو جانچنے کے لئے اصول حدیث سے کس حد تک استفادہ کیا؟

امام احمد رضا بریلوی کی دینی تصانیف کا عمومی طریق استدلال یہ ہے کہ قرآن وسنت سے بھرپور انداز میں استفادہ اور استشہاد کرتے ہیں۔ لیکن فتاویٰ رضویہ چونکہ دینی فتاویٰ کا مجموعہ ہے اور کوئی بھی فتویٰ دلیل کے بغیر جاری نہیں ہوتا' اس لئے فتاویٰ نگاری میں آپ کے علمی جوہر کھل کر سامنے آئے۔ نیز آپ اپنے اچھوتے اور علمی فتاویٰ کی بناء پر اپنے ہم عصر علماء کرام اور مفتیان عظام سے سرکردہ دکھائی دیتے ہیں۔ اس لئے آپ کے فتاویٰ میں حدیث نبوی کے استعمال کو زیر بحث لایا جارہا ہے۔

اہل علم نے اس موضوع پر کلام کیا ہے کہ نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھاکر دعا مانگی جائے۔ یا دعا مانگنے کی ضرورت نہیں' کیونکہ نماز بذات خود دعا ہے' امام احمد رضا بریلوی اس امر کے قائل ہیں کہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعامانگی جائے۔ چنانچہ آپ نے "سرور العید السعید فی حل الدعا بعد صلوۃ العید" کے نام سے ۱۳۰۰ھ میں ایک مبسوط رسالہ تحریر کیا جو بعد میں فتاویٰ رضویہ کا حصہ قرار پایا۔ اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ نے اڑتیس احادیث سے

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

استشہاد کیا اور سنت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں نماز عید کے بعد دعا مانگنا ثابت کیا۔

فتاویٰ رضویہ کی جلد چہارم (ص ۴۸۶۔ ۴۹۱) میں آپ نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ بنی ہاشم اور سادات کے لئے زکوٰۃ قبول یا وصول کرنا حرام ہے۔ اگرچہ امت مسلمہ میں اس مسئلہ پر اختلاف نہیں ہے کہ سادات کو صدقات وزکوٰۃ نہ دیئے جائیں اس کے باوجود مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر امام احمد رضا بریلوی نے اس مسئلہ پر ایک وقیع رسالہ تحریر فرمایا اور ستائیس احادیث نبویہ نے سید کے لئے زکوٰۃ کی حرمت ثابت کی۔

اسی طرح آپ نے نہ صرف فتاویٰ رضویہ میں بے شمار احادیث سے استدلال کیا بلکہ آپ نے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مذکور بہت سے اصطلاحات کی بھی اس انداز میں تشریح وتعبیر فرمائی کہ عام مسلمانوں کے لئے احادیث کے احکام پر عمل کرنا آسان ہوگیا۔ اس قسم کی ایک مثال یہ ہے کہ مختلف احادیث میں اشیاء کی مقدار ناپنے کے لئے "صاع" اور "مد" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان پیمانوں کی مقدار متعین کرتے وقت فقہائے کرام میں اختلاف رہا ہے امام احمد رضا بریلوی نے ان پیمانوں کی نہ صرف وضاحت فرمائی اور مقدار متعین کی بلکہ انہیں اوزان کے جدید پیمانوں میں ڈھال دیا۔ جس کا فتاویٰ رضویہ کی تدوین کے وقت رواج نہیں تھا۔ فتاویٰ رضویہ کی متعلقہ عبارت ملاحظہ فرمائے۔

صاع ایک پیمانہ ہے چار مد کا اور مد' کہ اسی کو من بھی کہتے ہیں ہمارے نزدیک دو رطل ہے اور ایک رطل شرعی یہاں کے چھتیس (۳۶) روپے بھر۔۔۔۔۔ کہ رطل بیس استار ہے اور استار ساڑھے چار مثقال اور مثقال ساڑھے چار ماشے او. یہ انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے یعنی ڈھائی مثقال۔ تو رطل شرعی کہ نوے مثقال ہوا' ڈھائی پر تقسیم کئے سے چھتیس آئے تو صاع کہ ہمارے نزدیک آٹھ رطل ہے ایک سو اٹھاسی روپے(۱۸۸) بھر ہوا یعنی رامپور کے سیر سے کہ چھیانوے (۹۶) روپے بھر کا ہے پورا تین سیر اور مد تین پاؤ۔"(فتاویٰ رضویہ ج ۱۳۹۱ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی ۱۴۰۹ھ)

اس تشریح کے بعد امام العصر احمد رضا بریلوی نے وضو اور غسل کے لئے پانی کی مقدار متعین کرنے کے لئے احادیث بیان کیں وضو اور غسل کے لئے پانی کی مقدار متعین کرنے کے لئے الگ الگ احادیث تحریر فرمائیں۔ مزید برآں انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مشہور روایت **کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتوضاء بالمد ویغتسل بالصاع** نقل کی اور اس حدیث کے ماخذ بیان کرتے ہوئے صحیح مسلم' مسند احمد بن حنبل' جامع ترمذی' سنن ابن ماجہ'

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

شرح معانی الاثار' سنن ابی داؤد' وغیرہ کا ذکر کیا۔جو حدیث نبوی پر ان کی گہری نظر اور مصادر کے استحضار کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مسائل کے استنباط کے لئے حدیث نبوی کی تعبیر وتشریح پر کامل قدرت اور ادب حدیث کے وسیع ذخیرہ سے متعلقہ احادیث تلاش کرنے میں یدطولی رکھنے کے ساتھ ساتھ امام احمد رضا بریلوی کو علم اصول حدیث' اسانید' جرح وتعدیل اسماء الرجال نیز نقد رجال پر بھی اعلیٰ پایہ کی دسترس حاصل تھی۔ چنانچہ اپنے وقت کے اس نامور فقیہ اور محدث نے ان علوم کو فتاویٰ رضویہ میں کمال مہارت اور نہایت عمدگی سے استعمال کیا۔

علوم حدیث اور متعلقات حدیث پر امام احمد رضا کی گہری نظر کا اندازہ صحیحین میں مروی اس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے۔

عن ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ خرج علینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالھا جرۃ فتوضاء فصلی بنا الظھر والعصر" اس عمل نبوی کا منشاء یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ سے باہر تشریف لائے آپ نے وضو فرمایا اور ظہر وعصر دونوں نمازیں موضع بطحاء میں ادا فرمائیں۔ اس حدیث کے ذریعے بعض اہل علم نے بالقصد جمع بین الصلوتین ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ لفظ "ھاجرہ" خروج وضو اور صلوۃ کے لئے ظرف ہے اور حدیث حرف "فاء" بلا تاخیر ترتیب کے لئے ہے۔ اس طرح حدیث کا مقصد یہ ہوا کہ یہ سب کام دوپہر کے وقت (ھاجرہ) ہی میں انجام پائے۔ اس لئے بالقصد جمع بین الصلوتین جائز ہے۔

امام احمد رضا بریلوی نے اس نظریئے کو متعدد وجوہ سے رد کیا جو آپ کی علم حدیث اور عربی زبان پر عبور کی علامت ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ حرف "فاء" ترتیب کے لئے آتا ہے لیکن مہلت اور تعقیب کو واجب کرتا ہے۔ جیسے "تزوج فولد لہ" نیز اس حدیث میں خروج کا ظرف ہاجرہ ہے جو اپنے آخری وقت میں بھی ممکن ہے اس طرح نماز ظہر اپنے انتہائی آخری وقت میں اور نماز عصر اپنے ابتدائی وقت ادا کی گئی اس لئے بظاہر جمع بین الصلاتین ہوا لیکن دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں ادا ہوئیں۔

صحیحین میں یہی حدیث متعدد طرق سے مروی ہے اور ان میں حرف "فاء" کی جگہ لفظ "ثم" بھی مروی ہے جو بقول امام احمد رضا "اے مہلت تعقیب کی مہلت نہیں دیتا" نیز صاحب فتاویٰ نے سند پر گرفت کرتے ہوئے نشاندھی کی کہ اس کی سند میں ابن ابی یحی رافضی' قدری معتزلی اور جھمی متروک واقع ہوا ہے جسے یحی بن سعید' یحی بن قطان اور ابوداؤد وغیرہ نے کذاب قرار دیا نیز امام احمد بن حنبل نے فرمایا اس میں ساری خرابیاں تھیں اور امام مالک نے فرمایا کہ

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

وہ حدیث میں ثقہ ہے نہ دین میں۔

(تفاصیل کے لئے دیکھئے فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۳۲۴۔ ۳۲۶ مطبوعہ بریلی)

فتاویٰ رضویہ کی دوسری جلد میں امام احمد رضا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک علمی رسالہ "منیرالعین" بھی شامل ہے یہ رسالہ اصول حدیث سے بحث کرتا ہے۔ اس رسالے میں صحیح حدیث کے بارے میں تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر محدثین کسی حدیث کے بارے میں لکھیں کہ وہ صحیح نہیں ہے تو اس کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ وہ حدیث غلط اور باطل ہے۔ بلکہ محدثین کی اصطلاح میں "صحیح" اعلیٰ درجہ کی حدیث ہے جس کی شرائط سخت اور دشوار ہوں اس کے ساتھ بہت سے موانع اور عوائق شامل ہوں حدیث میں صحیح حدیث کی تمام شرائط کا جمع ہونا یا تمام شرائط کا اٹھ جانا شاذ ونادر ہی وجود میں آتا ہے۔ اس لئے محدثین کا طریق کار یہ ہے کہ جب کسی حدیث میں "صحیح" کی پوری شرائط موجود نہ ہوں وہ فوراً کہدیتے ہیں کہ یہ حدیث "صحیح" نہیں ہے یعنی اعلیٰ درجہ تک نہیں پہنچتی لیکن واضح رہے کہ ایسی حدیث ضعیف یا موضوع نہیں ہوتی بلکہ حسن کے درجہ میں آتی ہے جس پر عمل کرنا لازم ہے کیونکہ علمائے اصول حدیث کا قول ہے کہ

"**لایلزم من نفی الصحتہ نفی الثبوت علی وجہ الحسن**" جو شخص کسی حدیث کے صحیح ہونے کی نفی کرتا ہے ضروری نہیں کہ وہ اس کے حسن ہونے کی بھی نفی کرے اور بقول امام حجر "محتج بہ" کہ "حدیث حسن کو بطور دلیل اختیار کیا جاتا ہے"۔

خبرواحد علوم حدیث کا ایک اہم مسئلہ ہے اور اس موضوع پر علمائے حدیث نے طویل بحثیں کی ہیں امام احمد رضا بریلوی نے اپنے فتاویٰ میں یہ موضوع بھی چھیڑا ہے اور اس امر کی وضاحت کی ہے کہ مجہول راوی کی روایت محققین کے ہاں مقبول ہے چنانچہ وہ رقم طراز ہیں۔

فاقول عباس ثقتہ وغایتہ عین فلا تضرعندنا لاسیما فی اکابرالتا بعین' قال فی المسلم لاجرح بلان لہ روابافقط" (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۲۲۳ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی ۱۴۱۲ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت عباس ثقہ راوی ہیں اور ان کا مجہول ہونا ہمارے نزدیک نقصان دہ ہے اس لئے خاص طور سے اکابر تابعین کرام کا کیونکہ مسلمہ امور میں جرح نہیں ہوتی اور ان سے احادیث مروی ہیں۔

نمازوں کے اوقات مقرر کرتے وقت امت مسلمہ نے مختلف آراء پر عمل کیا بعض ائمہ کرام اور ان کے پیروکار اول وقت میں نماز ادا کرتے ہیں۔ بعض ائمہ نے کچھ دیر کرکے نماز پڑھنے کو

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

اولیٰ قرار دیا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی نے اس مسئلہ میں سہولت اور تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور اس مسئلے میں بھی انہوں نے حدیث نبوی سے استدلال کیا ہے کہ سن دو ہجری میں نماز فرض ہونے کے بعد جبرئیل امین دو روز تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کرتے رہے۔ پہلے دن انہوں نے اول وقت میں نمازیں پڑھائیں اور دوسرے دن ہر نماز کی امامت اس کے آخری وقت میں کی اور فرمایا "الوقت مابین ہذین الوقتین" ان دونوں اوقات کے درمیان نماز کا وقت ہوتا ہے گویا اس طرح حدیث کے ذریعے مطابقت پیدا کرنے اور امت مسلمہ میں اتحاد ویگانگت اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی۔ بعد ازاں اسی موضوع کو مضبوط بنانے اور مستحکم کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ میں مزید دس احادیث پیش کی گئی ہیں جو زیر نظر مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرکے نمازوں کے اوقات متعین کرتی ہیں۔

(ملاحظہ فرمایئے فتاویٰ رضویہ' ج ۲ ص ۲۸۲۔ ۲۸۷ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی ۱۴۱۲ھ)

فقہ میں یہ مسئلہ مشکل ترین مسئلوں میں سے شمار ہوتا ہے کہ جب کسی شادی شدہ خاتون کا شوہر گم جائے اور تلاش بسیار کے باوجود نہ ملے تو مفقود الخبر شوہر کی منکوحہ کو دوسرے شخص سے نکاح کرنے کے لئے کتنی مدت انتظار کرنا چاہیئے؟ فتاویٰ رضویہ میں یہ مسئلہ اس طرح حل کیا گیا ہے کہ ایسی خاتون کو اتنی مدت انتظار کرنا چاہئے کہ مرد کی عمر ستر سال ہوجائے اس عمر کا تعین کرتے وقت بھی حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے استدلال کیا گیا ہے۔ "**اعمار امتی مابین الستین وسبعین** "میری امت کی عمریں ساٹھ اور ستر سال کے درمیان ہوتی ہیں اس حدیث میں عمر کی آخری حد ستر سال بیان کی گئی ہے اسی کو امام احمد رضا نے اختیار کیا اور آج تک اس پر فتویٰ ہے اور یہی اوسط عمر پاکستان میں بھی اوسط عمو شمار ہوتی ہے(فتاویٰ رضویہ ج۵ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

دارالحرب سے دارالاسلام کو ہجرت کرنا فرض ہے اور مسلمان پر لازم ہے کہ جب وہ دارالحرب میں قیام پذیر ہوں تو دارالاسلام کی جانب ہجرت کرجائیں اس فرض کو ثابت کرنے کے لئے قرآنی آیات کے ساتھ ساتھ فتاویٰ رضویہ میں احادیث بھی پیش کی گئی ہیں۔

من فر بدینہ من ارض الی ارض' وان کا شبرا من الارض استو جبت لہ الجنتہ وکان رفیق ابیہ ابراہیم ونبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم(فتاویٰ رضویہ ج۶ ص ۱ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

جس شخص نے اپنے دین کی خاطر ایک زمین سے دوسری کی جانب ہجرت کی اگرچہ وہ زمین سے بالشت بھر چلا تو اس کے لئے جنت واجب کردی گئی وہ اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

اور اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی ہوا۔

ہندوستانی معاشرے میں مختلف ملل وادیان کے پیرو افراد باہم مل کر رہائش پذیر ہیں۔ فتاویٰ رضویہ کے مفتی سے یہ دریافت کیا گیا کہ مسلمان اس امر کے پابند ہیں یا نہیں کہ وہ ہندو کی امانت لوٹائیں یا دھوکہ سے اس کا مال ہتھیالیں؟ اس معاشرتی سوال کو امام احمد رضا بریلوی نے نہایت عمدگی سے بیان کیا ہے کہ "امانت میں خیانت جائز نہیں اگرچہ ہندو کی ہو، غدروبد عہدی جائز نہیں اگرچہ ہندو سے ہو" بعد ازاں حدیث نبوی سے استدلال کرکے امام احمد رضا بریلوی نے قانونی اور نفسیاتی پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہوئے بیان کیا کہ جو مسلمان کسی شرعی عذر کے بغیر اپنی عزت نفس مجروح کرے وہ مسلمان معاشرے کا فرد نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "**من اعطی اللذلۃ من نفسہ طائعا غیر مکرہ فلیس منا**" جس شخص نے خود بخود کسی مجبوری کے بغیر اپنے کو گھٹیا پن میں مبتلاء کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے" (فتاویٰ رضویہ ج۹ ص ۳ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

ہم نے مندرجہ بالا سطور میں چند مسائل بیان کئے اور ان مسائل کے ذریعے سے فتاویٰ رضویہ میں حدیث نبوی سے استشہاد کرکے ان کا جو حل پیش کیا گیا اسے واضح کرنے کی کوشش کی نیز اس امر پر بھی روشنی ڈالی کہ امام احمد رضا بریلوی علم اصول حدیث، جرح وتعدیل، سلسلہ رواۃ اور علم الرجال پر بھی وسیع نظر رکھتے تھے اور انہوں نے مسائل کے استنباط اور ان کے استدلال اور وجود استدلال بیان کرنے کے لئے ان علوم سے بھرپور استفادہ کیا۔

فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت بھی سامنے آئی کہ فاضل مفتی نے اپنے فتوؤں میں حدیث نبوی کا استعمال بکثرت کیا ہے اور ایسا کرکے انہوں نے فقہ حنفی کے بارے میں اس اعتراض کو زائل کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس میں حدیث نبوی سے کم استفادہ کیا جاتا ہے کیونکہ امام احمد رضا نے بیشتر مسائل کا حل حدیث نبوی کی روشنی میں پیش کیا ہے جو اس امر کی دلیل ہے کہ فتاویٰ رضویہ میں حدیث نبوی کو بنیادی ماخذ کی حیثیت سے بکثرت استعمال کیا گیا ہے۔

فتاویٰ رضویہ کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے یہ پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ فاضل مفتی نے عبادات کے ابواب میں اقوال رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی کثرت سے استفادہ کیا ہے لیکن مناکحات، معاملات اور دیگر امور کے ابواب میں احادیث کا استعمال نسبتاً کم دکھائی دیتا ہے اور ان ابواب میں احادیث کی موجودگی کے باوجود زیادہ تر فقہی اقوال اور علمائے احناف کے فتاویٰ پر

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

اعتماد کرتے ہیں۔

اس حقیقت سے سبھی اہل علم آگاہ ہیں کہ حدیث نبوی کا ایک وسیع ذخیرہ مسلمانوں کے پاس محفوظ ہے اور اس ذخیرے میں سے مطبوعہ حدیث کا تلاش کرنا جان جوکھوں کا کام ہے۔ حدیث سے استفادہ کرنے والے اہل علم اس مشکل سے بخوبی آگاہ ہیں کہ بعض اوقات ایک حدیث تلاش کرنے کے لئے کئی دن صرف کرنے پڑتے ہیں اس لئے تجویز کیا جاتا ہے کہ فتاویٰ رضویہ میں جن احادیث نبویہ سے استدلال کیا گیا ہے ان کی مکمل فہرست تیار کی جائے ہر حدیث کا مکمل متن جمع کیا جائے اور ہر حدیث کی تشریح کی جائے ایسا کرکے ایک طرف ہم فتاویٰ رضویہ کی ثقاہت اور افادیت میں اضافہ کریں گے تو دوسری طرف اہل علم کے لئے تحقیقی کام کرنے اور حدیث نبوی سے استفادہ کرنے کی راہ ہموار کریں گےاس کے ساتھ ہی ساتھ ہم یہ خدمت بھی سرانجام دے سکیں گے کہ ان لوگوں کو عملی جواب پیش کریں جو اس مغالطے میں مبتلاء ہیں کہ فقہ حنفی پر عمل کرنے والوں کا دامن اقوال رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی ہے وہ اہل الرائے سے تعلق رکھتے ہیں حالانکہ احناف نے صحیح احادیث سے بھرپور استفادہ کیا جیسا کہ فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے واضح ہوا۔

◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

مقامِ اعلیٰ حضرت فقہا اور اصولیّین کے درمیان

جسٹس مفتی سیّد شجاعت علی قادری (کراچی)

جب کسی شخص کے بارے میں یہ کہا جائے کہ "وہ علم فقہ میں ماہر ہے" تو اس کے لازمی معنی یہ ہیں کہ وہ تفسیر، حدیث، علم کلام اور تمام دینی و دنیاوی نقلی و عقلی اصولی و فروعی علوم پر کامل دسترس اور وسیع نظر رکھتا ہے۔ ایک فقیہہ طبیب کے مانند ہے جو صرف دواؤں کے نام ہی نہیں جانتا بلکہ خواص بھی جانتا ہے اور حسب موقعہ استعمال سے بھی واقف ہے اس لئے اعمش نے امام ابو حنیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔ **یا معشر الفقہاء انتم الا طباء و نحن الصیادلہ۔**
"اے فقہا تم لوگ طبیب ہو اور ہم تو محض عطار (یعنی محدثین) ہیں۔" (الخیرات الحسان)

لہٰذا میری نگاہ میں مولانا احمد رضا خاں صاحب (رحمتہ اللہ علیہ) کی عظمت شان ان کے ماہر فقہ ہونے سے وابستہ ہے۔ اور اس ایک جامع اور مکمل وصف نے ان کو مرجع اوصاف حمیدہ بنادیا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ واقعتاً ان علوم و فنون سے مرصع تھے جو ایک فقیہہ کے لئے ضروری ہیں۔ آپ میں استدلال و استباط کا وہ ملکہ بدرجہ اتم موجود تھا جو ایک اصول کے لئے ضروری ہے۔ اصول فقہ کی تعریف ہے کہ:

النظر فی الادلتہ الشریعتہ من حیث توخذ الاحکام والتکالیف

"ادلہ شرعیہ میں اس انداز سے غور و فکر کرنا کہ ان سے احکام وتکالیف شرعیہ معلوم ہوسکیں۔"

(مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۵۳)

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

ظاہر ہے کہ یہاں نظر سے مراد دلائل شرعیہ (قرآن، حدیث، اجماع، قیاس) کا دیکھنا نہیں ہے بلکہ ان ادلہ میں ایسے انداز سے ترتیب دینا کہ مطلوبہ نتیجہ حاصل ہو سکے اور یہ کام نہایت وقت طلب اور اہم ہے۔ یہ کام وہی شخص انجام دے سکتا ہے جو علوم تفسیر پر حاوی ہو۔ علوم حدیث اور اس کے متعلقات کا عالم ہو۔ اجماع اور اس کے شرائط کا واقف ہو قیاس کی باریکیوں اور نزاکتوں کا شناسا ہو۔

پھر خود علم فقہ نہایت دقت نظر کا طالب ہے کیونکہ فقہ کی تعریف ہے۔

العلم بالاحکام الشرعیتہ الفرعیتہ المکتسب من ادلتھا التفصیلیہ

"ان احکام شرعیہ فرعیہ کا جاننا جو اپنی تفصیلی دلیلوں سے اخذ کئے گئے ہیں۔ (تنویر الابصار)

محققین کے نزدیک فقیہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسائل کے ساتھ ساتھ ان کے ماخذ اور دلائل پر بھی پوری نظر رکھتا ہو۔ بلکہ فقیہ درحقیقت مجتہد ہوتا ہے۔ چنانچہ ردالمحتار میں ہے۔

لیس الفقیہ الا المجتہد عندھم و اطلاقہ علی المقلد الحافظ للمسائل مجاز (ردالمحتار ص ۳۵)

"اصولیین کے نزدیک فقیہ مجتہد ہی ہوتا ہے اور مقلد جو مسائل کا یاد کرنے والا ہو اس کو مجازاً فقیہ کہتے ہیں۔"

اور اگر اہل حقیقت سے دریافت کیجئے تو وہ کہتے ہیں کہ فقیہ علم و عمل کے جامع کو کہتے ہیں۔ چنانچہ حسن بصری کا قول ہے۔

انما الفقیہ المعرض عن الدنیا الزاھد فی الاخرۃ البصیر بعیوب نفسہ

"دنیا سے اعراض کرنے والے آخرت میں راغب اور اپنے عیوب سے واقف شخص کو فقیہ کہتے ہیں۔"

اب جب کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ فقیہ تھے تو اس کے ثبوت میں ہمیں مندرجہ ذیل چیزیں پیش کرنی ہیں۔

(۱) ان کا علوم شرعیہ (بانواعہا) میں ماہر ہونا۔

(۲) ان کا علوم دنیویہ (جس کا شرعی علوم سے گہرا ربطہ ہے) میں دسترس رکھنا۔

(۳) استنباط و استدلال پر قادر ہونا۔

(۴) اجتہادی کارنامے پیش کرنا۔

(۵) دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی لگن نیز اپنے عیوب پر نگاہ اصلاح۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

اگر کسی شخص میں مذکورہ صفات ثابت ہوجائیں تو بلاشبہ وہ دنیا کا کامیاب ترین انسان ہے اور یقیناً وہ کمال انسانیت کے اس آخری مرتبہ پر فائز ہے۔ جو اب دنیا میں انسانوں کو مل سکتا ہے۔

میری نظر سے مولانا موصوف کی جو بھی سوانح گزری ہیں ان میں زیادہ تر آپ کی کرامات یا ذاتی خصائل اور بعض نجی زندگی کی جھلکیاں ہیں اور مذکورہ بالا عنوانات میں سے اگر کچھ ہے تو وہ بہت کم اور وہ بھی غیر مرتب۔ مذکورہ بالا عنوانات میں سے سردست میں (۳) و (۴) کو مختصراً پیش کررہا ہوں۔

مختصراً اسلئے کہ بلامبالغہ یہ کام اتنا اہم ہے کہ مدت دراز تک غور کرنے کے باوجود میں اس کا استقصاء کرنے سے قاصر رہا ہوں۔ البتہ وقتاً" فوقتاً" یہ کام جاری رہنا چاہیئے۔ زیر نظر مضمون کا نام اس مضمون کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جو مجھے یہاں بیان کرنا ہے۔ مولانا رحمتہ اللہ علیہ کی استنباطی اور اجتہادی قوت کا مظاہرہ ٹھیک وہیں ہوتا ہے۔ جب وہ متقدمین و متاخرین اصولین و فقہاء کے جھرمٹ میں گھرے ہوئے ہوں پھرادب و فرق مراتب کا دامن تھامے ہوئے مردانہ وار اختلاف رائے کرتے ہیں اور پختہ دلائل سے اپنا موقف ثابت کردیتے ہیں اور اس وقت آپ پر یہ شعر بلا شبہ صادق آتا ہے۔

انی و ان کنت الاخیر زمانا لات بما لم تستطعہ الاوائل

میں اگرچہ بلحاظ زمانہ متاخر ہوں مگر میں وہ کارہائے نمایاں پیش کروں گا جن سے اگلے لوگ بھی قاصر رہے۔

استنباط و استدلال

مولانا رحمتہ اللہ علیہ استنباط و استدلال میں نہایت ماہر تھے۔ وہ اتنا صحیح اور حقیقت سے قریب تر استدلال فرماتے کہ کسی کو مجال انکار نہ رہتی۔ پھر خصوصیت یہ تھی کہ سلف صالحین کے طریقے اور ان کی بتائی ہوئی راہوں سے بھی نہ ہٹتے۔ یہ بے لگام استنباط و استدلال جس میں نہ تو قرائن مقالیہ و حالیہ کا لحاظ ہو نہ الفاظ سے ربط ہو نہ حقائق سے تعلق ہو۔ ہمارے زمانہ میں بہت عام ہے اور ہر شخص یہ کاروبار جما کر اسلام پر چھری چلا رہا ہے۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ وہ اسلام کی بلندیوں کا ساتھ نہیں دے سکتے تو انہوں نے اسلام کو اپنی ذہنی پستیوں کی طرف جھکانا شروع کردیا جب "مجتہدین عصر" کا رشتہ عالم روحانیت سے منقطع ہوگیا تو انہوں نے اسلام کی "مادی تعبیر" شروع کردی۔ اور اپنی دانست میں انہوں نے اس کو اسلام کی بہترین خدمت سمجھا

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

لیکن حقیقت اس کے برعکس نکلی۔ کیونکہ وہ لوگ جن کی "دلجوئی" اور "مروت" میں مجتہدین زمانہ نے اسلام کی "مادی تعبیر" پیش کی وہ ویسے ہی دشمن اسلام رہے جیسے کہ تھے۔ مولانا رحمتہ اللہ علیہ نے اسلام پر خارجی دباؤ سے بے نیاز ہوکر سوچا اور لکھا۔ اور مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے مخالفین اسلام کو "مؤلفتہ القلوب' اور مختوم علیہم" دو طبقوں میں منقسم کرنے کے بجائے مؤخر الذکر پر ہی اکتفا فرمایا لہٰذا باوجود پختہ اور مستحکم استدلال کے انداز تخاطب عموماً وہی ہے جو مختوم علیہم کے ساتھ ہونا چاہئے یہ ٹھیک ہے کہ مولفتہ القلوب کا حصہ مال غنیمت سے بعض فقہاء نے ساقط کردیا ہے۔ مگر مؤلفتہ القلوب کے وجود سے درحقیقت انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ایسے افراد جو تدریجاً ہدایت ربانی کی طرف قدم بڑھا رہے ہوں ہر زمانہ میں رہے ہیں اور رہیں گے ان کو نظرانداز کرنا اسلام کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے اور جس طرح یہ طبقہ مسلم و غیر مسلم میں پایا جاتا ہے اسی طرح یہ طبقہ خود مسلم فرقوں میں بھی رہتا ہے۔ اور تبلیغ کا کام درحقیقت اسی طبقہ میں مفید ہوتا ہے۔ بہرحال اصل قدر و قیمت اس استدلال کی ہے جو مولانا رحمتہ اللہ علیہ نے پیش فرمایا۔ یوں تو آپ کی ۶ سو سے زائد تصانیف آپ کے اس کمال پر گواہ ہیں مگر اس مختصر مقالہ میں اس کی صرف چند مثالیں ہی پیش کی جاسکتی ہیں۔

پانی میں مسام ہیں یا نہیں؟

کسی شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ پانی میں مسام ہیں یا نہیں! آپ نے فوراً جواب دیا (لفظ فوراً میں نے اس لئے لکھا ہے کہ یہ مسئلہ ملفوظات میں سے نقل کررہا ہوں۔ اس طرح برملا جواب دینا کسی شخص کے مستحضر علم کی دلیل ہوتا ہے)

جواب:۔ نہیں کہ پانی میں بالطبع (طبیعت کے لحاظ سے) خلا بھرنے کی قوت رکھی گئی ہے ضرور ہے کہ جو مسام فرض کئے جائیں وہ پانی کہ ان سے اوپر ہے ان کی طرف اترے گا اور انہیں بھرے گا۔ اور مسام ہونے پر فلسفہ جدیدہ کی یہ دلیل کہ شکر ڈالنے سے پانی میں حل ہوجاتی ہے اور اس کا حجم نہیں بڑھتا مقبول نہیں جب زیادت قدر احساس کو پہنچے گی ضرور حجم بڑھتا محسوس ہوگا۔ مگر ایک استدلال اس پر یہ خیال میں آتا ہے کہ حوض کے کنارے ایک شخص کھڑا ہے دوسرا غوطہ لگائے اور باہر والا شخص باآواز پکارے اگر مسام ہیں تو ضرور سنے گا اور سنتا ہے تو معلوم ہوا کہ مسام ہیں۔ بخلاف اس کے ایک کمرہ صرف آئینوں (شیشوں) کا فرض کیجئے جس میں کہیں دروازہ نہ ہو اس کے اندر کی آواز باہر نہ آئے گی اور باہر کی اندر نہ جائے گی۔ اگرچہ اندر باہر دو شخص متصل ہوکر کھڑے ہوکر ایک دوسرے کو باآواز بلند پکارے۔ مگر یہ استدلال بھی

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

کافی نہیں آواز پہنچنے کے لئے ملاء فاضل میں تموج چاہئے مسام کی کیا حاجت؟ ہاں جہاں تموج نہ ہو بذریعہ مسام پہنچے گی آئینہ میں نہ تموج نہ مسام لہٰذا نہ پہنچے گی۔ پختہ وخام عمارات میں تموج نہیں مسام ومنافذ ہیں ان سے پہنچے گی۔ آب وہوا خود اپنے تموج سے پہنچاتے ہیں اور یہی اصل ذریعہ صوت (آواز) ہے ہوا میں تموج زائد ہے کہ پانی لطیف ہے وہ زیادہ پہنچاتی ہے اور پانی کم تالاب میں دو شخص دونوں کناروں پر غوطہ لگائیں اور ان میں سے ایک اینٹ پر اینٹ مارے دوسرے کو آواز پہنچے گی۔ مگر نہ اتنی کہ ہوا میں (ملفوظات حصہ اول صفحہ ۱۳۲ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

مذکورہ بالا بحث سے چند امور ثابت ہوئے۔

(۱) اہل علم آپ کو سائنسی معلومات میں بھی ماہر سمجھتے تھے اس لئے آپ سے اس قسم کے سوالات کئے جاتے تھے ورنہ کسی "مولوی محض سے" کوئی طبعیات کا سوال کس امید پر کرے گا؟

(۲) مولانا رحمتہ اللہ علیہ اس قسم کے سوالات کا جواب دینے سے قطعاً پہلو تہی نہ فرماتے تھے جیسا کہ اس زمانہ میں عام طور پر مروج تھا کہ اگر کوئی کسی عالم سے اس قسم کا سوال کرتا تو اس کو زجروتوبیخ کے بعد مشورہ دیا جاتا کہ یہ کسی سائنس دان سے پوچھئے۔ مولانا رحمتہ اللہ علیہ خوب جانتے تھے کہ اسلام کی عظمت اسی وقت باقی رہ سکتی ہے جبکہ علماء اسلام ہر سوال کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔

(۳) آپ صرف اپنے دلائل پر ہی اکتفا نہ کرتے بلکہ مخالفین کے دلائل پر بھی مطلع تھے اور حق یہی ہے کہ کسی مخالف کی ٹھوس تردید اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ ہم اس کے دلائل سے باخبر نہ ہوں۔

(۴) سب سے اہم چیز جو یہاں بتانا مقصود ہے وہ آپ کا طرز استدلال ہے جو بہت سادہ مگر مضبوط ہے اس ضمن میں یہ بتانا ضروری ہے کہ ہمارے قارئین یہ خیال نہ فرمائیں کہ طبعیات کا صرف یہ ایک ہی مسئلہ ہے جس پر مولانا رحمتہ اللہ علیہ نے گفتگو فرمائی ہے۔ نہیں نہیں بلکہ یہ ان سینکڑوں مسائل میں سے ایک ہے جو مولانا کے وسیع علوم کے غماز ہیں مولانا نے طبیعیات کے جن مسائل پر تحقیقی کام کیا ہے ان میں سے چند ایک یہ ہیں (۱) پانی میں رنگ ہے یا نہیں (۲) پانی کا رنگ سپید ہے یا سیاہ (۳) موتی شیشہ بلور پینے سے خوب سپید کیوں ہوجاتے ہیں (۴) آئینہ میں درز پڑجائے تو وہاں سپیدی کیوں معلوم ہوتی ہے۔ (۵) آئینہ میں اپنی صورت اور وہ چیز جو پیٹھ کے

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

پیچھے ہیں کس طرح نظر آتی ہیں (۶) شعاع کی جنبش (۷) شعاعیں جتنے زاویوں پر جاتی ہیں اتنوں پر پلٹتی ہیں (۸) رنگتیں تاریکی میں موجود رہتی ہیں (۹) کان کی ہر چیز گندھک پارے سے متولد ہے (۱۰) گندھک نر ہے پارا مادہ وغیرہ۔ یہاں یہ خیال ہرگز نہ کیا جائے کہ ان چیزوں کا مولانا کے فقہی کارناموں سے کیا تعلق ہے؟ کیونکہ میں پہلے عرض کرچکا ہوں کہ فقاہت سے مراد یہاں وہ محدود تصور نہیں جو ہم جیسے ناقص العلم لوگوں نے پیدا کیا ہے بلکہ فقاہت مرجع علوم اور منبع معارف ہے اور مولانا رحمتہ اللہ علیہ کی فقاہت اسی معیار کو پیش کررہی ہے اور اگر یہ سب چیزیں فقہ سے بے تعلق ہوتیں تو مولانا ان کو اپنے مشہور فتاوی میں ہرگز جگہ نہ دیتے۔

اثبات جزولا یتجزی

متکلمین نے جزولا یتجزی کے اثبات پر بہت دلائل قائم کیے ہیں مگر مولانا رحمتہ اللہ علیہ نے کمال ہی کردیا کہ قرآن سے اثبات جزء کی دلیل مستنبط کی۔ فرماتے ہیں: ''میں نے تو جزولا یتجزی کا قرآن عظیم سے اثبات کیا ہے ارشاد ہے **و مزقنا هم كل ممزق** اور ہم نے ان کو پارہ پارہ کردیا۔ پارہ پارہ کرنا۔ ممزق ۔ بمعنی اسم مفعول نہیں کہ اس صورت میں تحصیل حاصل ہوگی بلکہ معنی مصدر ہے (ملفوظات ج ۴ صفحہ۱۷-۱۸) مولانا رحمتہ اللہ علیہ نے نہایت ہی جامعیت اور اختصار کے ساتھ استدلال فرمایا ہے اس کی تشریح یہ ہے کہ باری تعالی (جل وعلا) فرما رہا ہے کہ کفار کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا کامل و مکمل طور پر واقع ہوچکا ہے اب یہاں دو باتیں ہیں پہلی تو یہ کہ ٹکڑے کرنے والا اللہ ہے (کہ اس کی طاقت بے انتہا ہے) دوسری یہ کہ اصدق الصادقین خبر دے رہا ہے کہ یہ ٹکڑے کرنا مکمل طور پر واقع ہوچکا ہے یعنی اب اگر مزید ٹکڑے ہونا ممکن ہوں تو کل ممزق صادق نہیں اور کل ممزق صادق ہے تو اب مزید ٹکڑے ممکن نہیں اور ہم اسی چیز کو جزولا یتجزی سے تعبیر کرتے ہیں۔ کراچی کے ایک مشہور و معمر ترین عالم مولانا حافظ محمد ایوب صاحب دہلوی کہ ان جیسا سلجھا ہوا فلسفی اور متکلم اور عجوبہ روزگار شخص پہلے نہیں پایا (باستثناء استاد محترم) ان سے جزولا یتجزی کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی ہم نے اثنا گفتگو میں اسی آیت سے استدلال کیا وہ حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ پچاس سال سے میں اس امر پر غور کررہا ہوں اس دلیل کی طرف ذہن منتقل نہیں ہوا پھر فرمایا کہ آخر آپ کو یہ کیسے معلوم ہوئی؟ تب میں نے بتایا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کی ہے مولانا یہ سنتے ہی مولانا رحمتہ اللہ علیہ سے بہت مانوس ہوئے اور میں نے موقع مناسب سمجھتے ہوئے چند اور ایسی علمی باتیں نقل کردیں جن کا بہت ہی عمدہ اثر ہوا یہاں ایک وضاحت ضروری ہے کہ مولانا محمد ایوب صاحب

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

ایک عمر رسیدہ عالم ہیں مگر مولانا رحمتہ اللہ علیہ سے وہ صرف اس حد تک واقف تھے کہ بریلی میں کوئی پیر صاحب گزرے ہیں جو صلوٰۃ وسلام کے مسئلہ پر بہت زور دیتے ہیں۔ اور بعض مسائل میں اپنے معاصرین سے شدید اختلاف رکھتے تھے۔ لہٰذا مولانا موصوف نے کبھی ان کی کتابوں کی طرف توجہ نہ کی اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ کتابیں پڑھتے بھی نہیں اکثر قرآن کریم سے استدلال کرتے ہیں لہٰذا وہ اچھوتے استدلال پر بہت خوش ہوئے۔

حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ کے نعتیہ اشعار مقررین بہت اچھی لے میں پڑھتے ہیں اور پھر ان کی شرح کرتے ہیں اس طرح مولانا رحمتہ اللہ علیہ عوام میں مشہور ہوئے ہیں مگر بحیثیت ایک نعت گوشاعر کچھ کرامات بھی بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ بحیثیت ولی لوگوں میں پہچانے جاتے ہیں مگر افسوس کہ ابھی تک مولانا کو علمی حلقوں میں متعارف کرانے کی کوششیں نہیں ہوئی اس لئے آپ کی شخصیت علمی حلقوں میں اس طرح متعارف نہیں جیسا کہ اس کا حق ہے مولانا نے علوم ومعارف کی جو میراث ہمارے لئے چھوڑی ہے اگر ہم زندگی بھر اسے سمیٹنے کی کوشش کریں تو جمع نہیں کرسکتے مگر حیف صد حیف کہ ابھی ہم نے اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے۔

مولانا رحمتہ اللہ علیہ فلاسفہ کی بے تکی باتوں کی خوب دھجیاں اڑاتے تھے کسی شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا انسان کو حیوان سے نطق ہی ممتاز کرتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ تمیز کس کے نزدیک ہے' جاہل فلاسفہ حمقاء کے نزدیک پھر فرمایا ہر شئی ناطق ہے۔ شجر حجر دیوار و در سب ناطق ہیں نص ہے **قالو انطقنا اللہ الذی انطق کل شی ء** اعضا کہیں گے کہ ہم کو اس اللہ نے ناطق کیا جس نے ہر شے کو ناطق کردیا اور نصوص کا ان کے ظواہر پر حمل واجب بلا ضرورت ان میں تاویل باطل ونا مسموع (ملفوظات ج۴ ص۱۹ مطبوعہ کاچی)

ابن ہمام سے اختلاف

مولانا رحمتہ اللہ علیہ کا بہت اہم کارنامہ یہ ہے کہ وہ متقدمین ومتاخرین فقہا واصولین پر نہایت فراخدلی سے تنقید فرماتے ہیں۔ مولانا رحمتہ اللہ علیہ صاحب فتح القدیر کو جگہ جگہ "محقق علی الاطلاق" لکھتے ہیں مگر جب یہی محقق علی الا طلاق وضو میں بسم اللہ وذکر الٰہی کو واجب عملی قرار دیتے ہیں تو مولانارحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں **اقول لم یات المستدل بشئی حتی سمع ملسمع** (فتاوی رضویہ ج۱ صفحہ ۲۱ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی) مستدل (ابن ہمام) نے کوئی معقول دلیل پیش نہیں کی یہاں تک کہ جو سنا گیا وہ سننا پڑا۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

پھر فرماتے ہیں اور مسئلہ تسمیہ اولاً تنہا محقق کی اپنی بحث ہے کہ نہ ائمہ مذہب سے منقول نہ محققین مابعد میں مقبول خود ان کے تلمیذ علامہ قاسم بن **قطلوبغا** نے تو یہاں تک کہا مگر مولانا فرماتے ہیں کہ اقول یعنی جبکہ خلاف اختلاف زمانہ سے ناشی نہ ہو۔

کما افتوا بجواز الاجارۃ علی التعلیم والاذان والا ملمتہ الخ(فتاوی رضویہ ج۱ صفحہ ۲۱مطبوعہ کراچی)

جیسے متاخرین نے فتویٰ دیا کہ تعلیم اذان اور امامت پر اجرت لینا جائز ہے۔

مذکورہ بالا سطور سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

۱۔ اگر کسی عالم کے پاس قوی دلائل ہیں تو وہ اپنے پیشرو سے حق اختلاف رکھتا ہے خواہ وہ کتنی ہی محقق علی الاطلاق کیوں نہ ہو۔

۲۔ ائمہ مذہب (جیسے ابو حنیفہ وابویوسف وامام محمد) سے بھی اختلاف زمانہ کے باعث اختلاف جائز ہے۔

۳۔ مولانا رحمتہ اللہ علیہ نہایت روشن دماغ تھے وہ محققین سے اختلاف کرتے بلکہ ائمہ مذہب سے بھی اختلاف زمانہ کے باعث اختلاف کو جائز قرار دیتے اس طرح آپ نے بعد والے اہل علم کے لئے یہ گنجائش باقی رکھی ہے کہ اگر اختلاف زمانہ سے ان کے بیان کردہ کسی مسئلہ پر مزید بحث کی جاسکتی ہے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں یعنی اگر کسی مسئلہ پر مولانا رحمتہ اللہ علیہ نے نے بحث کی ہو اور اس کے بارے میں اپنی تحقیق پیش کی ہو تو بعد والے محققین کے لئے تحقیق کی راہیں مسدود نہیں ہوجاتیں بلکہ روشن ہوجاتی ہیں اور حقیقت یہی ہے کہ ایک محقق کاکام انسانی ذہنوں میں گرہیں لگانا نہیں بلکہ ان گرہوں کا کھولنا ہے۔

ابن نجیم سے اختلاف

وضو میں جو اعضا دھوئے جاتے ہیں ان پر پانی بہانا فرض ہے اس سلسلہ فقہائے نے حسب عادت کچھ باریکیاں پیدا کیں۔ ان پر بحث کے دوران کہتے ہیں۔ منہ ہاتھ پاؤں تینوں عضوں (اعضاء) کے تمام مذکورہ ذروں پر پانی کا بہنا فرض ہے۔ فقط بہے گا۔ ہاتھ پھرجانا یا تیل کی طرح پانی چپڑلینا بالا جماع کافی نہیں اور صحیح مذہب میں ایک بوند ہر جگہ سے ٹپک جانا بھی کافی نہیں کم سے کم دو بوندیں ہرذرہ ابدان مذکورہ پر سے بہیں۔ درمختار میں ہے ایک قطرہ بھی بہنا کافی ہے فیض میں ہے کہ مذہب اصح ہے کم ازکم دوقطرے بہہ جائیں پھر صاحب بحر کا قول نقل کیا کہ ابویوسف سے

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

مروی ہے کہ

ان الغسل مجرد بل المحل بالماء سال اولم یسل ولا جلہ جعل فی البحر الاسالتہ مختلفا فیھا بینہ وبین الطرفین وزعم ان اشترطھا ھو ظاھر الروایتہ فالحق الذی لا محید عنہ ولا یحل المصیر الا الیہ ان تاویلہ مافی الحیلتہ عن الذخیرۃ انہ سال من العضو قطرۃ اوقطر تان ولو یستدارک کیف ولولا ذلک لکان ھذا والعیاذ باللہ تعالی انکار النص وتبدیلا للشرع فان اللہ تعالی امر بالغسل وھذا لیس بغسل لا لغتہ ولا عرفا وقد قال فی البحر نفسہ الغسل بفتح الغین ازالتہ الوسخ عن الشی ونحوہ باجراء الماء علیہ لغتہ وھل الاجراء الا لا سالتہ اقول فما کان ینبغی لمثل ھذا المحقق الحبران یجعلہ مختلفا فیہ کی یجتری علیہ الجاھلون

(فتاویٰ رضویہ ۱۹)

ترجمہ:۔ بے شک دھونے کے معنی صرف تر کرلینا ہیں جگہ کا پانی سے خواہ بہے یا نہ بہے اسی لئے بہانے کو ابن نجیم نے ابویوسف اور طرفین کے درمیان مختلف فیہ قرار دیا ہے اور یہ گمان کیا ہے کہ بہانے کی شرط لگانا ظاہر روایت ہے پس وہ حق سے روگردانی ممکن نہیں اور اسی کی طرف رجوع ضروری ہے یہ ہے کہ اس کی وہ تاویل کی جائے جو حیلہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ عضو سے ایک دوقطرے بہہ جائیں لیکن پے درپے پانی کے قطرات نہ ٹپکیں۔ اور اس کے سوا ہو بھی کیا سکتا ہے کیونکہ اگر مذکرہ تاویل نہ مانی جائے تو عیاذ باللہ نص کا انکار لازم ہوگا اور شرع کی تبدیلی لازم آئے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غسل کا حکم دیا ہے اور یہ نہ تو لغتہ غسل ہے اور نہ شرعاً حالانکہ بحر میں کہا ہے کہ لغت میں غسل غین کے فتح سے' میل وغیرہ کا دور کرنا ہے اس پر پانی جاری کرکے اور اجراء واسالت دونوں ایک ہی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ان جیسے محقق کو نہیں چاہئے تھا کہ اس مسئلہ کو مختلف فیہ قرار دیں تاکہ جاہل اس پر جرات کریں۔

قطع نظر مسئلہ کی صحیح نوعیت کے ہمیں فقیہ کی ذہنیت اور افتاد طبع معلوم کرنی چاہئے تو حقیقت حال یہ ہے کہ ابن نجیم نے اپنی کتاب بحر الرائق میں جو عبارت لکھی ہے وہ یہ ہے (غسل کے لغوی معنی لکھنے کے بعد)

واختلف فی معناہ الشرعی فقال ابو حنیفہ و محمد ھوالاسالتہ مع التقاطر ولو قطرۃ حتی لولم یسل الماء بان استعملہ استعمال الدھن لم یجز فی ظاھر الروایتہ--- وعن ابی یوسف ھومجرد بل المحل بالماء سال اولم یسل(بحرالرائق صفحہ ۱۱)

"اور اس (غسل) کے شرعی معنی میں اختلاف ہے تو طرفین نے کہا کہ وہ بہانا ہے مع ٹپکنے

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

کے خواہ ایک ہی قطرہ کیوں نہ ٹپکے حتی کہ اگر پانی نہ بہا اس طرح کہ اس نے پانی کو تیل کی مانند استعمال کیا تو ظاہر روایت میں ہے کہ یہ جائز نہیں اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ وہ (غسل شرعی) صرف جگہ کا بھگولینا ہے پانی سے خواہ بہے یا نہ بہے

اب قابل غور امر یہ ہے کہ آیا فی الواقع اسالت طرفین اور ابو یوسف کے درمیان مختلف فیہ ہے یا نہیں؟ تو نوادر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف فیہ ہے۔ لہٰذا ابن نجیم کا اس مسئلہ کو اختلافی کہنا نہ تو شان محققین کے خلاف ہے اور نہ ہی ہم اس کو زعم کہہ سکتے ہیں۔ البتہ حلیہ نے ذخیرہ سے جو عبارت نقل کی ہے اس سے تطبیق کی شکل نکل سکتی ہے مگر یہ کب ضروری ہے کہ ایک محقق دوسرے کی تاویلات کو مان لے۔ کیونکہ ابو یوسف جیسے عالم نے جب غسل میں مجرد بل کو کافی قرار دیا ہے تو ظاہر ہے کہ اس بل سے مسح تو مراد لیا ہی نہیں جاسکتا۔ اس لئے کہ ابو یوسف کو اتنا ضروری معلوم ہوگا کہ تمام اعضاء وضو ممسوح نہیں بلکہ بعض مغسول اور بعض ممسوح ہیں۔ البتہ ان کے قول میں غسل کی ان حدود وقیود کی نفی ہوگی جو دیگر ائمہ لگاتے ہیں اور اس قسم کی چیزیں ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے اقوال میں بکثرت ہیں کیونکہ وہ حتی الامکان یسر کی راہ چلتے ہیں لہٰذا وجود اختلاف سے انکار تو ممکن نہیں البتہ اس اختلاف کا ذکر تقاضائے مصلحت ہے یا نہیں؟ تو مولانا رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ خلاف مصلحت ہے کہ اس طرح ناواقف لوگ پانی تیل کی طرح چپڑ کر وضو کریں گے۔ جو کسی طرح صحیح نہیں یہاں سے آپ کی فضیلت ابن نجیم پر ظاہر ہوئی کہ وہ محض محقق تھے اور آپ مصلحت بین اول نباض بھی ہیں۔

اب رہی یہ بات کہ مولانا رحمتہ اللہ علیہ کا یہ فرمان کہ اگر حلیہ کی تاویل کو نہ مانا جائے تو

لکان ھذا والعیاذ باللہ تعالی انکارا للنص وتبدیلا للشرع البتہ یہ نص کے انکار اور شریعت کی تبدیلی کے مترادف ہوگا (والعیاذ باللہ)

تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جسے آپ کی شدت طبع پر دلیل بنایا جائے کیونکہ یہ بات آپ از خود نہیں فرمارہے ہیں بلکہ اس کا ماخذ رد المحتار کی یہ عبارت ہے۔

ثم علی ھذا التاویل یندفع ما اورد علی ھذہ الروایۃ من ان البل بلا تقاطر مسح فیلزم ان تکون الاعضاء کلھا ممسوحۃ مع انہ تعالی امر بالغسل والمسح (رد المحتار صفحہ ۸۹)

"پھر اس تاویل سے وہ اعتراض بھی ختم ہوجاتا ہے جو اس روایت پر کیا گیا ہے کہ بھگونا بغیر تقاطر کے مسح ہے تو لازم آئے گا کہ تمام اعضاء ممسوح ہوں حالانکہ اللہ تعالی نے دھونے کا حکم بھی دیا ہے اور مسح کا بھی۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

اس تمام بحث سے ہمارے فقیہ رحمتہ اللہ علیہ کی جس افتاد طبع کا پتہ لگتا ہے وہ یہ ہے کہ ہمیشہ مذہب صحیح رجیح اور احوط کی تائید کرنی چاہئے اور اس کے خلاف جو کچھ کہا جاسکتا ہے وہ نہیں کہا جانا چاہئے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ایسا ہی ہونا چاہئے۔

امام نووی سے نفیس اختلاف

ایک بحث ہے کہ وضو کے بعد اعضاء وضو کو کپڑے سے پوچھنا چاہئے یا نہیں بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ اس پر استدلال کرتے ہوئے ایک روایت بیان کی گئی کہ جو صحیحین میں موجود ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غسل سے فارغ ہوئے تو ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ایک کپڑا بدن پوچھنے کے لئے پیش کیا مگر آپ نے نہ لیا اور پانی کو ہاتھ سے پونچھ پونچھ کر جھاڑ دیا لہٰذا معلوم ہوا کہ وضو یا غسل کے بعد کپڑے سے پوچھنا مکروہ ہے۔ علامہ نووی جو شارح مسلم ہیں اور جلیل القدر محدث وفقیہ ہیں اس روایت کی تاویل میں فرماتے ہیں کہ یہ ایک خاص واقعہ تھا اس کو عموم پر کیسے محمول کیا جاسکتا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ کپڑا میلا ہو اور آپ نے اس کو پسند نہ فرمایا ہو۔ مگر مولانا رحمتہ اللہ علیہ کی کمال فراست وتفقہ کی داد دینا پڑتی ہے آپ فرماتے ہیں کہ۔

وفیہ بعد ان تکون ام المومنین اختارت لہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل ہذا مع علمھا بکمال نزاھتہ ونظافتہ ولطافتہ صلی اللہ علیہ وسلمیہ تاویل دوراز کار ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا باوجود آپ کی نظافت طبع کے جاننے کے آپ کی خدمت میں اس قسم کا کپڑا پیش کریں۔

یہاں سے مولانا رحمتہ اللہ علیہ کا یہ نظریہ خوب واضح ہوکر سامنے آتا ہے کہ وہ ہر قیمت پر تمام بزرگان دین کی عظمتوں کو فرق مراتب کے ساتھ ملحوظ رکھتے ہیں۔ علامہ نووی نے اپنی تاویل سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظافت طبع تو ظاہر کردی مگر ام المومنین کی طرف توجہ نہ کی پھر خود بہترین توجہ فرماتے ہیں کہ آپ نے وہ کپڑا صرف عجلت کی وجہ سے نہ لیا پھر اس تاویل پر خود ہی اعتراض کرتے ہیں اور اس کا جواب دیتے ہیں۔

اعتراض:۔ اگر آپ کو جلدی ہی تھی تو پوچھنے اور ہاتھ سے صاف کرنے میں کیا فرق پڑتا؟

جواب:۔ بے شک آپ کو جلدی تھی جیسا کہ بخاری کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ فانطق وھو ینفض ہدیہ آپ اپنے ہاتھ کو جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے۔ ایسی صورت میں کپڑے کو اپنے ساتھ لے جانا مناسب خیال نہ فرمایا اور تعبیر کپڑے کے قطرات کو ہاتھ سے جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے پھر فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ اعضاء کو کپڑے سے صاف کرنے کی ممانعت کی دلیل

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

نہیں بلکہ دلیل سنت ہے کیونکہ ام المومنین رضی اللہ عنہا جو آپ کی عادات شریفہ سے واقف تھیں۔ ان کا کپڑا پیش کرنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ یہ آپ کی عادات مبارکہ میں تھا۔ اس بحث سے آپ کی وقت نظر واضح ہوتی ہے ایک طویل بحث کے بعد آپ نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ بالجملہ تحقیق مسئلہ وہی ہے کہ کراہت اصلاً نہیں۔ فتاوی رضویہ ۲۹

تنبیہہ

بہار شریعت (مولانا امجد علی صاحب مرحوم) میں ہے کہ آداب طعام سے ہے کہ کھانے سے ہاتھ دھوکر کپڑے سے صاف نہ کیئے جائیں۔ بعض حضرات پونچھنے والوں کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور سمجھتے ہیں کوئی گناہ کیا جارہا ہے بعض جگہ ہم نے دیکھا کہ تولیہ ہاتھ سے چھین لیا گیا یہ سب غلط ہے اگر کوئی پونچھتا ہے تو ممانعت نہ کرنی چاہئے کسی مناسب موقعہ پر بتادیا جائے کیونکہ پونچھ لینا بہرحال مکروہ نہیں ہر مسئلہ کو اس کی اہمیت کے مطابق ہی رکھنا چاہئے۔

علامہ طحاوی سے اختلاف

ایک مسئلہ ہے کہ زکام کی وجہ سے جو پانی ناک سے نکلتا ہے وہ ناقص وضو ہے یا نہیں تمام علماء احناف کی تصریحات موجود ہیں کہ جو بلغم دماغ سے اترے وہ ناقص وضو نہیں۔ مگر علامہ طحاوی فرماتے ہیں کہ زکام کا پانی ناقص وضو ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ فقہاء کا عام اصول ہے کہ جو بہنے والی چیز بوجہ علت ومرض خارج ہو وہ ناقص وضو ہے مثلاً آنکھیں دکھنے سے جو پانی بہتا ہے ناقص وضو ہے اس پر مولانا رحمتہ اللہ علیہ رد بلیغ مدلل فرمایا ہے دلائل فقیہ کے بعد آپ فرماتے ہیں۔

"میں کہتا ہوں ان تمام دلائل قاہرہ وصل بازغ کے بعد اگر کچھ بھی نہ ہوتا تو یہ استظہار آپ ہی واجب الرد تھا زکام ایک عام چیز ہے غالباً جب سے دنیا بنی ہے کوئی فردبشر جس نے چند سال عمر پائی ہو چند سال کی بھی قید ضروری نہیں موقف اسے کبھی نہ کبھی اگرچہ جاڑوں کی فصل ہی میں زکام ضرور ہوا ہوگا یقین عادی کی رو سے کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرام وتابعین اعلام دائمہ عظام رضی اللہ عنہم کو خود بھی ہوا ہو ایسی عموم بلوی کی چیز میں اگر نقض وضو کا حکم ہوتا تو ایک جہاں اس سے مطلع ہوتا مشہور و مستفیض حدیثوں میں اس کی تصریح آئی ہوتی کتب ظاہرالروایتہ سے لے کر متون وشروح وفتاوی سب اس کے حکم سے مملو ہوتے نہ کہ بارہ سو برس بعد ایک مصری فاضل سید علامہ طحطاوی بعض عبارات سے بطور احتمال نکالیں اور خود بھی اس کے اصل موضع بیان یعنی نواقص وضو کے ذکر تک اس کی طرف ان کا ذہن نہ جائے حالانکہ

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

آب ردکا مسئلہ درمختار میں وہاں بھی مذکور تھا۔ باب الحیض میں جاکر خیال تازہ پیدا ہوا ایسا خیال زنہار قابل قبول نہیں ہوسکتا تمام اصول حدیث وفقہ اس پر شاہد ہیں پھر کچھ بعد میں عربی عبارت میں رد فرماتے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ اس جیسے موقع پر اگر احاد ہوں تب بھی قابل قبول نہیں کہ تو فردداعی کے باوجود ایک مسئلہ کا قرون اولٰی میں پتہ نہ ہونا اس کے غلط ہونے کی دلیل ہے اس تحقیق کے بعد فرماتے ہیں (وبہ الوصول الی دری التحقیق فتاوی ۴۰)

یہ چند مثالیں ہیں جو آپ کی عظیم فقاہت پر دلیل ہیں ظاہر ہے کہ ایک مقالہ میں چند امثلہ پر اکتفا کیا جاسکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ مولانا رحمتہ اللہ علیہ کے علمی ذخائر میں یہ تلاش کرنا کچھ مشکل نہیں کہ آپ نے کس کس سے اختلاف کیا بلکہ اصل وقت طلب کام یہ ہے کہ وہ کونسا فقیہ ہے جس سے مولانا نے بالکل اختلاف نہ کیا ہو اگر ایسا کوئی شخص نکل آیا تو یہ ایک بڑی تحقیق ہوگی۔ مولانا ایک مجتہد کی طرح ہر ذی علم سے اختلاف کرتے ہیں مگر۔

طرز اختلاف

آپ کا اختلاف ان لوگوں سے قطعاً مختلف ہے جو اختلاف برائے شہرت یا اختلاف برائے اختلاف کے قائل ہوں۔ آپ کے اختلاف کی جو نمایاں خصوصیت ہے وہ یہ کہ آپ کا اختلاف مبنی پر انصاف ہے پھر یہ کہ آج کل اختلاف کرنے والے کچھ اس طرز پر سوچتے ہیں کہ پہلے دل میں ارادہ کرلیا کہ فلاں شخص سے اختلاف کرنا ہمارے لئے ضروری ہے اب اس مقصد کی تکمیل کے لئے اس کے کلام پر غوروخوض کیا نتیجہ یہ نکلا کہ مدمقابل کی ہر خوبی عیب نظر آنے لگی۔ اس مجنونانہ اختلاف سے کلام میں جابجا ہٹ دھرمی اور ضد صاف دیکھی جاسکتی ہے مگر مولانا ایک مسئلہ بیان فرماکر اس کے تمام اولہ جمع کرتے ہیں اور اتنے اولہ جمع کرتے ہیں کہ اگر میں یہ کہدوں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ "جتنے عالم وجود میں ہوتے ہیں پھر ان کا تجزیہ کرتے ہیں اور بحث کے اختتام پر معلوم ہوتا ہے کہ اچانک کسی عالم سے اختلاف ہوگیا پھر یہ کتنی عجیب بات ہے کہ کبھی یہ اختلاف بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچا جس کی مثال اختلاف مع الطحاوی رحمتہ اللہ میں گزری اور کبھی بڑھتے بڑھتے حیرت انگیز طریق پر اتحاد میں منقصب ہوگیا اور اس کی مثالیں آپ کے کلام میں بکثرت موجود ہیں مگر مقالہ کی حیثیت ان کے ذکر سے مانع ہے مولانا رحمتہ اللہ علیہ کے اختلاف میں ایک اہم بات ہے کہ جب یہ اختلاف کسی کوشش سے رفع ہی نہیں ہوتا تب ایک مجتہد کی طرح آپ فریق مخالف کے غلطی پر ہونے کا ظن غالب کرلیتے ہیں اور اس کے بعد پھر

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

کوئی رعایت اور کسی سہل گیری یا کسی مروت کے قائل نہیں رہتے۔ اس موقعہ پر مولانا کے مطالعہ کرنے والوں کی خدمت میں ایک معروضہ ہے وہ یہ کہ مولانا کے اختلاف کو میں ایک خاص حیثیت سے منقسم کرتا ہوں (۱) اختلاف مع المتقدمین (۲) اختلاف مع المعاصرین اول الذکر اختلاف اور موخر الذکر اختلاف دونوں میں مولانا رحمتہ اللہ علیہ کا طرز صاف صاف جداگانہ ہے اس کی متعدد وجوہات ہیں۔

(۱) متاخر الذکر اختلاف بنیادی طور پر حضور اکرم نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کے مسائل سے شروع ہوا۔ درمیان میں بعض فقہی مسائل بھی آگئے۔ مولانا ایک سچے عاشق رسول تھے (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کا اعتراف ان کے مخالفین اور معاندین آج تک کرتے ہیں لہٰذا دلائل کے ساتھ جذبات کا شامل ہونا فطری امر تھا۔

(۲) بہت ہی اہم بات یہ ہے کہ کسی مخالف کی تحریر کا جواب دینے اور اس کے احوال واطوار سے ذاتی وقفیت رکھنے کے بعد جواب دینے میں فرق لازمی ہوگا مولانا ان "لوگوں" سے ذاتی واقفیت رکھتے تھے جن کی عبارات سے آپ نے اختلاف کیا اور اس معاملہ میں آپ کے پیش نظر یہ آیت تھی۔

قد بدت البغضاء من افواہھم وماتخفی صدورھم اکبر (پ ۴ ع ۳)

بلاشبہ دشمنی ان کی زبانوں سے ظاہر ہوچکی ہے اور جو ان کے دل میں چھپائے بیٹھے ہیں کہیں زائد ہے۔

اور یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان تحریر میں بہت محتاط ہوتا ہے مگر اس کے باوجود جو باتیں آپ کے مخالفین سے ظاہر ہوئیں ان میں سے بعض غلط تھیں لیکن وہ اپنی مجلسوں میں جن خیالات کا اظہار کرتے وہ بہت گھناؤنے تھے یہ چیز اب بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے لہٰذا آپ کی تحریر ان دونوں حیثیتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہوئی۔ اگر ایک ہی حیثیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہوتی تو بہت ہی زائد اثر انداز ہوتی یعنی ان لوگوں کے لئے جو تحریر کا مقابلہ تحریر سے کرتے ہیں "اور شان نزول سے" ناواقف ہیں۔

(۳) محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ اپنے مزاج میں مختلف انبیاء اللہ علیہم السلام سے مشابہت رکھتے ہیں کسی کو آدم سے کسی کو ابراہیم، کسی کو عیسی ومریم سے مشابہت ہے اور میرے نزدیک مولانا "حمیت موسوی" کا مجسمہ تھے۔

سندہ فی الفقہ

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

آپ مستند فقیہ تھے۔ فقہ میں آپ کی سند یہ ہے آپ نے روایت کی شیخ عبدالرحمٰن حنفی مفتی مکہ سے انہوں نے مفتی مکہ سیدی جمال بن عبداللہ سے انہوں نے محمد عابد انصاری مدنی سے انہوں نے شیخ یوسف سے انہوں نے شیخ عبدالقادر بن خلیل سے انہوں نے شیخ اسماعیل بن عبداللہ سے انہوں نے شیخ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی ناطبی سے انہوں نے اپنے والد صاحب دررودعزر سے انہوں نے احمد شوبری اور حسن شرنبلالی سے انہوں نے شیخ عمر بن نجیم وغیرہ سے انہوں نے عبدالبرین شحنہ سے انہوں نے کمال ابن ہمام سے انہوں نے سراج سے انہوں نے علاؤالدین سے انہوں نے جلال الدین خبازی شارح ہدایہ سے انہوں نے شیخ عبدالعزیز سے انہوں نے جلالدین کبیر سے انہوں نے برہان الدین صاحب ہدایہ سے انہوں نے فخرالاسلام نہردوی سے انہوں نے شمس الائمہ حلوانی سے انہوں نے قاضی ابوالعلی سفی سے انہوں نے ابوبکر محمد بن فضل سے انہوں نے امام عبداللہ سند موتی سے انہوں نے عبداللہ بن ابی حفص سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابوعبداللہ محمد بن حسن شیبانی سے انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ سے انہوں نے حماد سے انہوں نے ابراہیم سے انہوں نے علقمہ اور اسود سے انہوں نے عبداللہ بن مسعود سے رضی اللہ عنہم اجمعین سے انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

اللھم ارحم استاذنا الکبیر وفقیھنا الشھیر واسکنہ فی فرادیس جنانک اللھم وفقنا لرعایتہ تراثہ العظیم والسلوک علی مسلکہ القویم بحرمتہ نبیک الکریم رؤف رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم(۱) اصل مقالہ عربی میں ہے جس کا کچھ حصہ میں مرتب کرکے پیش کررہا ہوں۔

(۲) تمام ذی شعور احباب اہل سنت کو معلوم ہو کہ جمال الدین افغانی اور عبیداللہ سندھی اور انہی جیسے لوگوں پر ریسرچ کے سلسلہ میں ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں دی جارہی ہیں ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ مولانا رحمتہ اللہ علیہ کی ذات گرامی کو بھی اس فہرست میں شامل کرائیں اس لئے کہ آپ کا کام اس صدی کے مشاہیر کے کام سے کسی حیثیت سے کم نہیں واللہ الموفق

○ ○ ○

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net
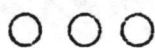
ازعلامہ محمّد احمد اعظمی مصباحی (مبارک پور، بھارت)

تعارف

جدّ الممتار علی ردّ المحتار

(جلد ثانی)

علامہ سید محمد امین بن عمر عابدین شامی (۱۱۹۸ء - ۱۲۵۲ھ) کا حاشیہ در مختار موسوم بہ رد المحتار فقہی دنیا کا ایک قیمتی سرمایہ ہے۔ اس میں انہوں نے در مختار کے مراجع کی مراجعت کا التزام کیا ہے اور حل مشکلات، ازالہ شبہات، دفع اعتراضات، ترجیح راجح، بیان اصح و اقویٰ کے ساتھ بے شمار جزئیات و مسائل اور بہت سی نادر تحقیقات و ایجادات کا اضافہ بھی کیا ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا کے تمام علمی و فقہی اداروں میں فقہ حنفی کے ایک قابل اعتماد مرجع کی حیثیت سے اس کا استعمال ہوتا ہے اور امام احمد رضا نے اس کا مرتبہ شروح کے برابر قرار دیا ہے۔ جیسا کہ جد الممتار اول کے تعارف میں اس کی تفصیل لکھ چکا ہوں۔

ایسے عظیم الشان اور جامع محاسن حاشیے کے کچھ پیچیدہ مقدمات کی توضیح و تشریح اور مشکلات سے متعلق کچھ تقریرات تو لکھی جاسکتی ہیں مگر اسپر کوئی گراں قدر اضافہ انتہائی مشکل ہے لیکن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ (۱۲۷۲ھ - ۱۳۴۰ھ) نے اس مشکل کو بڑی کامیابی کے ساتھ سر کیا ہے۔ مگر انکے حاشیہ کا طریقہ یہ نہ تھا کہ سب کاموں سے الگ تھلگ ہوکر کسی کتاب کو ہاتھ میں لیں اور اس سے متعلق تمام سابقہ شروح و حواشی کو سامنے رکھ کر نقل و تلخیص کرتے ہوئے ایک طویل حاشیہ تیار کردیں جیسا کہ ان کے معاصر بعض علماء کے سارے حواشی اسی نوعیت کے ملتے ہیں بلکہ ان کی عادت یہ تھی کہ جس کتاب کا بھی مطالعہ کرتے دوران مطالعہ اس پر حسب ضرورت کچھ تعلیقات و حواشی رقم کرتے جاتے اور جو کچھ لکھتے اس میں، ان کی ذاتی تحقیق و تدقیق کی کارفرمائی ضرور ہوتی اور ایسے مقامات و مسائل پر نہ لکھتے جن کی

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

کافی تحقیق و توضیح ماسبق مصنفین کے قلم سے سرانجام ہوچکی ہے بلکہ وہاں لکھتے جہاں مزید تحقیق و توضیح کی ضرورت ہوتی یا کوئی بڑی کمی محسوس ہوتی یا صاحب کتاب سے انہیں اختلاف ہوتا یا سابقہ توضیحات و تشریحات میں اضطراب و اختلال ہوتا' ایسے مقامات پر قلم اٹھاتے اور کم سے کم الفاظ میں دقیع اور اہم معانی پر مشتمل چند سطور تحریر فرماتے' کبھی یہ سطریں صفحہ در صفحہ اور اس سے زیادہ بھی ہوجاتیں لیکن جو کچھ لکھتے اس پر کوئی جدید تحقیق اور نئی افادیت ضرور ہوتی۔

اس کے برخلاف آج کے سطحی اور ظاہربین دور میں اپنی علمی وقعت ثابت کرنے کے لئے یہ ضروری سمجھاجاتا ہے کہ جہاں تک ہوسکے کتاب کا حجم اور اس کی ضخامت بڑھائی جائے اس غرض کی تکمیل کے لئے ایک لکھنے والا وہ ساری باتیں تلاش کرتا ہے جو اس سے پہلے کوئی لکھ چکا ہے اور اس کے موضوع سے اسے کوئی تعلق ہو پھر بے دریغ وہ اس سارے مضامین کو نقل کرتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ ایک ضخیم کتاب تیار ہوجاتی ہے اور مصنفین کی فہرست میں وہ اپنا نام درج کرالیتا ہے اب ظاہر بیں طبقہ جو کتاب کے حجم و ضخامت سے مصنفین کا قد ناپنے کا عادی ہو وہ اس نقل و اقتباس کو تو ایک اہم علمی خدمت قرار دیگا مگر ایک ماہر و تبحر عالم کی چند جامع و مختصر سطور کو اس ناقل و طول نویس کی ضخیم کتاب کے برابر بھی نہ رکھے گا اس سے فائق و بالاتر سمجھنا تو بہت دور کی بات ہے۔

حالانکہ اہل بصیرت ہمیشہ سے یہ دیکھتے ہیں کہ کتاب میں کتنا حصہ خود مصنف کا ہے اور کتنا دوسروں کا ہے اور ان کے نزدیک ایک جدت طراز محقق اور صاحب ایجاد مصنف کی جو قدر وقیمت ہوتی ہے وہ کسی ضخیم الکتاب ناقل و مرتب کی ہرگز نہیں ہوتی۔ صنعتی ماحول میں بھی ایک موجد کی جو حیثیت ہوتی ہے وہ ہزارہا ہزار نقالوں کے مجموعے کی نہیں ہوتی۔ اور بسا اوقات صرف ایک علمی یا صنعتی ایجاد و اختراع کسی انسان کو زندہ جاوید بنانے کے لئے کافی ہوجاتی ہے۔

اب آپ اگر امام احمد رضا قدس سرہ کے رشحات قلم دیکھیں تو ہر فن میں آپ کو ان کی بے شمار ایسی تحقیقات نظر آئیں گی جو ان سے پہلے کسی مصنف کے قلم سے رونما نہ ہوسکیں۔ یہ وہ کمال ہے جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے اور یہی وہ خصوصیت ہے جو امام احمد رضا اور عام ارباب تصنیف کے درمیان خط امتیاز کھینچتی ہے۔ ان دعووں کی تصدیق کے لئے میں امام موصوف کی دوسری کتابوں سے بھی بے شمار نمونے پیش کرسکتا ہوں لیکن میرے سامنے خود جدالممتار جلد ثانی میں ہی اتنے زیادہ شواہد موجود ہیں کہ وہی میری تصدیق کے لئے کافی سے زائد ہیں۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

ان شواہد کو منتشر طور پر پیش کرنے کے بجائے میں نے چند اقسام و اصناف میں تقسیم کردیا ہے اور ہر قسم کے تحت اس کے مناسب شواہد پیش کئے ہیں۔ ان شواہد میں بیشتر ایسے ہیں جو متعدد خوبیوں پر مشتمل اور کئی قسموں سے متعلق ہیں مگر ایک قسم کے تحت ذکر کردینے کے باعث پھر دوسری اقسام کے تحت ان کی تکرار سے قصداً اجتناب کیا ہے اگرچہ تکرار بھی ناروا اور بے فائدہ نہ ہوگی مگر جہاں ہر قسم کے تحت خود ہی شواہد کی کثرت ہو وہاں تکرار کی حاجت ہی کیا؟ ہاں ناظرین سے گزارش ہے کہ ان شواہد میں نمایاں تنوع محاسن کو ملحوظ خاطر ضرور رکھیں گے۔

اب پہلے فہرست اقسام ملاحظہ کیجئے پھر پوری سنجیدگی اور سکون قلب کے ساتھ ہر قسم کے تحت چند شواہد کا حسن دل آویز دیکھئے' اگر شوق علم اور ذوق طلب نے رفاقت کی تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ ضرور مسرور و محظوظ ہوں گے۔

(۱) فکر انگیز تحقیقات
(۲) کثیر جزئیات کی فراہمی یا مزید جزئیات کا استخراج
(۳) لغزش و خطا پر تنبیہات
(۴) حل اشکالات اور جواب اعتراضات
(۵) فقہی تبحر اور وسعت نظر
(۶) شرح و حاشیہ کے مراجع اور حوالوں میں اضافہ
(۷) غیر منصوص احکام کا استنباط
(۸) علم حدیث میں کمال اور قوت استنباط و استدلال
(۹) دلیل طلب احکام کے لئے دلائل کی فراہمی
(۱۰) مختلف اقوال میں تطبیق
(۱۱) مختلف اقوال میں ترجیح
(۱۲) اصول و ضوابط کی ایجاد یا ان پر تنبیہات اور رسم مفتی و قواعد افتا میں ہدایات
(۱۳) مختلف علوم میں مہارت اور فقہ کے لئے ان کا استعمال
(۱۴) مختصر الفاظ میں بیش قیمت افادات اور جدالممتار کا حسن ایجاز

ان عنوانات کے تفصیلی مطالعہ و مشاہدہ کے لئے کثیر صفحات کی ضرورت تھی مگر میں نے بہت اختصار سے کام لیتے ہوئے ہر عنوان کے تحت بہت کم شواہد پر اکتفا کی ہے بہت سی عبارتوں کی کافی تلخیص بھی کردی ہے خصوصاً درمختار اور ردالمحتار کی عبارتیں کم سے کم الفاظ میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے پھر بھی یہ تعارف جو ابتداً عربی میں لکھا تھا فل اسکیپ سائز کی باریک سطروں

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

پر مشتمل ۳۹ صفحات تک جا پہنچا' اس لئے اردو تعارف میں عربی عبارتیں (چند مختصر عبارتوں کے سوا) مکمل حذف کردیں اور صرف ترجمہ پیش کیا' ترجمہ میں سلاست و روانی اور وضاحت کا پاس و لحاظ رکھنے کے باوجود اصل الفاظ کی مکمل رعایت اور پابندی کی کوشش کی ہے مگر اردو کے عام قارئین کی سہولت کے پیش نظر بہت سے مقامات پر مختصر توضیح و تبصرہ بھی لکھنا پڑا ہے جس کے باعث عربی عبارتوں کو حذف و تلخیص کے باوجود بھی یہ مقالہ کافی ضخیم ہوگیا ہے جس میں میرا قصور کم یہ کتاب کے رنگا رنگ کمالات و محاسن کا دخل زیادہ ہے۔ **والحمدللہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات۔**

اب آیئے اس اجمال کے تفصیل کے لئے آگے بڑھیں اور نظارہ جمال سے دل و نگاہ کو کیف و سرور بخشیں۔

(۱) فکر انگیز تحقیقات فتاوی تاتار خانیہ باب صدقتہ الفطر میں ہے

"حسن بن علی سے اس عورت کے بارے میں سوال ہوا جس کے پاس جواہر اور موتیوں کے زیورات ہیں جنہیں وہ عید کے موقع پر اور شوہر کے سامنے آرائش کے طور پر پہنتی ہے' یہ تجارت کی غرض سے نہیں ہیں۔ کیا ایسی عورت پر صدقہ فطر واجب ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں جب بقدر نصاب ہوں------ اور اس سے متعلق عمر حافظ سے سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا اس پر کچھ واجب نہیں۔"

اس عبارت سے معلوم ہوا ہے کہ حسن بن علی کے نزدیک عورت کے موتی اور جواہر کے زیورات اگر نصاب کی تعداد کو پہنچ جائیں تو اس پر صدقہ فطر واجب ہے اور عمر حافظ کے نزدیک اس پر کچھ واجب نہیں۔ علامہ شامی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد اس سے درجہ ذیل نتیجہ نکالتے ہیں۔

"اس کا حاصل در حاصل اس بات میں اختلاف ہے کہ سونے چاندی کے علاوہ دیگر زیورات حاجت اصلیہ سے ہیں یا نہیں؟" (۲)

یعنی مذکورہ اختلاف کی بنیاد ایک دوسرے اختلاف پر ہے جو لوگ سونے چاندی کے علاوہ دیگر زیورات کو حاجت اصلیہ سے شمار کرتے ہیں ان کے نزدیک عورت پر صدقہ فطر اور زکاۃ نہیں اور جو حاجت اصلیہ سے شمار نہیں کرتے ان کے نزدیک اس پر صدقہ و زکاۃ ہے۔

اس پر امام احمد رضا رقمطراز ہیں۔

اقول اجمع اصحابنا علی ایجاب الزکوۃ فی الحلی' و لو کان من الحوائج الاصلیہ لم تجب' فلم یبق للخلاف محل" (۳)

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

میں کہتا ہوں ہمارے علمائے حنفیہ کا اس پر اجماع ہے کہ زیورات میں زکاۃ واجب ہے اگر یہ حاجت اصلیہ سے ہوتے تو زکاۃ واجب نہ ہوتی' تو کوئی جائے اختلاف نہ رہی۔

اس استدلال کی توضیح یہ ہے کہ حنفیہ کا اس پر اجماع ہے کہ سونے چاندی کے زیورات پر زکاۃ فرض ہے اس سے ثابت ہوا کہ زیورات حاجت اصلیہ سے نہیں' اس لئے کہ حاجت اصلیہ کے سامانوں پر زکاۃ فرض نہیں ہوتی۔ اور جب سونے چاندی کے زیورات حاجت اصلیہ سے نہیں تو ہیرے جواہر اور موتیوں کے زیورات بھی حاجت اصلیہ سے نہیں۔ لہٰذا یہ اگر نصاب کی مقدار کو پہنچ جائیں تو بلا اختلاف ان پر زکاۃ فرض ہوگی اور صدقہ فطر بھی واجب ہوگا۔

مختصر سی عبارت میں امام احمد رضا نے اختلاف و اشکال کی جو دلپسندیر عقدہ کشائی کی ہے وہ ان ہی کے قلم کا حصہ ہے۔ استدلال اتنا قوی' نادر اور فکر انگیز ہے کہ بصیرت جھوم اٹھتی ہے۔

(۲) کثیر جزئیات کی فراہمی یا مزید جزئیات کا استخراج

امام احمد رضا قدس سرہ کبھی ایک اصل کے تحت وہ بہت سے جزئیات جمع کردیتے ہیں جو مختلف کتب فقہ میں منتشر طور پر ملتے ہیں اور کبھی اصول کی روشنی میں نئے جزئیات کا بھی استخراج کرتے ہیں جس سے ان کی وسعت نظر اور قوت استنباط کا اندازہ ہوتا ہے۔

باب نکاح الکافر کے تحت ایک مسئلہ میں بحر شور کو ملحق دار الحرب کی مثال میں ذکر کیا گیا۔ اس کی وجہ **النہر الفائق** سے علامہ شامی نے نقل فرمائی کہ **"لا نہ لا قہر لاحد علیہ"** کیوں کہ وہ کسی کے زیر نگین نہیں(۴) جب وہ کسی کے زیر تصرف نہیں تو سلطنت اسلامیہ کے تصرف سے بھی باہر ہے جیسے دار الحرب اسلامی حکومت کی قلم رو سے باہر ہے۔ مگر یہ عہد قدیم کی بات تھی۔ کیا دور جدید میں بھی اسے یکسر دار الحرب سے ملحق ہی قرار دیا جائے گا؟ اس سوال کے پیش نظر جدالممتار میں موجودہ حکم اور اس کی دلیل بیان فرمائی ہے۔ لکھتے ہیں۔

اقول:۔ اس وقت بادشاہوں نے سمندروں کو باہم تقسیم کرلیا ہے اور ایک کے سمندر میں اس کی اجازت کے بغیر دوسرے کی کشتیاں نہیں چلتیں۔ اس صورت حال کے باعث تصرف ثابت ہے کیونکہ زمین پر بھی تصرف اس معنی میں ہوتا ہے۔(۵)

تو اب دار الحرب سے ملحق قرار دینے کی وجہ باقی نہ رہی بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ سمندر یا اس کا حصہ دار الاسلام یا دار الحرب کس کے زیر فرمان ہے جس کے تحت ہو صراحتہ اسی کا حکم اسے حاصل ہوگا۔

(۳) لغزش و خطا پر تنبیہات

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

جد الممتار میں اس کے شواہد بہت ہیں یہاں چند ملاحظہ ہوں۔

در مختار میں ہے کہ امام زیلعی نے حربی کے لئے نفل صدقہ کے جواز پر جزم کیا ہے(۶) اس پر جد الممتار میں ہے۔

سبحن اللہ صرح بتحریمہ (۷) سبحان اللہ انہوں نے اس کے حرام ہونے کی صراحت کی ہے۔

قنیہ میں ہے:۔ میں کہتا ہوں ہمارے زمانے میں تاتاریوں کے فتنہ عام کے بعد یہ ممالک جیسے خوارزم، ماوراء النہر، خراسان وغیرہ جن پر انہوں نے تسلط حاصل کرلیا اور اپنے احکام جاری کردیئے سب بحکم ظاہر دارالحرب ہوگئے۔ تو ان میں اگر شوہر اپنی بیوی پر اس کے ارتداد کے بعد قبضہ پالے تو وہ اس کا مالک ہوجائے گا اور اسے اس کی ضرورت نہ ہوگی کہ سلطان سے اس کو خریدے۔ تو غلامی کے حکم پر فتوی دیا جائے گا تاکہ ان جاہلوں مکاروں کے مکروکید کی جڑ کٹے۔ جیساکہ سیرکبیر میں ان کا اشارہ ملتا ہے۔

یہ عبارت در مختار میں مختصراً اور رد المحتار میں کاملاً" منقول ہے اس پر جد الممتار میں ہے۔

اقول:۔ اس عبارت میں دو باتیں محل نظر ہیں۔ ایک یہ کہ اس میں محض احکام کفر جاری ہوجانے کی "بنیاد" پر دارالاسلام کو دارالحرب قرار دے دیا۔ جب کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جب تک کوئی حکم اسلام باقی ہو دارالاسلام، دارالاسلام ہی رہتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ شوہر اور اس کی مرتدہ عورت دونوں ابھی دارالحرب میں ہیں شوہر کو اس پر قبضہ حاصل ہوگیا صرف اتنے ہی سے شوہر کو اس کا مالک قرار دے دیا جب کہ اس کو وہ ابھی دارالاسلام میں نہ لایا تو اس کا مالک کیسے ہوجائے گا؟ کتب مذہب اس لبریز ہیں (کہ تملک کے لئے دارالاسلام کی حد میں لانا شرط ہے) ملاحظہ ہو ھدایہ باب الغنائم، اور باب استیلاء الکفار سے ذرا پہلے ھدایہ و فتح القدیر اور در مختار کی عبارتیں۔"(۹)

(۴) حل اشکالات اور جواب اعتراضات

امام احمد رضا قدس سرہ نے جد الممتار میں جہاں اپنے پیش کردہ مصنفین کے سہو پر توجہ دلائی ہے وہیں کسی فقہی مسئلہ یا کسی عبارت پر اعتراض و اشکال کے جوابات بھی سپرد قلم فرماتے ہیں۔ یہاں بھی ان کی فقاہت اور دقت نظر کا کمال عیاں ہے۔

علامہ حلبی نے اقسام زمین کے بیان میں ایک قسم شمار کی ہے زمین مباح اور یہ وہ ہے جو نہ عشری ہو نہ خراجی، جیساکہ علامہ شامی نے تفصیلاً" ان سے نقل کیا۔ پھر یہ اعتراض کیا کہ یہ

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

کہنا کہ مباح وہ ہے جو نہ عشری ہو نہ خراجی۔ محل نظر ہے کیونکہ خانیہ، خلاصہ وغیرھا میں ایسی تصریح ہے کہ جس پہاڑ تک پانی نہیں پہنچتا اس کی زمین عشری ہے۔ اس اعتراض پر جدالممتار میں امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

اقول بل لانظر' کوئی جائے نظر نہیں۔ اس لئے کہ جب تک اس زمین کی کاشت نہ ہو اس میں نہ عشر واجب ہے نہ خراج اور جب اس میں کاشت ہوگی تو زمین جلائی کوئی اور ملکیت میں لائی جاچکی ہوگی اس وقت مباح نہ رہ گئی ہوگی اور حاشیہ و خلاصہ کی مراد یہ ہے کہ جس پہاڑ تک پانی نہیں پہنچتا اس کے کسی حصے میں کسی نے کھیتی کرلی تو اس میں عشر ہے' یہ مراد نہیں کہ پہاڑ میں مطلقاً عشر ہے اگرچہ وہاں نہ کاشت ہو نہ اور کچھ' خود ردالمختار میں ۷۸ پر آرہا ہے کہ مراد یہ ہے اگر اسے کام میں لایا گیا تو عشری ہے۔ اسی کی صراحت میں ۷۳ پر ہے۔ یہی نظر کا جواب اور حل ہے۔ ص ۳۹۴ ج ۳ میں بھی ذکر آنے والا ہے کہ علما نے تصریح فرمائی ہے کہ بیابان اور پہاڑ نہ عشری ہیں نہ خراجی۔

(۵) فقہی تبحر اور وسعت نظر

اب تک جو شواہد زیر تحریر آچکے ہیں ان کی روشنی میں امام احمد رضا کی وسعت نظر اور ان کا فقہی تبحر اہل علم پر مخفی نہ رہا اور اگلے مباحث و شواہد سے بھی اس کی مزید تائید اور تقویت ہوگی مگر میرا خیال ہوا کہ خاص اس عنوان کے تحت بھی کچھ پیش کردوں۔

رضاعت سے متعلق ایک مسئلہ ملاحظہ ہو۔ در مختار میں ہے کہ کسی عورت کا دودھ پانی یا دوا میں ملا دیا گیا اور بچے نے اس مخلوط دودھ کو پیا تو اس سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہوجائے گی اگر عورت کا دودھ غالب ہو یا دونوں برابر ہوں۔ مگر غلبہ کی تفسیر میں دو روایتیں ہیں۔ امام محمد سے یہ مروی ہے کہ خود دودھ کے بدل جانے کا نام دوسری چیز کا غلبہ ہے۔ اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ مزہ اور رنگ دو وصفوں کے بدلنے سے غلبہ متحقق ہوگا صرف ایک کے بدلنے سے نہیں ہوگا۔ یہاں بقول علامہ شامی کے شارح نے الدرالمنتقی میں دونوں روایتوں کے درمیان ایک تطبیق پیش کی ہے مگر امام احمد رضا نے اس پر کلام کیا ہے اور عالمگیری میں سراج وہاج سے ایک تیسرے قول کی ترجیح کا افادہ نقل کیا ہے جدالممتار میں اس پر بھی کلام ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں۔

"درمنتقی میں یوں تطبیق دی ہے کہ مخلوط چیز اگر دودھ ہی کی جنس سے ہو تو اس میں اجزا کے لحاظ سے غلبہ کا اعتبار ہوگا (جیسا کہ امام محمد سے مروی ہے) اور غیر جنس میں مزہ یا رنگ باہم

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

بدلنے کا اعتبار ہوگا جیسا کہ امام ابو یوسف سے مروی ہے۔ اس پر جدالممتار میں یہ تحریر فرمایا ہے۔

"اقول:۔ یہاں تطبیق کی گنجائش کہاں جب کہ دونوں اماموں سے ایک ہی چیز یعنی دوا سے متعلق روایت آئی ہے" اب رہی یہ تحقیق کے دونوں روایتوں کا تعلق دوا ہی سے ہے وہ جدالممتار میں نقل شدہ درج ذیل عبارتوں سے حاصل ہے۔

"خانیہ میں ہے۔ پھر امام محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے غلبہ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اگر دوا دودھ کے مزے اور رنگ کو بدل دے تو رضاعت نہ ثابت ہوگی اور اگر صرف ایک کے بدلے دوسرے کو نہ بدلے تو رضاعت ثابت ہوجائے گی۔ اور مجمع الانہر میں ہے۔ جنس میں اجزا سے غلبہ ہوگا اور غیر جنس میں اگر دوا دودھ کو نہ بدلے تو امام محمد کے نزدیک حرمت ثابت ہوتی اور اگر بدل دے تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔ اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اگر دودھ کے مزہ اور رنگ کو بدل دے تو رضاعت نہ ثابت ہوگی اور اگر صرف ایک کو بدلے تو رضاعت ثابت ہوجائے گی۔ جیسا کہ کفایہ میں ہے۔

جب یہ ثابت ہوگیا کہ دونوں روایتیں ایک ہی چیز سے متعلق ہیں اس لئے تطبیق کی گنجائش نہیں تو اب ترجیح کا معاملہ آتا ہے اس کے لئے پہلے امام احمد رضا نے مدار حرمت کی تعیین فرمائی ہے پھر یہ بتایا ہے کہ اس کی روشنی میں امام محمد کا قول ہی راجح ہے اور سراج وہاج میں جو ایک تیسرے قول کی ترجیح کا افادہ کیا وہ قابل اعتماد نہیں' فرماتے ہیں۔

"حرمت کا مدار اس پر ہے کہ "دودھ پی کر غذا حاصل ہوئی ہو" درر میں ہے گوشت کو نمو اور ہڈی کو اٹھان دینا ہی اس باب میں معتبر ہے" اور فتح القدیر میں فرمایا۔ "تغذی ہی مدار حرمت ہے۔ اور اسی میں یہ بھی ہے کہ دودھ جب پانی سے مغلوب ہو تو نمو دینے والا نہ ہوگا کیونکہ اس کی طاقت ختم ہوچکی ہوگی اور ثابت شدہ امر کے نہ ہوتے ہوئے محض گمان کا اعتبار نہیں۔ اور ــــــ اب رہی یہ بات کہ پینے ہی کے ذریعہ غذا حاصل ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ تحریم کا تعلق رضاعت سے ہے اور رضاعت کا اطلاق مشروب ہی پر ہوتا ہے ماکول پر نہیں۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ امام محمد کا قول راجح ہے۔ اسی لئے خانیہ میں اسے پہلے ذکر کیا ہے وہ اسی کو مقدم کرتے ہیں جو اظہر و اشہر ہو۔ تو ہندیہ میں جو سراج وہاج جو منقول ہے وہ اس کے معارض نہیں ہوسکتا۔ اس کی عبارت سے ایک تیسرے قول کی ترجیح مستفاد ہوتی ہے وہ یہ کہ کوئی بھی ایک وصف بدل جانے کا اعتبار ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ کسی عورت کا دودھ اگر ایک رطل لیا جائے اور شکر سے ملا دیا جائے جیسا کہ جانوروں کے دودھ میں معمول ہے اور اس کے ساتھ

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

تھوڑا سا زعفران بھی ملا دیا جائے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام ہی اوصاف بدل جائیں گے پھر بھی کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اگر وہ مخلوط دودھ کسی بچے کو پلایا تو اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی کیوں نہ ثابت ہوگی جب کہ بچے نے دودھ ہی پیا۔ شکر اور زعفران تو اس کے تابع ہیں وہ نہ تو دودھ کے سیال ہونے سے مانع ہوئے نہ اس کے ذریعے تغذی سے' نہ گوشت کو نمو دینے اور ہڈی کو اٹھان بخشنے سے------ اس تحقیق سے بحمدہ تعالیٰ واضح ہوگیا کہ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہی راجح ہے اور یہ کہ ان کے ارشاد کا معنی یہ ہے کہ دودھ لبنیت سے خارج ہوجائے اور اس سے خارج ہونا یوں ہوگا کہ سیال زدہ ہوجائے یا اس میں تغذی کی جو قوت ہے وہ ٹوٹ جائے۔ (بتلخیص)(۱۲)

اس تحقیق سے عیاں ہوتا ہے کہ ایک ایسا اختلاف جو علامہ طحاوی اور علامہ شامی اور ان سے بھی قبل صاحب نہر و صاحب درمنتقی وغیرہم کی جولانی قلم کا حامل رہ کر بھی نامنقح ہی تھا امام احمد رضا قدس سرہ نے کس مہارت' وضاحت اور جودت استدلال کے ساتھ اسے حل کردیا۔ اسے دیکھ کر ہر سلیم الفکر آسانی سے کہہ سکتا ہے کہ واقعی امام محمد ہی کا قول راجح ہے' وہی قابل اخذ اور لائق عمل ہے۔

(٦) مراجع اور حوالوں میں اضافہ

جدالممتار کے اندر ان حوالوں پر اضافہ بھی ملتا ہے جو در مختار' ردالمحتار وغیرہ میں دیئے گئے ہیں۔ اس اضافے کا مقصد کبھی تائید و تقویت ہوتا ہے۔ کبھی اس بات پر توجہ دلانی کہ جو اہم مرجع تھا اسے ترک کردیا گیا جب کہ اسے ذکر کرنا چاہئے ظاہر ہے کہ یہ کام فقہی وسعت نظر' اور مراجع و مصادر کے مراتب کے پاس و لحاظ کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اس کے کچھ شواہد تو ماسبق میں بھی گزر چکے ہیں چند یہاں خاص طور سے پیش کئے جاتے ہیں۔

○ "ولی نے باکرہ بالغہ کا نکاح کیا اور اسے خبر پہونچی تو مذکورہ دلالتوں سے اس کے اذن کا ثبوت اس سے مشروط ہے کہ وہ شوہر کو جان لے اور مہر کا جاننا شرط نہیں" اس کے ساتھ درمختار میں ہے "**وقیل یشترط**" اور کہا گیا کہ شرط ہے اس پر علامہ شامی نے فرمایا۔ اس کے ضعف کی جانب اشارہ ہے اگرچہ فتح القدیر میں اسی کو اوجہ کہا ہے کہ صاحب ھدایہ نے اول (عدم اشتراط) کو صحیح کہا ہے۔ اس کے تحت جدالممتار میں ہے۔

وکذا فی الخلاصۃ' والبزازیۃ' والوقایۃ' والاصلاح' والملتقی پھر اس کی تائید کے لئے ایک حدیث پاک بھی پیش کی ہے جس کا ذکر آگے آئے گا۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

○ مہر جاننے کی شرط ہونے والے مسئلہ میں درر میں ایک تفصیل ذکر کی اور اس کی تصحیح کافی سے نقل کی اس پر جدالممتار میں ہے

وکذا اصححہ فی الکفایتہ کما فی جامع الرموز' وفی الدرایتہ کما فی البحر "(۱۴)

لیکن امام ابن الھمام نے فتح القدیر میں اس کی تردید کی ہے جیساکہ در مختار میں ہے اس پر جدالممتار میں ہے "**قد اجبنا عنہ علی ہامشہ فراجعہ**" ہم نے فتح القدیر کے حاشیہ پر اس کا جواب بھی دے دیا ہے' تو اس کی مراجعت کرلی جائے۔ کاش یہ حاشیہ حاصل ہوتا تو اس سے استفادہ ممکن ہوتا۔

○ محمد بن شحنہ نے اپنے منظومہ میں لاوارث اموال کا مصرف مصالح مسلمین کو بتایا' جس پر علامہ شامی نے بہ تبعیت علامہ شرنبلالی نے توجہ دلائی یہ ہدایہ و زیلعی کے برخلاف ہے۔ مگر امام احمد رضا نے اسی کی تحقیق و تائید فرمائی جیساکہ عنوان تحقیقات کے تحت اس کی تفصیل گزری۔ پھر علامہ شامی نے لاوارث مالوں کا مصرف عاجز و بے چارہ فقرا کو بتاتے ہوئے حوالہ دیا ہے "کمافی الزیلعی وغیرہ" اس پر جدالممتار نے درج ذیل اضافہ کیا۔

"**نحوہ فی الھندیتہ اخر باب المصارف عن شرح الطحاوی۔ و فی خزانتہ المفتین اخر الزکاۃ برمز طح لہ ایضا۔ وفی البزاز یہ اخر الفصل الثالث فی العشر و الخراج و الجزیتہ من کتاب الزکاۃ - و عنھا فی زکاۃ الفتاوی الانقرویتہ' و واقعات المفتین' فی سیر مجمع الانھر اخر فصل فی احکام الجزیتہ و فی غنیتہ ذوی الحکام اخر فصل الجزیتہ من کتاب الجھاد عند التبیین وغیرہ۔**

(۷) غیر منصوص احکام کا استنباط

احکام کا استنباط اگرچہ مجتہد کی ذمہ داری ہے لیکن جدید مسائل اور نوپید معاملات میں ہمیشہ علمائے کرام کا یہ عمل رہا ہے کہ انہوں نے کتاب و سنت اور فقہائے کرام کے طے کردہ اصول و مسائل کی روشنی میں احکام کا استخراج کیا ہے۔ مگر یہ بھی ہرکس و ناکس کا کام نہیں بلکہ اس کا حق اسی کو پہنچتا ہے جو اس منصب کے لئے ضروری شرائط و علوم کا جامع ہو حدیث و فقہ کی چند کتابوں کا مطالعہ کرلینا ہرگز اس ذمہ داری کے لئے کافی نہیں۔

امام احمد رضا قدس سرہ بلاشبہ علوم و فنون میں مہارت کے ساتھ فقاہت کے نور اور استنباط کے ملکہ راسخہ سے سرفراز تھے اس لئے انہوں نے اپنی خداداد صلاحیت کے ذریعہ نئے مسائل میں بڑی وضاحت و قوت کے ساتھ احکام کا استخراج کیا ہے جس کی بے شمار مثالیں ان کے فتاوی

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ یہاں صرف جدالممتار جلد ثانی سے چند شواہد ہدیہ ناظرین ہیں۔

جب مجوسی زن و شوہر میں سے ایک' یا کتابی کی عورت اسلام لائے تو دوسرے پر بھی قاضی اسلام پیش کرے گا اگر وہ قبول کرلے تو ٹھیک (دونوں میں رشتہ زوجیت برقرار رہے گا) ورنہ قاضی دونوں کے درمیان تفریق کردے گا اور شوہر اگر باتمیز بچہ ہو تو اصح یہ ہے کہ بالاتفاق یہی حکم ہے اور بچی بھی بچے ہی کی طرح ہے۔ اور اگر بے شعور و تمیز ہو تو وقت تمیز کا انتظار کیا جائے گا اور اگر مجنون ہو انتظار نہیں کیا جائے کیوں کہ جنون کی کوئی حد اور انتہا نہیں بلکہ مجنون کے ماں باپ پر اسلام پیش کیا جائے گا ان میں سے جو مسلمان ہوجائے لڑکا اس کے تابع ہوگا اور نکاح باقی رہے گا اور اگر اس کے ماں باپ میں سے کوئی نہ ہو تو قاضی اس کی جانب سے ایک وصی مقرر کرکے اس کے خلاف فرقت کا فیصلہ صادر کردے ا۔ (تنویر در مختار)

یہاں تک تو فقہائے کرام نے بیان فرمایا ہے مگر کچھ حالات ایسے بھی سامنے آتے ہیں جن کے احکام کتب فقہ میں نہ آسکے اب ان کا استنباط ایک اہم کام ہے۔ مسئلہ بالا سے متعلق یہ تین سوالات پیدا ہوتے ہیں جن میں امام احمد رضا نے احکام مستنبط کرکے جوابات تحریر فرمائے ہیں۔ مسائل و احکام کا خلاصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

○ شوہر اگر مفقود ہو تو کیا اس کی آمد کا انتظار کیا جائے گا؟ اگر نہیں تو پھر اس پر اسلام پیش کرنے کی کون سی صورت ہوسکتی ہے؟ جب کہ اسلام لانے والی عورت سے ضرر دفع کرنا ضروری ہے' اگر یہ کہا جائے کہ اس کے والدین پر اسلام پیش کیا جائے تو اس کی کوئی وجہ نہیں اس لئے کہ اگر وہ مسلمان ہو بھی جائیں تو عاقل بالغ شخص اسلام کے حکم میں ان کے تابع قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اسکے جواب میں مسئلہ مجنون کی تعلیل کے مقتضی پر نظر کرتے ہوئے امام احمد رضا نے یہ حکم بیان کیا ہے کہ اس کی آمد کا انتظار نہیں کیا جائے گا بلکہ مسلمہ سے رفع ضرر کی خاطر قاضی زوج مفقود کی جانب سے ایک خصم مقرر کرکے اس کے خلاف فرقت کا فیصلہ صادر کردے گا۔ (تنویر ودر مختار)

(۸) علم حدیث میں کمال اور قوت استنباط و استدلال

جو بھی کمال فقاہت کا حامل ہو اور استدلال و استنباط کی غیر معمولی صلاحیت رکھتا ہو اس کے لئے علم حدیث کی مہارت ایک لازمی اور بدیہی چیز ہے علم حدیث میں رسوخ کے بغیر کوئی فقیہ نہیں ہوسکتا لیکن فقاہت کے بغیر محدث ہوسکتا ہے فقیہ احادیث کو بھی جانتا ہے اور یہ بھی جانتا

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

ہے کہ ان سے کہاں اور کس طرح استفادہ ہوسکتا ہے ساتھ ہی یہ کہ قوت وضعف' قبول ورد اور حسن وصحت کے لحاظ سے ان کا درجہ و مقام کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام شعبی اور امام اعمش جیسے جلیل القدر تابعی محدثین نے یہ فرمایا کہ "**نحن الصیادلہ و انتم یا معشر الفقہا الاطباء**" ہم علما ہیں اور اے فقہا تم طبیب ہو۔ اور امام اعمش نے سیدنا امام ابو حنیفہ سے یہ فرمایا۔ کہ " **وانت یا رجل اخذت بکلا الطرفین**" اور تم تو حدیث و فقہ دانوں کے جامع ہو۔

اس لئے حدیث پاک میں فقہا کی عظمت شان یوں ظاہر کی گئی ہے کہ "**من یرد اللہ خیرا یفقھہ فی الدین**" خدا جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے اپنے دین کا فقیہ بناتا ہے۔

علم حدیث میں امام احمد رضا کی مہارت و رسوخ کے ثبوت میں ان کے رسائل و فتاوی سے بے شمار شواہد و نظائر پر مشتمل ایک ضخیم کتاب پیش کی جاسکتی ہے لیکن مجھے یہاں صرف جدالممتار جلد ثانی سے شواہد پیش کرنا ہے وہ نذر قارئین ہیں۔

○ درج ذیل بحث ملاحظہ ہو جس میں امام احمد رضا کی فقاہت' استنباط و استدلال کی قوت اور فقہ و حدیث دونوں کی جامعیت عیاں طور پر نظر آئے گی۔

تنویر الابصار اور درمختار میں ہے (**ولا**) **یحل ان** (**یسئال**) **شیئا من القوت** (**من لہ قوت یومہ**) **بالفعل او بالقوۃ کالصحیح المکتسب۔ ویا ثم معطیہ ان علم بحالہ' لاعانتہ علی المحرم**

جس کے پاس آج کی خوراک بالفعل موجود ہے یا بالقوۃ مثلاً وہ تندرست کمانے کے لائق ہے (کہ اگرچہ اس کے پاس بروقت نہ ہو مگر وہ حاصل کرسکتا ہے اسی لئے اس کے پاس بھی خوراک موجود ہونے ہی کے حکم میں ہے) تو ایسے شخص کے لئے خوراک سے کچھ بھی مانگنا حلال نہیں' اور دینے والا اگر اس کی حالت سے آشنا ہے تو گنہگار ہوگا کیوں کہ حرام پر وہ مددگار ہے۔

یہاں متعدد مصنفین کرام کی توجہ مستغنی اور تندرست کمانے کے لائق مانگنے والے شخص کو کچھ دینے کی حرمت و عدم حرمت پر مبذول ہوئی ہے۔ علامہ شامی نے ان کی عبارتیں پیش کی ہیں اور خود بھی کچھ بحث کی ہے وہ لکھتے ہیں۔

شرح مشارق میں اکمل سے منقول ہے۔ ایسے مسائل کی حالت سے آگاہ ہوتے ہوئے اسے دینے کا حکم قیاساً یہی ہے کہ گناہ ہے کیونکہ یہ حرام پر اعانت ہے۔ لیکن دینے والا اسے ھبہ قرار دے دے۔ غنی یا غیر محتاج کو ھبہ کرنے سے گنہگار نہ ہوگا۔

اس پر علامہ شامی کہتے ہیں مگر اس میں خامی یہ ہے کہ غنی سے مراد وہ ہے جو مالک نصاب ہو' لیکن جو صرف ایک دن کی خوراک کے معاملے میں بے نیاز اور غنی ہے اس پر جو صدقہ ہوگا وہ ھبہ نہیں ہوسکتا بلکہ صدقہ ہی ہوگا' تو جس خرابی سے فرار تھا اسی میں پھر پڑگئے۔ اس

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

اعتراض کا افادہ صاحب نہر نے فرمایا۔

اور صاحب بحریہ لکھتے ہیں مگر قیاس مذکور کو یوں دفع کیا جاسکتا ہے کہ دینا حرام پر اعانت نہیں، اس لئے کہ حرمت تو سوال میں ہے اور سوال دینے سے پہلے ہوچکا۔ اب دینا اس پر اعانت نہیں۔ لیکن اگر صرف لینا ہی حرام ہو تو یہ جواب نہ بن سکے گا کیوں کہ لینا تو بہرحال دینے کے بعد ہوگا اور دینا اس میں معاون ہوگا۔

اب ان بحثوں پر امام احمد رضا کی جولانی قلم اور شوکت رد استدلال ملاحظہ ہو وہ لکھتے ہیں۔

اقول:۔ میں کہتا ہوں اس میں کوئی شک نہیں کہ آدمی اپنے مال سے غنی یا فقیر جس کو چاہے دے سکتا ہے اور اس کا دینا جائز ہے۔ کلام ہے تو اس میں کہ بلاضرورت سوال حلال ہے یا نہیں؟ یہ مانگنا بلاشبہ حرام ہے اور بے نیازی و مالداری جس قدر زیادہ ہوگی حرمت بھی اسی قدر شدید ہوگی۔ دینے والے کی جانب سے ہبہ ہو یا صدقہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اور اس سے سائل کو کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ **لاتحل الصدقتہ لغنی ولا لذی مرۃ سوی** مالدار اور صاحب قوت تندرست کے لئے صدقہ حلال نہیں۔ اسے امام احمد، دارمی، نسائی، ترمذی، ابوداؤد ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

اور ارشاد ہے۔ **من سئال الناس ولہ مایغنیہ، جاء یوم القیامتہ و سالتہ فی وجھہ خموش** جو شخص لوگوں سے سوال کرے باوجودے کہ اس کے پاس وہ چیز ہے جو اسے سوال سے بے نیاز کرتی ہے تو وہ روز قیامت اسی حالت میں آئے گا کہ اس کا سوال اس کے چہرے میں خراشوں کی شکل میں ہوگا۔ اس کو امام دارمی، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

اور ارشاد اقدس ہے **من سئال الناس اموالھم تکثر افانما یسئال جمر جھنم فلیستقل منہ اولیستکثر**۔ جو لوگوں سے ان کے مال کثرت و فراوانی حاصل کرنے کے لئے مانگے تو وہ جہنم کے انگارے طلب کررہا ہے اب چاہے وہ کم طلب کرے یا زیادہ طلب کرے۔ اس کو امام احمد، امام مسلم اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

اور فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ **من سئال من غیر فقر فانما یاکل الجمر**۔ جو بغیر نادارں کے سوال کرے وہ انگارے کھانے والا ہے۔ اسے امام احمد، ابن خزیمہ، اور مختارہ میں ضیاء نے جشی بن جنادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے .سند صحیح روایت کیا۔

اگر آپ اسے نادار مانتے ہیں تو بنیاد پہلے ہی منہدم ہے اور نادار نہیں مانتے تو ان احادیث

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

سے آپ پر اعتراض وارد ہوگا۔

مختصر یہ کہ حرمت سوال کی جانب سے آئی ہے' ابتدأ عطا کرنے کی جہت سے نہیں۔ اور اس عطا کو ہبہ ٹھہرا دینے سے وہ حرمت سوال دفع نہیں ہوسکتی۔ اس تحقیق سے واضح ہوا کہ امام اکمل کا کلام اور بحر و نہر و شامی کی جانب سے اس کا رد سبھی اصل بحث سے الگ ہے۔

مزید فرماتے ہیں۔ جب ہمارا اپنے زمانے میں مشاہدہ ہے کہ کچھ لوگوں نے گداگری کو پیشہ بنالیا ہے۔ اور اس کے ذریعہ بہت ساری دولت سمیٹ رکھی ہے۔ اس حال پر وہ پروان چڑھتے ہیں' اور اس میں زندگی گزارتے ہیں' تندرست' توانا' ہٹے کٹے' بے نیاز و مالدار ہوتے ہیں۔ اگر ان سے کہا جائے کہ مانگنا حرام ہے تو جواب ملے گا کہ "نہیں یہ تو ایک پسندیدہ کسب اور پیشہ ہے" اس میں کوئی شک نہیں کہ اس حرام جلی میں ان کی انتہا بلکہ اسے حلال تک سمجھ لینا صرف اسی لئے ہے کہ لوگ ان کو دیتے رہتے ہیں' اگر لوگ باز آجائیں تو ناچار وہ ترک سوال پر مجبور ہوں گے۔ اس لئے کہ جو یوں ہی مانگتا پھرے اور اسے کوئی حبہ بھی دینے والا نہ ملے لامحالہ وہ مانگنا چھوڑ دے گا اور کسی حلال کمائی کی جانب رجوع کرے گا۔ تو بلاشبہ اس دینے میں اس حرام پر ان کی اعانت ہے۔

امام احمد رضا نے اس تحقیق بالغ میں پہلے تو اس نزاع کو یک لخت ساقط قرار دیا ہے کہ اس عطا کو صدقہ یا ہبہ قرار دینے سے مسئلہ پر کوئی اثر پڑ سکتا ہے۔ اور یہ واضح فرما دیا ہے کہ بلا سوال اپنے طور پر کوئی بھی شخص اپنے مال سے مالدار یا نادار کسی کو بھی دے دے تو یہ بلاشبہ جائز ہے۔

پھر احادیث کریمہ پیش کرکے اس بنیاد کو واضح و روشن کردیا ہے کہ بے ضرورت سوال حرام ہے۔ پھر یہ ثابت کیا ہے کہ گداگروں کو دینے میں اس سوال حرام پر اعانت قطعی یقینی ہے تو اس دینے کا حرام ہونا لازمی و بدیہی ہے۔

یہاں حدیث پر وسعت نظر کے ساتھ استدلال کی ندرت' کلام میں اختصار و جامعیت اور بیان میں ظہور و وضوح کے جو کمالات یکجا ہیں وہ اہل بصیرت پر مخفی نہ ہوں گے۔

(۹) دلائل کی فراہمی

احکام کے لئے دلائل کی فراہمی بڑے علم و تبحر کی مقتضی ہے مگر گزشتہ مباحث سے معلوم ہوچکا ہے کہ یہ مشکل بھی امام احمد رضا نے بڑی کامیابی کے ساتھ سر کی ہے۔ کہیں دلیل مذکور نہیں ہوتی تو دلیل لاتے ہیں اور کہیں دلیل ہوتی ہے تو تائیداً مزید دلائل بھی فراہم کرتے ہیں۔ علم حدیث سے استنباط و استخراج کے تحت اس کے متعدد شواہد پیش ہوچکے ہیں یہاں اور درج

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

کئے جاتے ہیں۔

(۱) ردالمحتار میں ہے۔ اگر پانچ اچھے دراہم کی جگہ پانچ کھوٹے دراہم جن کی قیمت کھرے چار دراہم ہی کے برابر ہوتی ہے تو شیخین (امام اعظم و امام ابویوسف) کے نزدیک جائز ہے اور مکروہ ہے۔(۱۹)

دلیل کراہت کے تحت جدالممتار میں ہے۔ **لقولہ تعالیٰ ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ** (۲۰) پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ "اے ایمان والو! اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو' اور اس میں سے جو ہم نے تمھارے لئے زمین سے نکالا' اور خاص ناقص کا قصد نہ کرو کہ دو تو اس میں سے' اور تمھیں ملے تو نہ لوگے' جب تک اس میں چشم پوشی نہ کرو' اور جان رکھو کہ اللہ بے پروا سراہا گیا ہے۔" (۲۶۷ بقرہ)

(۲) نہر اور فتح میں مذکور ہے کہ جامع مسجد میں اعتکاف افضل ہے اور کہا گیا کہ افضل اس وقت ہے جب اس میں جماعت سے نمازیں ہوتی ہوں اگر یہ بات نہ ہو تو اپنی مسجد ہی میں اعتکاف بہتر ہے تاکہ نکلنے کی ضرورت نہ پڑے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس کے محلّہ کی مسجد میں بھی جماعت نہ ہوتی ہو تو کیا حکم ہے؟ جدالممتار میں اس سوال کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ایسی حالت میں بھی مسجد محلے میں اعتکاف اس جامع مسجد میں اعتکاف سے بہتر ہے جس میں پنج گانہ نمازوں کی جماعت نہ ہوتی ہو۔ یہ تو جواب ہوا' اس کی دلیل بھی چاہئے وہ حسب ذیل ہے۔

اس لئے کہ اقامت جماعت کے لئے اسے اپنے محلّہ کی مسجد سے نکلنا نہ پڑے گا کیونکہ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر مسجد محلّہ معطل اور غیر آباد ہوجائے تو افضل یہ ہے کہ اس میں تنہا نماز ادا کرے، اس لئے کہ اس سے حق مسجد کی ادائیگی ہوگی یہاں ایک نئے مسئلہ کے لئے حکم کا استنباط بھی ہے اور دلیل کی فراہمی بھی۔

○ درمختار میں ہے کہ "پہلا پھل پیش کرنے والے کو زکاۃ دے دی تو جائز ہے لیکن اگر بدلہ میں دینے کی صراحت کردی تو جائز نہیں۔" مگر معتمد یہ ہے کہ اس صراحت کے باوجود زکاۃ ادا ہوجائے گی۔ بدلہ میں دینے کی تصریح کے وقت عدم جواز کی علت علامہ شامی نے ظاہر کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس نے دل میں اگرچہ زکاۃ کی نیت کی مگر زبان سے ایسے لفظ کی صراحت کردی جو اس نیت سے ہم آہنگ نہیں اس لئے اس کی نیت ساقط ہوگئی۔ ان کی عبارت یہ ہے۔ "**بخلاف لفظ العوض اذ لا عمل للنیتہ المجردۃ مع اللفظ الغیر الصالح لھا**"

امام احمد رضا تعلیل مذکور پر تنقید فرماتے ہوئے قول معتمد کو مبرھن فرماتے ہیں۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

اقول:- میں کہتا ہوں جہاں لفظ کی ضرورت ہے وہاں واقعتاً معاملہ ایسا ہی ہے لیکن جہاں صرف نیت ہی مطلوب ہے وہاں لفظ کے خلاف نیت ہونے سے کچھ ضرر نہیں، دیکھئے جس نے ظہر کی نماز ادا کی اور دل میں ادائے ظہر ہی کی نیت رکھی۔ مگر زبان سے کہا **نویت ان اصلی صلاۃ العصر** میں نے نماز عصر ادا کرنے کی نیت کی، تو بھی اس کی نماز قطعاً صحیح ہوئی۔

اب رہا زکاۃ کا مسئلہ تو یہاں بھی معلوم ہے کہ الفاظ کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں، اعتبار صرف نیت کا ہے (تو لفظ نیت کے برخلاف ہو جب بھی زکاۃ کی صحت میں کوئی شبہ نہیں)

یہ امام احمد رضا کے طرز استدلال کا کمال ہے کہ ایک نظری مسئلہ کو ایسے بدیہی، یقینی اور دو ٹوک انداز میں ثابت کردیا جیسے کوئی اشکال ہی نہ تھا۔

(۱۰) مختلف اقوال میں تطبیق

مختلف اقوال میں صحیح تطبیق اور ان سب کا ایسا معنی بیان کردینا جس سے اختلاف ہی ختم ہوجائے اور سب مناسب صورتوں پر منطبق ہوجائیں بڑی مہارت اور وسعت نظر کا طالب ہے مگر امام احمد رضا کی تصانیف اور ان کی فکر انگیز تحقیقات میں بڑی فراوانی کے ساتھ اس مہارت کا نظارہ کیا جاسکتا ہے۔

○ بعض علماء نے فرمایا کہ حج مبرور سے کبیرہ گناہ مٹ جاتے ہیں مگر مظالم و تبعات جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے وہ بندوں کے معاف کرنے یا ادائیگی و واپسی کے بغیر نہیں ملتے۔ اور بعض حضرات اس کے قائل ہیں کہ حج مظالم و تبعات کا بھی کفارہ ہوجاتا ہے مگر امام قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ سوائے توبہ کے کوئی عمل کبائر کا کفارہ نہیں ہوسکتے۔ اس اجماع منقول اور حج کے کفارہ کبائر ہونے میں کھلا ہوا تضاد ہے جیسا کہ علامہ شامی رقم طراز ہیں۔

ثم اعلم ان تجویزھم تکفیر الکبائر بالھجرۃ والحج مناف لنقل عیاض الاجماع علی انہ لا یکفرھا الا التوبۃ و کذا اینما فیہ عموم قولہ تعالی۔ ویغفر مادون ذالک لمن یشاء(۲۵)

علامہ شامی دو منافات کا ذکر کرتے ہیں ایک تو یہ کہ امام قاضی عیاض اجماع سے نقل فرماتے ہیں کہ سوا توبہ کے کوئی چیز کبائر کا کفارہ نہیں ہوسکتی اور وہ بعض علماء اس کے قائل ہیں کہ حج اور ہجرت کبیرہ گناہوں کا کفارہ ہوجاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ باری تعالی کا ارشاد ہے کہ اللہ شرک کو نہیں بخشتا اور جو اس کے نیچے ہے اسے جس کے لئے چاہے معاف کردیتا ہے اس ارشاد کے عموم سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کے بغیر بھی شرک کے نیچے سارے ہی کبائر و مظالم کی مغفرت ہوسکتی ہے۔ یہ بھی اس اجماع منقول کے برخلاف ہے۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

امام احمد رضا قدس سرہ یہ دونوں ہی تضاد بڑی وضاحت' وثوق اور قطعیت کے ساتھ دفع کرتے ہوئے صورت تطبیق ظاہر کرتے ہیں جو ان کی دقت نظر اور کمال مہارت کا ایک دلکش نمونہ ہے اول سے متعلق رقم طراز ہیں۔

میں کہتا ہوں اہل سنت کا اجماع ہے کہ ہر گناہ سے عفو ممکن ہے' اور بہت سے کبائر سے بغیر توبہ کے عفو واقع ہے تو امام قاضی عیاض نے جو اجماع نقل کیا ہے اس کا ہر گز یہ معنی نہیں ہوسکتا کہ بغیر توبہ کے کبائر سے عفو ممکن نہیں' نہ ہی یہ کہ بغیر توبہ کے عفو واقع نہیں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ قطعی اور یقینی طور پر توبہ کے سوا کوئی عمل کبائر کا کفارہ نہیں ہوسکتا۔ یہ اجماع ان حضرات کے ذرا بھی خلاف نہیں جو قطعی نہیں بلکہ ظنی طور پر اس بات کے قائل ہیں کہ ہجرت اور حج کبائر کا کفارہ ہوجاتے ہیں۔ اور وہ قطعی طور پر یہ کہہ بھی نہیں سکتے کیونکہ یہاں سوائے ظنیت کے قطعیت کی گنجائش ہی نہیں۔(۲۶)

یہاں امام احمد رضا قدس سرہ نے امام قاضی عیاض کے نقل کردہ اجماع کا معنی اہل سنت کے ایک دوسرے معروف و مشہور اجماع کی روشنی میں متعین کیا ہے وہ یہ کہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ فضل الٰہی سے ہر گناہ کی بخشش ممکن ہے اور بعض کبیرہ گناہوں سے بغیر توبہ کے مغفرت صرف ممکن ہی نہیں واقع بھی ہے۔ اس اجماع کے ہوتے ہوئے مذکورہ اجماع کا معنی اس کے برخلاف ہرگز نہیں ہوسکتا' نہ تو اس کا یہ معنی ہوسکتا ہے کہ بغیر توبہ کے کسی چیز کے کفارہ کبائر بننے کا امکان نہیں' نہ یہ کہ کفارہ کبائر ہونے کا وقوع نہیں' بلکہ یہ معنی ہوگا کہ کسی چیز کا کفارہ کبائر ہوجانا اور اس سے ان گناہوں کا مٹ جانا قطعی و یقینی نہیں۔ اب جو حضرات حج و ہجرت کو کفارہ کبائر مانتے ہیں وہ یہ نہیں کہتے کہ قطعاً یقیناً ان سے سارے گناہ مٹ جائیں گے بلکہ محض ظنی طور پر مانتے ہیں کیونکہ یہاں حکم قطعی کا موقع ہی نہیں۔ اس لئے مذکورہ اجماع اور ان علما کے مذہب میں کوئی تضاد نہیں۔ بلکہ دونوں میں موافقت ہے۔

اب رہا آیت کریمہ اور اجماع مذکور میں منافات کا معاملہ جو علامہ شامی نے پیش کیا' اس کے جواب میں امام احمد رضا رقم طراز ہیں۔

اقول۔ لا منافاۃ کما نبھنا' فالایۃ فی الجواز' و کلام القاضی مجھول علی القطع(۲۷)

یعنی آیت کریمہ میں امکان مغفرت کی بات ہے' اور امام قاضی عیاض کے کلام میں کسی عمل کے قطعی طور پر کفارہ کبائر ہونے کی نفی ہے لہٰذا کوئی منافات نہیں مزید وضاحت یہ ہے کہ آیت کریمہ کا معنی یہ ہے کہ خدا کی قدرت میں ہے کہ شرک کے سوا ہر گناہ کو بخش دے اگرچہ گنہگار نے مرنے سے پہلے توبہ نہ کی ہو' اس کا فضل ہر گناہ و خطا کو محو کرسکتا ہے۔ اس ارشاد کا یہ معنی

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

نہیں کہ قطعاً وہ ہر گناہ کو بخش دے اور کسی خطا پر کوئی سزا نہ دے گا بلکہ اس میں صرف امکان منفرت اور قدرت عفو کا بیان ہے اور نقل شدہ اجماع کا معنی یہ ہے کہ کسی عمل سے کبیرہ گناہوں کا محو ہوجانا قطعی و یقینی نہیں، محو ہونے کا امکان ضرور ہے اور بعض میں وقوع بھی۔ اس طرح یہاں بھی کوئی منافات نہیں بلکہ موافقت اور مطابقت ہے۔

(۱۱) مختلف اقوال میں ترجیح

مختلف اقوال میں ترجیح بڑا اہم کام ہے جسے اجلہ فقہا اور ائمہ ترجیح نے اپنی فقاہت اور وسعت علم کے سہارے بڑی عالی ہمتی سے انجام دیا ہے لیکن جہاں ان سے کوئی ترجیح منقول نہ ہو یا جہاں مختلف ترجیح و تصحیح منقول ہو وہاں یہ کام اور زیادہ کٹھن اور مشکل ہوجاتا ہے مگر یہاں بھی قلم امام احمد رضا کی فقاہت اور تبحر علم کو ہزارہا ہزار خراج تحسین و عقیدت پیش کرنے پر مجبور ہے کہ انہوں نے اس دشوار ترین مرحلے کو بھی بڑی کامیابی کے ساتھ سر کیا ہے۔ وہ اقوال اور دلائل، یوں ہی ترجیحات و مرجحین اور دلائل و روایات پر نگاہ تنقید و تدقیق کے بعد اپنی بے پناہ مہارت اور خداداد فقاہت و بصیرت کے نتیجے میں کسی ایک قول کی معقول و مدلل ترجیح کی راہ نکال لیتے ہیں اور ایسے معتمد اصول و قواعد اور واضح وقوی دلائل کے ساتھ کہ سوائے تسلیم و قبول چارہ کار نہیں۔ نظارہ شواہد ہدیہ ناظرین ہیں۔

○ مال نصاب پر سال گزر گیا اور زکاۃ فرض ہوگئی اس کے بعد مالک نے ایک حصہ نصاب خیرات کے طور پر دے ڈالا تو جس قدر اس نے صدقہ کردیا اس حصے کی زکاۃ اس سے ساقط ہوگئی یا اس پر صدقہ کئے ہوئے حصے اور باقی ماندہ حصے سب کی زکاۃ ادا کرنا فرض ہے امام ابو یوسف کے نزدیک سب کی زکاۃ دینا فرض ہے اور امام محمد کے نزدیک جتنا حصہ خیرات کردیا اس کی زکاۃ ساقط ہوگئی۔ ترجیح کیسے ہے، وہ جد الممتار کے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔

سب کی زکاۃ دینا فرض ہے اس پر متن وقایہ اور اصلاح میں امام ابو یوسف کا حوالہ دیتے ہوئے اکتفا کی ہے، ایضاح میں امام محمد کی جانب مخالفت کی نسبت کی ہے، نقایہ، کنز الدقائق، اور تنویر الابصار میں اس پر جزم کیا ہے اور امام محمد کے قول کی طرف اشارہ بھی نہ کیا۔ ہدایہ، خانیہ اور ملتقی میں اسی کی ترجیح کا افادہ کیا۔ امام زیلعی نے تبیین الحقائق میں امام محمد کی دلیل کے بعد امام ابو یوسف کی دلیل ذکر کی اور امام محمد کی دلیل کا جواب دیا۔ یہ دس ہوئے۔

صدقہ کردہ حصے کی زکاۃ ساقط ہوجائے گی اسی پر خزانۃ المفتین میں شرح طحاوی سے نقل کرتے ہوئے جزم کیا اور امام ابو یوسف کے قول سے کوئی تعرض نہیں کیا، اسی طرح ہندیہ میں اس پر اعتماد کیا، ہندیہ اور قہستانی نے زاہدی سے نقل کیا کہ یہی اشبہ ہے، اور اسی کے مثل

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

امام ابو حنیفہ سے بھی ایک روایت ہے' قہستانی نے یہ بھی اضافہ کیا کہ اس کے مثل امام ابو یوسف سے بھی ایک روایت ہے جیسا کہ خزانہ میں ہے۔ طحطاوی نے ابو السعود سے انہوں نے اپنے شیخ سے نقل کیا کہ امام اعظم اس مسئلہ میں امام محمد کے ساتھ ہیں' یہاں اس کے ارجح ہونے کی گویا تصریح ہے۔

اس تفصیل کے بعد دونوں ترجیحوں میں سے کسی ایک کو ارجح قرار دینے کا مسئلہ سامنے آتا ہے اس کے تحت جد الممتار میں لکھتے ہیں۔

بالجملہ یہ (یعنی سقوط) اس سے مؤید ہے کہ شیخین سے ایک روایت ہونے کی بنیاد پر یہ تینوں ائمہ کا قول ہے' اور اس سے بھی کہ اس کی تصحیح کی صراحت آئی ہے۔ (زاہدی نے اسے اشبہ کہا ہے جب کہ قول دیگر سے متعلق لفظ اصح یا اشبہ کے ذریعہ یہ تصریح نہیں بلکہ افادہ تصحیح ہے وہ اس طرح کہ صاحب ہدایہ نے اس کی دلیل مؤخر ذکر کی' اور ان کی عادت یہ ہے کہ جو قول ان کے نزدیک مختار ہوتا ہے اس کی دلیل بعد میں لاتے ہیں اسی طرح امام زیلعی نے امام ابویوسف کی دلیل مؤخر ذکر کی اور امام محمد کی دلیل کا جواب دیا' اور خانیہ و ملتقی میں امام ابویوسف کا قول پہلے ذکر کیا اور ان کی عادت یہ ہے کہ جو قول ان کے نزدیک مختار ہوتا ہے اس کا ذکر مقدم رکھتے ہیں) پھر فرماتے ہیں۔

"لیکن ان حضرات کی جلالت شان سے غفلت نہ رہے جنہوں نے قول اول کی ترجیح کا افادہ فرمایا ہے' ساتھ ہی متون معتمدہ کا اعتبار بھی اسی پر ہے' علاوہ ازیں اس کی دلیل بھی زیادہ قوی ہے اور فقراء کے لئے انفع بھی وہی ہے تو ہمارے علم میں امام ابویوسف کا قول ہی ارجح ہے۔" (۲۸)

معلوم ہوا کہ چار باتوں کی وجہ سے قول امام ابو حنیفہ ارجح ہے (۱) جن حضرات نے ان کے قول کی ترجیح کا افادہ کیا وہ زیادہ جلیل الشان ہیں' زاہدی و قہستانی کا ان کے مقابل کیا اعتبار؟ (۲) اسی پر اعتماد متون ہے۔ اور اعتماد متون کا باب ترجیح میں نہایت بلند مقام ہے۔ (۳) اس قول کی دلیل زیادہ قوی ہے۔ (۴) اس کا حکم فقراء کے لئے انفع ہے۔ ان چار امور کا اجتماع قطعی طور پر یہ فیصلہ چاہتا ہے کہ یہی قول معتمد اور ارجح ہے۔

(۱۲) اصول و ضوابط کی ایجاد یا ان پر تنبیہات اور رسم مفتی و قواعد افتا میں ہدایات

(الف) امام احمد رضا قدس سرہ کبھی بہت سے جزئیات کی روشنی میں کوئی ضابطہ اور عام قاعدہ وضع کرتے ہیں اور کبھی مقررہ اصول و قواعد پر تنبیہہ کرتے ہیں اور کبھی نصوص کی روشنی میں

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

قواعد وضع کرتے ہیں۔ ان سب کے شواہد ان کے فتاوی میں کثرت سے ملیں گے۔ یہاں جدالممتار سے مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

○ مشہور یہ ہے کہ بیع فاسد و باطل میں تو فرق ہے مگر نکاح فاسد و باطل میں کوئی فق نہیں اور صحیح یہ ہے کہ ان دونوں میں بھی متعدد احکام میں فرق ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں۔ دونوں میں سوائے عدت کے اور کسی چیز میں فرق نہیں۔ اس پر جدالممتار میں ہے۔ بلکہ متعدد چیزوں میں فرق ہے۔ (دوم) یہ کہ فاسد میں ثبوت نسب ہوتا ہے اور باطل میں نہیں ہوتا (سوم) فاسد میں مہر مثل واجب ہوتا ہے مگر وقت عقد جتنا ذکر کیا تھا اس سے زیادہ نہ دیا جائے گا۔ اور باطل میں مہر مثل واجب ہوگا جتنا بھی ہو' کیونکہ یہاں عقد کے وقت باندھنا باطل قرار پایا تو گویا کسی مہر کا نام ہی نہ لیا گیا۔ (چہارم) نکاح فاسد میں فساد ملک ہوتا ہے۔ اور باطل میں عدم ملک وہ اس لئے کہ باطل کا شرعاً کوئی وجود ہی نہیں' اگرچہ عقد باطل کی صورت ظاہر کا دفع حد میں اعتبار ہوگیا ہے۔ (پنجم) نکاح فاسد میں وطی حرام ہے' زنا نہیں اور باطل میں محض زنا ہے اگرچہ اس پر حد نہ جاری ہو کیونکہ یہ زنا موجب حد نہیں تو اس پر آخرت میں زانیوں کا عذاب ہوگا اور اول پر اس کا عذاب ہوگا جس نے زنا سے کمتر کسی حرام کا ارتکاب کیا۔ (ششم) مجھے یہ خیال بھی ہوتا ہے کہ فاسد کے برخلاف باطل میں متارکہ کی کوئی ضرورت نہیں' اس لئے کہ معدوم کے لئے کوئی حکم نہیں ہوتا۔ مختصراً (۱۱۱)

نکاح فاسد و باطل کے درمیان فرق میں یہ ضوابط یکجا کہیں نہ ملیں گے۔ بلکہ متفرقاً ان سب کا ملنا مشکل ہے۔

(۱۳) مختلف علوم میں مہارت اور فقہ کے لئے ان کا استعمال

امام احمد رضا قدس سرہ جہاں علوم دینیہ تفسیر' حدیث' رجال' فقہ' اصول تفسیر' حدیث و فقہ وغیرہ میں یکتائے روزگار تھے وہیں لغت' ہیاۃ' نجوم' توقیت' حساب وغیرہ جیسے علوم و فنون میں بھی ماہر و یگانہ تھے۔ ہر فن سے متعلق ان کی تصانیف بھی ہیں جو ان کی جلالت شان اور عظمت مقام کی منہ بولتی دلیل ہیں۔ مزید حیرت انگیز امر یہ ہے کہ ان کی تصانیف محض جمع و تالیف پر مشتمل نہیں بلکہ ہر فن میں ان کی بہت سی ذاتی تحقیقات و ایجادات بھی ہیں' یہ وہ امتیاز ہے جو بہت کم افراد کو نصیب ہوتا ہے۔

ان علوم میں انہیں جو مہارت تھی اسے انہوں نے فقہ و فتاوی اور عقائد و کلام وغیرہ کے دقائق و رموز کے حل میں بھی استعمال کیا ہے جس کے مناظر ان کی تصانیف میں کثرت سے دیکھے جاسکتے ہیں۔ یہاں صرف جدالممتار جلد ثانی سے شہادت ہدیہ ناظرین ہے۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

○ امام سبکی شافعی نے فرمایا ہے کہ اگر گواہان عادل مہینے کی تیسویں رات کو رویت ہلال کی شہادت دیں اور اہل حساب یہ بتائیں کہ اس رات کو رویت ممکن نہیں تو اہل حساب کے قول پر عمل کیا جائے گا اس لئے کہ حساب قطعی ہے اور شہادت ظنی ہے۔

شہاب الدین رملی کبیر سے امام سبکی کے اس قول سے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ عمل اسی پر ہوگا جس کی بینہ نے شہادت دی' اس لئے کہ شریعت نے شہادت کو یقین کے درجے میں رکھا ہے اور امام سبکی نے جو فرمایا وہ غیر مقبول ہے' متاخرین کی ایک جماعت نے اسے رد کردیا ہے۔ (ملتقطا" من رد المحتار)

اس پر جد الممتار میں ہے اقول! **الحق--- ان شاء اللہ تعالی--- التفصیل معاملہ** یہ ہے کہ یہاں دو باب ہیں (۱) باب قواعد رویت ہلال (۲) سیر شمس و قمران کے طلوع وغروب اور منازل قمر کا باب۔

اول کا تو کوئی اعتبار نہیں' اس لئے کہ خود ان کا اس باب میں کثیر اختلاف ہے اور کسی قطعی قول تک ان کی رسائی نہیں ہوسکی ہے۔ جیساکہ آشنائے فن سے مخفی نہیں' اسی لئے مجسطی میں اس کی کوئی بحث ہی نہیں رکھی باوجودیکہ اس میں متحیرہ اور ثوابت کے ظہور و خفا پر بھی کلام کیا ہے' یہ اس وجہ سے کہ انہیں معلوم تھا کہ رویت ہلال ایسی چیز ہے جو ضوابط کی گرفت سے باہر ہے یہی وہ باب ہے جسے ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالی عنہم نے رد کردیا ہے۔

اور ثانی بلاشبہ یقینی ہے اس پر قرآن عظیم کی متعدد آیتیں شاہد ہیں جیسے ارشاد باری۔

الشمس والقمر بحسبان سورج اور چاند ایک حساب سے ہیں (۵۔ رحمٰن) **والشمس تجری لمستقر لھا ذالک تقدیر العزیز العلیم** اور سورج اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے چلتا ہے' یہ حکم ہے زبردست علم والے کا(۳۸۔ یس) **والقمر قدرنہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم** "اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ پھر ہوگیا جیسے کھجور کی پرانی ڈال۔" (۳۹۔ یس)

تو اگر اہل حساب علمائے عادل باب اول کی بنیاد پر یہ کہیں کہ رویت ممکن نہیں اور بینہ عادلہ رویت کی شہادت دے تو شہادت قبول کی جائے گی۔ اور اگر باب ثانی کی بنیاد پر کہیں۔ جیسا کہ مسئلہ دوم میں ہے تو قطعی امر ہے جس کے خلاف کبھی نہیں ہوتا کیوں کہ عادۃ رویت ہلال ممکن نہیں جب تک چاند' سورج سے دس درجہ بلکہ زیادہ دوری پر نہ ہو۔ تو دن میں طلوع آفتاب سے پہلے پھر رات میں غروب آفتاب کے بعد بھی اس کی رویت ہو تو یہ اس امر کو مستلزم ہے کہ چاند نے دن بھر کے اندر بیس درجہ سے زیادہ مسافت طے کرلی۔ جب کہ یہ قطعاً معلوم ہے کہ چاند پورے دن رات میں تقریباً بارہ درجہ سے زیادہ مسافت طے نہیں کرتا۔ تو اس میں

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

سنت الٰہی کی تبدیلی لازم آئے گی **ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا**' اور خدا کی سنت میں ہرگز تمہیں کوئی تبدیلی نہ ملے گی۔ ایسی صورت میں صاحب علم قطعی طور سے یہ حکم کرے گا کہ گواہوں کو اشتباہ ہوگیا۔ اور قطعی کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ شاید امام سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد یہی ہے تو اس سے دونوں قولوں میں تطبیق بھی ہوجائے گی۔

اور اس کی نظیر ہمارے اس رمضان ۱۳۳۰ھ کا واقعہ ہے کہ ہندوستان کے سارے اطراف میں تمام لوگوں نے پنجشنبہ کو روزہ رکھا جب چہار شنبہ کو ماہ رمضان کی اٹھائیس تاریخ تھی تو بدایوں میں ہمارے دوست مولوی عبدالمقتدر صاحب کے یہاں تین یا پانچ آدمیوں نے شہادت دی کہ انہوں نے چاند دیکھا ہے۔ اور بدلی میں تھا۔ انہوں نے گواہی قبول کرلی' اور لوگوں کو عید کا حکم دے دیا' جسے ان کے ماننے والوں میں سے چند ہی افراد نے قبول کیا۔ باوجودیکہ ہمیں قطعی طور پر معلوم ہے کہ گواہوں سے غلطی ہوئی۔ اس کی پانچ وجہیں ہیں۔ سبھی باب ثانی پر مبنی باتیں باب اول پر نہیں۔

اول:- یہ کہ اس دن یعنی بدھ کو شمس و قمر کا اجتماع رائج گھڑیوں سے نو بج کر اٹھارہ منٹ پر تھا۔ اور غروب آفتاب چھ بج کر تیئیس ۲۳ منٹ پر۔ تو عادۃ یہ محال ہے کہ اجتماع کے نو گھنٹے چند منٹ بعد رویت واقع ہوجائے۔

دوم:- تقویم آفتاب اور تقویم قمر کے درمیان غروب کے وقت فصل تقریباً پانچ درجے سے زیادہ نہ تھا آفتاب سنبلہ کے انیسویں درجہ میں اور چاند اسی کے تینیسویں ۲۳ درجہ میں تھا۔ اور یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ محض اتنے فصل پر ہلال کی رویت اس کے خالق ذوالجلال کی سنت مستمرہ معلومہ کے خلاف ہے۔

سوم:- قمر کا غروب مرکزی جس کا غروب ہلال میں اعتبار ہے۔ اس لئے کہ یہ چاند کے نصف اسفل ہی میں ہوتا ہے۔ چھ بج کر انتالیس منٹ پر ہوا۔ یعنی غروب آفتاب کے سولہ منٹ بعد۔ اور تجربے سے یہ قطعاً معلوم ہے کہ غروب آفتاب کے بیس منٹ بعد تک آفتابی شعاعوں کی اس قدر صولت ہوتی ہے کہ عادتاً انتیسویں کا چاند بھی اس میں نظر آنا ممکن نہیں۔ پھر جب ہلال حد رویت پر پہنچے گا تو اس سے چند منٹ قبل زمین کے نیچے جاچکا ہوگا تو نظر کیسے آئے گا؟

چہارم:- اس کے بعد والی رات کو چاند بہت باریک' ٹمٹماتا سا افق کے قریب' طلوع ہوا جسے لوگ بڑی مشکل سے دیکھ سکے۔ اگر زہرہ اس سے قریب نہ ہوتا تو نظر آنے کی کوئی توقع بھی نہ تھی۔ اور غروب آفتاب کے بعد صرف اکیاون منٹ رکا۔ اس لئے کہ پنجشنبہ کو غروب آفتاب چھ

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

بج کر بائیس منٹ پر تھا اور غروب آفتاب سات بج کر تیرہ منٹ پر۔ اور تجربہ سے یہ قطعاً معلوم ہے کہ یہ بات دو رات کے چاند میں نہیں ہوتی۔

پنجم:- ہمارا یہ موجودہ شوال انشاء اللہ تعالی تیس دن کا ہوگا تو روز جمعہ اگر آسمان صاف رہا تو سب دیکھ لیں گے کہ چاند نہیں۔ تو ان کے حساب پر لازم آئے گا کہ شوال اکتیس دن کا ہو اور یہ محال ہے۔

الحاصل ان کی شہادت کے باطل ہونے میں شک نہیں۔ معاملہ صرف یہ ہے کہ بدلی تھی اور وہاں زہرہ ستارہ تھا اس کو بادل کی اوٹ سے انہوں نے ہلال سمجھ لیا۔ **ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**

اس بحث میں ترویج' ہیات' فوقیت اور نجوم سے صاحب جدالممتار کی آگاہی مخفی نہیں' اسی وجہ سے وہ مذکورہ تقسیم و تفصیل بروئے تحقیق لاسکے' اور یہ محاکمہ فرمایا کہ قسم اول میں اہل حساب کے قول کا اعتبار نہیں اور قسم ثانی میں ان کے ماہر و عادل افراد کا قول معتبر ہے۔ ساتھ ہی امام سبکی کے کلام اور فقہا کے ارشاد "اہل نجوم کے قول کا اعتبار نہیں" دونوں میں راہ تطبیق پیدا کرسکے جیسا کہ ناظرین نے خود ملاحظہ فرمایا' اس کے بعد مزید کسی تبصرے کی ضرورت ہی نہیں۔

(۱۴) مختصر الفاظ میں پیش خدمت افادات اور جدالممتار کا حسن ایجاز

میں نے ابتداً عرض کیا کہ اہل بصیرت تو ہمیشہ معانی کو جلالت و افادیت سے مصنف کا درجہ و مقام متعین کرتے ہیں مگر کچھ لوگ الفاظ کی کثرت اور کتاب کی ضخامت سے مصنف کا قد ناپنے کے عادی ہوتے ہیں اس لئے خیال ہوا کہ جدالممتار کے ایجاز میں جو حسن پوشیدہ ہے اسے بھی عیاں کیا جائے اور اس کے مختصر حواشی میں جو معانی کی فراوانی اور بیش قیمت فوائد و نکات کی طرف اشارے ہیں اس پر بھی تنبیہہ کردی جائے تاکہ سطروں اور لفظوں کی کثرت سے سکہ عظمت رائج کرنے کے بجائے فوائد و معانی کی کثرت و اہمیت سے رتبہ و مقام متعین کرنے کی صلاحیت رواج پائے۔ حسب سابق شہادت ملاحظہ ہوں۔

○ وہ جن کے لئے روزہ کا نہ رکھنا جائز ہے ان کے ذیل میں تنویر و درمختار میں شمار ہے۔ ایسا بیمار جسے مرض بڑھنے کا خطرہ ہو اور تندرست جسے بیمار ہونے کا خطرہ ہو غلبہ ظن کی وجہ سے' یا کسی علامت یا تجربہ سے' یا کسی ماہر مسلم مستور الحال طبیب کے بتانے سے----- مستور کے تحت ردالمحتار میں ہے۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

میں کہتا ہوں اگر کسی ایسے طبیب کی بات پر عمل کرلیا جس میں یہ شرطیں موجود نہیں اور روزہ توڑ دیا تو ظاہر یہ ہے کہ کفارہ لازم ہوگا۔

اس پر جدالممتار میں ہے۔

اقول! کلام الفاسق انما وقع التحری علی صدقہ مقبول' ولا اقل من ان یورث شبہتہ' فلا تتکامل الجنایتہ' فلا تلزم الکفارہ(۲۶)

میں کہتا ہوں جب کلام فاسق کے پہلو پر تحری واقع ہوجائے تو وہ مقبول ہوتا ہے' کم سے کم شبہ تو پیدا ہی کردے گا تو جنابت کامل نہ ہوگی' اس لئے کفارہ لازم نہ ہوگا۔

ان مختصر کلمات میں اس بات پر تنبیہہ فرمائی کہ کفارہ عقوبات پر ہے ہی اور عقوبات شبہات سے دفع ہوجاتی ہیں۔ اور لازم اس وقت ہوتی ہیں جب جنابت کامل ہو' دوسری طرف یہ بتایا کہ فاسق کا کلام کبھی قبول بھی کرلیا جاتا ہے جب دل اس کی صداقت کا فتویٰ دیتا ہو' اور کم از کم فاسق طبیب کے بتانے سے شبہہ تو ضرور پیدا ہوجاتا ہے ایسی حالت میں روزہ توڑا تو جنابت کامل نہ ہوئی اور عقوبت شبہہ کے باعث دفع ہوجاتی ہے لہٰذا کفارہ لازم نہ ہوگا۔

اتنی مختصر عبارت میں کلام شامی کا رد اور اپنے مدعا کی واضح دلیل بھی فراہم کردینا یقیناً ایجاز بیان کا کمال ہے۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

حواشی و حوالا جات

(۱) جدالممتار جلد ثانی، المجمع الاسلامی، مبارکپور کے زیر اہتمام طباعت کے مراحل میں ہے۔
(۲) ابن عابدین شامی، ردالمحتار علی الدرالمختار ۲/ ۶۵، باب المصرف
(۳) احمد رضا قادری، جدالممتار علی ردالمحتار ۲/ ۱۳ باب المصرف (قلمی)
(۴) ابن عابدین شامی، ردالمحتار ۲/ ۳۹۰ باب نکاح الکافر
(۵) احمد رضا قادری، جدالممتار، ۲/ ۱۳۱ باب نکاح الکافر
(۶) حصکفی الدرالمختار ۲/ ۶۷ باب المصرف
(۷) احمد رضا قادری جدالممتار ۲/ ۱۴ باب المصرف
(۸) ابن عابدین شامی ردالمحتار ۲/ ۳۹۳ باب نکاح الکافر
(۹) احمد رضا قادری جدالممتار ۲/ ۱۳۳ باب نکاح الکافر
(۱۰) ابن عابدی شامی ردالمحتار ۲/ ۴۴ باب الرکاز
(۱۱) احمد رضا قادری جدالممتار ۲/ ۱۰ باب الرکاز
(۱۲) احمد رضا قادری جدالممتار ۲/ ۱۳۸ باب الرضاع
(۱۳) احمد رضا قادری جدالممتار ۲/ ۹۱ باب الولی
(۱۴) احمد رضا قادری جدالممتار ۲/ ۹۲ باب الولی
(۱۵) احمد رضا قادری جدالممتار ۲/ ۱۳ باب العشر
(۱۶) حصکفی الدرالمختار ۲/ ۶۹ باب المصرف
(۱۷) ابن عابدین شامی ردالمحتار ۲/ ۶۹ باب المصرف
(۱۸) احمد رضا قادری جدالممتار ۲/ ۱۵۔ ۱۴ باب المصرف
(۱۹) ابن عابدین شامی ردالمحتار ۲/ ۳۰ باب زکاۃ المال
(۲۰) احمد رضا قادری جدالممتار ۲/ ۶ باب زکاۃ المال
(۲۱) ابن عابدین شامی ردالمحتار ۲/ ۱۲۹ باب الاعتکاف
(۲۲) احمد رضا قادری جدالممتار ۲/ ۳۶ باب الاعتکاف

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

(۲۳) ابن عابدین شامی رد المحتار ۲/ ۷۰ باب المصرف

(۲۴) احمد رضا قادری جد الممتار ۲/ ۱۶ باب المصرف

(۲۵) ابن عابدین شامی رد المحتار ۲/ ۲۵۵ باب الهدی

(۲۶) احمد رضا قادری جد الممتار ۲/ ۶۵ باب الهدی

(۲۷) احمد رضا قادری جد الممتار ۲/ ۶۵ باب الهدی

(۲۸) احمد رضا قادری جد الممتار ۲/ ۳ کتاب الزکاۃ

(۲۹) احمد رضا قادری جد الممتار ۲/ ۲۰۔۱۹ کتاب الصوم

(۳۰) ابن عابدین شامی رد المحتار ۲/ ۱۱۴ فصل فی العوارض

(۳۱) احمد رضا قادری جد الممتار ۲/ ۳۱ فصل فی العوارض

◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ رشیدیہ کا
تقابلی مطالعہ

تحریر: علامہ مفتی محمد مکرم احمد دہلوی (دہلی)
تلخیص و ترتیب: سید وجاہت رسول قادری (کراچی)

زیر نظر مقالہ علامہ مفتی محمد مکرم احمد دہلوی صاحب نے معارف رضا ۱۹۹۰ء کے لیے تحریر کیا تھا۔ لیکن مقالے کی ضخامت کے پیش نظر ادارے نے ایک کتابی صورت میں شائع کیا۔ مقالے کی افادیت کی بناء پر معارف رضا ۱۹۹۴ء میں اس کی تلخیص پیش کی جارہی ہے۔

تقابلی مطالعہ

فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ رشیدیہ کے بالاستیعاب مطالعہ کے لیے کئی مبسوط مجلدات بھی ناکافی ہیں۔ اس مقالہ میں اس کی گنجائش نہیں ہے پھر بھی ہم نے دونوں مفتیان کرام کے فتاویٰ سے کچھ فتاویٰ کا انتخاب کیا ہے جس سے دونوں عالموں کا علمی اور فقہی مقام واضح ہو سکتا ہے۔

(۱) فتویٰ متفق علیہ ہے اور انداز استدلال مختلف ہے۔ مثال کے طور پر وہ فتویٰ ملاحظہ کیجئے جس میں دونوں مفتیوں نے ایک ہی فتویٰ عدم جواز پر دیا ہے لیکن انداز استدلال مختلف ہے۔ اگر کوئی شخص کسی جگہ یا چیز کو رہن رکھتا ہے تو اس سے انتفاع کا کیا حکم ہے؟

سوال:۔ مکان رہن لے کر اس میں رہنا یا کرایہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ مکان رہن میں رہنا حرام ہے فقط (۱)

ایک اور جواب اسی باب میں ملاحظہ ہو سوال کا ذکر نہیں کیا جارہا تاکہ مضمون طویل نہ ہو۔

الجواب:۔ انتفاع رہن سے حرام، مثل ربوٰ کے ہے کسی فقیہ نے یہ نہیں لکھا کہ سکونت حلال ہے۔ بلکہ قبضہ کہا ہے۔ قبضہ کو سکونت لازم نہیں اور یہ سب صورت ناجائز اور حرام ہے۲۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد عفی عنہ گنگوہی (رشیدیہ ص۱۳۰۱)(۲) فتاویٰ رشیدیہ میں اسی سے ملتے جلتے سوالات، جوابات اور بھی ہیں۔ مولانا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اس جیسے سوال کے جواب میں یہ انداز اختیار کیا ہے۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

مسئلہ:۔ ۲۲ صفر ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں وہ شئے مرہونہ کو اپنے استعمال میں لانا یا اس میں سکونت کرنا کسی طور سے جائز ہے یا نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ کسی طرح جائز نہیں۔ حدیث میں ہے کل قرض جر منفعتہ فھو ربوالعینی قرض کے ذریعے جو منفعت حاصل کی جائے وہ سود ہے۔ اخرجہ الحارث عن سیدنا علی کرم اللہ تعالی وجھہ عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم علامہ طحطاوی پھر علامہ شامی خود شرح در مختار میں فرماتے ہیں الغالب من احوال الناس انھم یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاہ لما اعطاہ الدراھم و ھذا بمنزلتہ الشرط لان المعروف کالمشروط وھو مما یعین المنع انتھی اقول ولا شک ان ھذا لعینتہ حال اھل الزمان یعرفہ منھم کل من اختبر و معلوم ان احکام الفقہ انما تبنی علی الکثیر الشائع ولا تذکر حال شذت و ندرت فیہ الجواز کما نص علیہ المحقق حیث اطلق فی فتح القدیر وغیرہ من العلماء الکرام فالحکم فی زماننا ھو اطلاق المنع مرتاب فیہ من لہ المام بالعلم والکلام ھنا وان کان طویلا فجملتہ القول ماذکرنا واللہ تعالی اعلم(۳)

فتاویٰ رشیدیہ میں اس باب میں کوئی بھی اتنا جامع اور مدلل فتویٰ نظر سے نہیں گزرا۔

فتاویٰ رضویہ جلد یازدہم میں کتاب الرہن میں اس باب کے مختلف پہلوؤں سے تحقیقی فتاویٰ موجود ہیں۔ جن کو پڑھنے کے بعد پھر کسی دوسری فقہی کتاب کے مطالعہ کی حاجت ہی نہیں رہتی۔ یہ قارئین خود ہی ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ دونوں عالموں میں کس کا انداز زیادہ فقیہانہ اور فاضلانہ ہے۔(۴)

کسی بھی متفقہ مسئلہ میں فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ رشیدیہ میں تحقیق و تنقیح کا آپ یہی انداز پائیں گے۔ مولوی گنگوہی کے ہر فتویٰ میں کتب فقہ کے ماخذ کا ذکریا تو بالکل نہیں ہے یا بہت کم ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں استدلالات و استشہادات کی کثرت ہوتی ہے۔

مگر بااین ہمہ ہرگز مخالفت نہیں مانتا نہ جو مسلمان استعمال کریں انہیں آثم الخ آگے تحریر فرماتے ہیں۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے ان مقدمات عشرہ میں جو مسائل و دلائل تقریر کئے جو انہیں اچھی طرح سمجھ لیتا ہے۔ اس قسم کے تمام جزیات مثلاً بسکٹ' نان پاؤ' رنگت کی پڑیوں' یورپ کے آئے ہوئے دودھ' مکھن' صابون' مٹھائیوں وغیرہ کا حکم خود جان سکتا ہے۔ آگے نصیحت فرماتے ہوئے فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

" غرض ہر جگہ کیفیت خبرو حالت مخبرو حاصل واقعہ و طریقہ مداخلت حرام و نجس و تفرقہ ظن و یقین و مدارج و ملاحظہ ضابطہ کلیہ مسالک وزع مدارات خلق وغیرہا امور اور مذکورہ کی تنقیح و مراعات

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

کرلیں۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ کوئی جزئیہ ایسا نہ نکلے گا جس کا حکم تقاریر سابقہ سے واضح نہ ہوجائے۔
واللہ سبحانہ الموفق والمعین الخ۔

اگر اس پورے فتویٰ کو ہی فتاویٰ رشیدیہ کے تمام فتاویٰ کے سامنے رکھ کر موازنہ کیا جائے تو دلائل و اسلوب' زبان و بیان کے لحاظ سے' یہی ایک فتویٰ اس بات کے ثبوت کے لیے کافی و وافی ہے۔ مولوی گنگوہی کے مقابلے میں مولوی احمد رضا خاں بریلوی کا تفقہ اعلیٰ و اکمل ہے۔ قابل ستائش بات یہ ہے کہ اور فتاویٰ کی طرح فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اس فتویٰ کو بھی صرف تین روز کی مختصر مدت میں مکمل کیا ہے۔ دوسرے علماء کے ہاں اس طرح کی تحقیق نہیں ملتی۔

فتاویٰ میں طرز اختلاف

استفتاء

(ا) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک اجنبی شخص کے مکان پر رہتا تھا۔ عمرو نے وارثان ہندہ کو بہکا کر اور دھوکا دے کر زید کا نسب سید بتلایا اور نکاح کرادیا۔ بعد چند مدت کے معلوم ہوا کہ زید سید نہیں ہے بلکہ نورباف ہے۔ اب وارثان ہندہ کو شرم و حیا معلوم ہوتی ہے کہ بہت اہانت ہے کیونکہ سید اور نورباف کا نکاح ہونا بہت عار کی بات ہے۔ **لہٰذا شرع** شریف کے مطابق وارثان ہندہ کو فسخ کرنا فی زمانہ جائز ہے یا نہیں۔ دیگر زید بعد ظاہر ہونے کفر کے وہاں سے چلا گیا۔ وقت رخصت زوجہ سے کہا میں اس گھر میں و نیز قریہ میں تاحیات نہیں آؤں گا اور قسم بھی کھائی اور بعد کو ایک خط بھی اسی مضمون سے لکھا اب اس کا کیا حکم ہے۔ **بینوا بالدلیل وتوجروا بالاجر الجلیل**

اس استفتاء پر مولوی عبدالرحمان برسانی نے جواب لکھا تھا کہ فسخ نکاح کا اختیار ہے۔

فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اس جواب سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا۔

صورت مستفسرہ میں دوسرے سے خود ہی نہ ہوا سائل مظہر کہ ہندہ بالغہ ہے اور روایت مفتی بہا پر ولی والی عورت کے لیے کفاءت شرط نکاح ہے یا ولی اقرب پیش از عقد عدم کفاءت پر اپنی رضا ظاہر کردے۔ بعد عقد راضی ہونا بھی نفع نہیں دیتا۔ **فی ردالمحتار یعنی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی فی ردالمحتار ھذا اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ بحر** یہاں جب کہ وہ کفو نہیں اور ولی کو دھوکہ دیا گیا دونوں اس امر سے کچھ متحقق نہیں ہوا تو نکاح باطل محض رہا بعد ظہور حال زید کے قسم و تحریر سب مہمل ہے جس پر ہندہ کے لیے کوئی مرتب نہیں ہوسکتا واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عُفی عنہ' محمد مصطفیٰ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

اس جواب کے بعد مولوی رشید احمد گنگوہی کے پاس یہ استفتاء پیش ہوا۔ اس باب میں مرتب فتاویٰ رشیدیہ نے یہ عبارت لکھی ہے۔

فتنازعوا بینهم فرجعوا الی علماء نا خصوصاً الی شیخنا الاجل امام الفقهاء فی عصره المولانا رشید احمد سلمه الله تعالی فاجاب باحسن التفصیل وهو هذا فاجاب باحسن التفصیل۔ خاص طور پر قابل غور ہے۔

اب وہ تفصیل ملاحظہ ہو۔

"صورت مندرجہ مسئلہ ہذا میں اولیاء کو حق فسخ نکاح ہے اور وہ کسی حاکم یا قاضی مسلمان سے رجوع کریں کہ وہ فسخ کرے۔ مفتی کو حنفیہ کے نزدیک بغیر تحکیم طرفین اختیار فسخ نہیں ہے۔(۵)

واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر بندہ گنگوہی عفی عنہ' رشید احمد ۱۳۰۱ھ

اس جواب میں مولوی گنگوہی نے مولوی احمد رضا خان صاحب کے جواب سے اختلاف کیا۔ یہ اختلاف بہت انوکھے انداز کا ہے۔ فاضل بریلوی نے جو دلائل تحریر فرمائے ہیں نہ ان کا جواب ہے نہ رد۔ نہ اپنے مستدلات کا ذکر ہے۔

بہت سے فتاوی' فتاوی رضویہ وغیرہ میں ایسے ہیں جن سے مولوی گنگوہی کی رائے سے فاضل بریلوی نے اختلاف کیا ہے۔ وہ اختلاف مدلل ہوتا ہے۔ فاضل بریلوی اپنی رائے کے استشہاد میں بالتفصیل عقلی و نقلی دلائل کا ذکر فرما کر مستفتی کی علمی تشنگی کو سیراب فرماتے ہیں۔

ایسے ہی منی آرڈر کے بارے میں مولوی گنگوہی کی خدمت میں سوال پیش کیا گیا تو آپ نے اس کے عدم جواز کا فتویٰ دیا۔

مسئلہ :- ہمارے دیار میں علماء کے دو فرقے ہیں ایک فرقہ کہتا ہے کہ روپیہ منی آرڈر بلا ملائے پیسہ کے حرام اور سود ہے البتہ اگر پیسہ مل جائے گا تو مباح اور جائز ہے دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ حلال اور مطلق جواز میں کچھ شبہ نہیں ہے کیونکہ ہم سرکار کو مزدوری دیتے ہیں پس آپ محاکمہ شریف شریعت کی رو سے جو کچھ ہو بیان فرمادیں۔

الجواب :- روپیہ منی آرڈر میں بھیجنا درست نہیں ہے خواہ اس میں پیسے دیئے جائیں یا نہ دیئے جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم(۶)

اس جواب میں درست نہیں فرمایا گیا ہے جائز ہے یا ناجائز ہے اور کیوں۔ اس کا ذکر نہیں

ایک اور سوال :- منی آرڈر میں کچھ روپے ہوں اور کچھ پیسے تو جواز کے لئے یہ حیلہ کافی ہے یا نہیں؟

الجواب :- منی آرڈر درست نہیں جیسا ہنڈوی درست نہیں دونوں میں معاملہ سود کا ہے فقط(۷)

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

ایک اور سوال :- منی آرڈر کرنا اور محصول منی آرڈر کا دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- بذریعہ منی آرڈر روپیہ بھیجنا نا درست ہے اور داخل ربوا ہے اور جو یہ محصول لیا جاتا ہے نا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۸)

منی آرڈر کے بارے میں ہی ایک اور سوال۔

اس زمانہ میں جو منی آرڈر بھیجنے کا رواج ہو رہا ہے اس کے جواز کے لیے بھی کوئی حیلہ شرعی ہے یا نہیں اس میں عام و خاص مبتلا ہو رہے ہیں۔

الجواب :- حیلہ بندہ کو معلوم نہیں فقط

ان تمام جوابات کی افادیت اور جامعیت سے قارئین خود اندازہ فرما سکتے ہیں۔ اسی طرح کے اس بارے میں اور بھی فتاویٰ' فتاویٰ رشیدیہ میں باسانی مل سکتے ہیں۔ فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے جہاں کوئی نیا مسئلہ پیش ہوا اور ملت اسلامیہ کو اس مسئلے میں اضطراب لاحق ہوا تو فاضل موصوف ایسی تحقیق فرمادیتے ہیں کہ وہ تحقیق نہ صرف اس مسئلہ کے لیے بلکہ اس قبیل کے سب ہی مسائل کے لیے رہنما و رہبر ثابت ہوتی ہے فاضل بریلوی نے منی آرڈر کے مسئلہ میں بھی ایک رسالہ فاضلانہ تحریر فرمایا ہے جس کو فتاوی رضویہ ج ۱۱ ص ۹ پر **المنی والدرر لمن عمد منی آرڈر** کے نام سے دیکھا جا سکتا ہے۔

منی آرڈر کے جواز پر ہر پہلو سے یہ عالمانہ فاضلانہ رسالہ ہے جو فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ کے ص ۹ سے ص ۱۲ تک شامل ہے۔ اس قدر طویل رسالہ کو نقل کرنے کی اس موقعہ پر گنجائش نہیں ہے ہاں البتہ جواب کی شروع کی چند سطور نقل کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

وہ فتویٰ مطبوعہ فقیر غفراللہ تعالیٰ کی نظر سے گزرا ہے اس میں مفتی صاحب فرماتے ہیں یہ ربا ہے دو آنے دس کے عوض دس ملتے ہیں مگر یہ بات وہی کہہ سکتا ہے کہ جسے اتنی خبر نہیں کہ دو کا ہے کے دیئے جاتے ہیں شاید انہیں معلوم نہیں کہ ڈاک خانہ ایک اجیر مشترک کی دکان ہے جو بغرض تحصیل اجرت کھولی گئی تو یہ دو قطعاً وہاں جانے اور روپیہ دینے اور واپس آنے اور رسید لانے ہی کی اجرت ہیں جیسے لفافہ پر اور پارسل پر۔ وغیر ذالک اس کو تو کوئی عاقل ربا خیال ہی نہیں کر سکتا یہ ہرگز نہ اس کا معاوضہ زنہار دینے والوں میں کسی کو اس روپیہ کے معاوضہ میں کمی بیشی مقصود **وھذا من البدیھات التی لا یتوقف فیھا الا امثال المفتین الذین لا بصر لھم فی الدین الخ** (۹)

فاضل بریلوی نے اس رسالہ میں منی آرڈر کے سود نہ ہونے کی بحث کو اور منی آرڈر کے اجارہ ہونے کے مباحث کو نہایت مدلل انداز میں لکھا ہے۔ آپ ہنڈوی اور منی آرڈر میں بنیادی فرق کی بھی نشاندہی فرماتے ہیں شرع میں عرف و تعامل کے اعتبار آئمہ کرام و فقہا عظام و اقوال متقدمین و متاخرین سے استدلال کیا ہے۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

استدلالات کی کمی

مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ میں بالعموم استدلالات کی کمی شدت سے محسوس کی جاتی ہے جس کی وجہ سے جواب نامکمل سا لگتا ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ میں بہت سی ایسی بھی مثالیں ہیں کہ سائل نے تفصیلی و مدلل جواب لکھنے کی درخواست کی لیکن اس کی درخواست نامنظور کردی گئی۔ مولانا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے فتاوی میں یہ نقص بالکل نہیں پایا جاتا۔ وہ ہر جواب کو بہت تفصیل سے لکھتے ہیں۔ قرآن کریم، احادیث شریفہ اور فقہاء کرام کے اقوال کا ذکر بالتفصیل فرماتے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں اس کی لاتعداد مثالیں ہیں۔

مولوی گنگوہی سے ایک شخص نے سوال کیا۔

سوال :- ذکر جہر کون سی حدیث سے ثابت ہے اور امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے کس موقعہ پر بدعت اور کس موقع پر جائز فرمایا ہے۔ زید کہتا ہے کہ ذکر جہر کرنا کیا ضرورت ہے کیا اللہ تعالیٰ گونگا ہے کہ چپکے سے نہیں سنتا ہے۔ جناب اس مسئلہ پر بمع ثبوت آیت و حدیث کے ارقام فرمادیں اور جس حدیث سے ثابت ہوا ہے وہ حدیث ضرور لکھ دیں اور وجہ بدعت ہونے اور جائز ہونے کی اور مفتی بہ ہونے کی زیب قلم فرمادیں اور جناب نے پہلے فتویٰ میں جو ذکر جہر کا ثبوت لکھا ہے وہ سمجھ میں نہیں آیا۔ فقط

جواب :- السلام علیکم! بندہ مفتی ہے مسئلہ حق جو اپنے نزدیک ہوتا ہے اس کو بتانا فرض ہی نہیں جانتا ہوں اور مسائل کے دلائل لکھنے کی فرصت نہیں اور وہ واجب نہیں اس کی تحقیق کتب میں ہے اگر علم ہو اس کو دیکھو ورنہ دلائل سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا (۱۰)

سوال :- ذکر جہر مذہب حنیفہ میں جائز ہے یا نہیں مدلل ارقام فرمائیے۔

جواب :- ذکر جہر میں حنیفہ کی کتب میں روایت مختلفہ ہیں کسی سے کراہت ثابت ہوتی ہے غیر محل ثبوت میں اور بعض سے جواز ثابت ہوتا ہے اور یہی راجح ہے اور اس کی دلیل طلب کرنا بے سود ہے کیونکہ مجتہدین کا خلاف ہے سو "اب کون فیصلہ کر سکتا ہے" مگر جواز کی دلیل یہ ہے کہ قال اللہ تعالیٰ اذکر ربک فی نفسک تضرعا و خفیۃ و دون الجہر الأیۃ۔ دون الجہر بھی جہر ہی ہے کہ ادنیٰ درجہ ہے۔ قال علیہ السلام اربعوا علی انفسکم الحدیث اور یہ بھی ذکر جہر ہی ہے رفق کو فرمایا ہے گلو پھاڑنے سے منع کیا ہے اور مطلق آیات و احادیث بہت جواز پر دال ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۱)

اس جواب میں "سو اب کون فیصلہ کر سکتا ہے" قابل غور ہے، اس طرح کی بھی بہت سی مثالیں ہیں۔ (۱۲)

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

تاویل لاحاصل

سوال :- تقویۃ الایمان کے ص ۶۱ مطبوعہ فاروقی میں حدیث نقل فرماتے ہیں۔

"ابو داؤد نے ذکر کیا کہ قیس بن سعد نے نقل کیا کہ گیا میں ایک شہر جس کا نام حیرہ ہے۔ سو دیکھا میں نے وہاں کے لوگوں کو سجدہ کرتے تھے اپنے راجہ کو سو کہا میں نے البتہ پیغمبر خدا زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ کیا جائے ان کو۔ پھر آیا میں پیغمبر خدا کے پاس پھر میں نے کہا گیا تھا میں حیرہ میں تو دیکھا میں نے ان لوگوں کو کہ سجدہ کرتے ہیں وہ اپنے راجہ کو سو تم بہت زیادہ لائق ہو کہ سجدہ کریں تم کو سو فرمایا مجھ کو بھلا خیال تو کر جو تو گزرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو۔ کہا میں نے نہیں فرمایا تو مت کرو۔ یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کیا سجدہ کے لائق ہوں۔ الخ۔ تو یہاں پر یہ شبہ واقع ہوتا ہے کہ مٹی میں ملنے سے کیا مراد ہے اور مخالفین یہاں پر اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صاحب کے نزدیک انبیاء کا جسد زمین میں مل جانا ثابت ہوتا ہے اس کا کیا جواب ہے مفصل ارقام فرمایئے۔

الجواب :- مٹی میں ملنے کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ مٹی ہو کر مٹی زمین کے ساتھ خلط ہو جائے جیسا سب اشیاء زمین میں پڑ کر خاک ہو کر زمین ہی بن جاتی ہے دوسرے مٹی سے ملائی یا متصل ہو جانا یعنی مٹی سے مل جانا تو یہاں مراد دوسرے معنی ہیں اور جسد انبیاء علیھم السلام کا خاک نہ ہونے کے مولانا مرحوم بھی قائل ہیں چونکہ مردہ کو چاروں طرف سے مٹی احاطہ کرلیتی ہے اور نیچے مردہ کے مٹی سے جسد مع کفن ملاحق ہوتا ہے یہ مٹی میں ملنا کہلاتا ہے۔ کچھ اعتراض نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳)

اسی طرح کی بہت سی مثالیں فتاوی رشیدیہ سے نکالی جاسکتی ہیں جن میں توہین آمیز کلمات کی تاویل لاحاصل کر کے شبہ کو مزید تقویت پہنچا دی گئی ہے۔ ایسی مبہم تاویلات اور تقویۃ الایمان کی تائید میں فتاوئی رشیدیہ میں متعدد فتاوی ہیں۔ (۱۴)

مولوی گنگوہی نے حقیقت پسندانہ تفصیل کو نظر انداز کر دیا

سائل نے مولوی رشید احمد گنگوہی سے سوال کیا۔ کوئی قسم بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے یا نہیں؟ تو آپ نے جواب دیا۔

الجواب :- بدعت کوئی حسنہ نہیں اور جس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں وہ سنت ہی ہے مگر یہ اصطلاح کا فرق ہے مطلب سب کا واحد ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۵)

کسی مستفتی نے سوال کیا :

کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرانا قرون ثلاثہ سے ثابت ہے یا نہیں اور بدعت

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

ہے یا نہیں؟

الجواب :- قرون ثلٰثہ میں بخاری تالیف نہیں ہوئی تھی مگر اس کا ختم درست ہے کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اس کے اصل شرع سے ثابت ہے بدعت نہیں۔ فقط (۱۶)

قارئین خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ مولوی گنگوہی نے بدعت کی قسموں کو نظرانداز کیا ہے اور جو کام یعنی ختم بخاری قرون ثلٰثہ میں نہیں تھا اس بدعت کو بدعت بھی نہیں قرار دیا۔ یہ عمل فقہی دیانت کے برخلاف ہے۔

شان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فتاوی رشیدیہ کے مطالعہ سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ صاحب فتاوی نے توحید کے اثبات میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کو بھی کم کیا ہے اس سلسلہ میں انہوں نے نص قرآنی کا بھی خیال نہیں کیا مثلاً۔

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ لفظ رحمتہ اللعالمین مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے یا ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں۔

الجواب :- لفظ رحمتہ اللعالمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہیں ہے بلکہ دیگر اولیاء، انبیاء اور علماء ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں لہٰذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو تبادیل بول دیوے تو جائز ہے۔ فقط بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (۱۷)

اس جواب کو پڑھ کر ہر اک صاحب نظر سمجھ سکتا ہے کہ مولوی نے جان بوجھ کر سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کی ہے ان کی نظر میں اولیاء کا درجہ انبیاء سے پہلے ہے تب ہی تو پہلے اولیاء کا ذکر ہوا۔ ان کی نظر میں اولیاء، انبیاء اور علماء ربانیین سب کے مراتب کچھ فرق کے ساتھ برابر ہیں کیا یہ درست ہے؟ نہیں مفتی صاحب نے جواب میں لکھا کہ اولیاء، انبیاء اور علماء ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں۔ اور مستفتی رحمت عالم نہیں رحمت للعالمین کے بارے میں سوال کر رہا ہے اگر یہ صفت کسی دوسرے کے لیے تبادیل جائز ہوتی تو پھر وما ارسلنک الا رحمتہ اللعالمین میں اتنی تاکید فرمائی جاتی۔

ایک اور سوال کے جواب میں مولوی گنگوہی فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب نہ تھا نہ کبھی اس کا دعویٰ کیا اور کلام اللہ شریف اور بہت سی احادیث میں موجود ہے کہ آپ عالم بالغیب نہ تھے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے۔ فقط (۱۸)

اس جواب میں بھی فقہی ذہانت کی کمی نظر آتی ہے جگہ جگہ وہ لکھتے ہیں کہ اختلافی مسائل میں

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

احوط طریقہ کو اختیار کرتا ہوں۔ کیا صریح شرک کا اعلان احوط طریقہ ہے؟ ایسے نازک مسائل میں جس میں توہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شائبہ ہو جواب بہت واضح اور مستدل ہونا ضروری ہے۔ مجیب نے ان احادیث شریفہ' آثار صحابہ اور قرآنی آیات کو سراسر نظرانداز کردیا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے علم غیب ثابت ہوتا ہے۔

بقول پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد :-

امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ منقولات و معقولات کے فاضل تھے وہ ایک سچے اور پکے مسلمان تھے انہوں نے آدم و ابلیس کے واقعہ سے یہ سبق سیکھا کہ زعم توحید میں اللہ کے محبوبوں سے منہ نہ موڑنا چاہیے ابلیس نے منہ موڑا اور دنیا و آخرت میں رسوا ہوا۔ کہیں کا نہ رہا۔ اللہ کے محبوبوں کی شان ہی نرالی ہے ابلیس یہ نکتہ توحید اور رمز محبت نہ سمجھا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مردود ٹھہرا' اللہ کے محبوبوں کی شان ہی نرالی ہے تو محبوبوں کے محبوب سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کتنی عظیم ہوگی۔ جن کا ذکر زبور میں ہے جن کا ذکر انجیل میں' جن کا ذکر توریت میں' جن کا ذکر دوسرے مذاہب کی کتابوں میں' اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر بلند کیا۔ کون جانے کب سے بلند کیا' کون سمجھے کہاں تک بلند کیا۔ بلندیاں ان کے قدم چوم رہی ہیں۔ امام احمد رضا نے اس بلند مرتبت ہستی کے کمالات کو سارے عالم کے سامنے پیش کیا۔ یہ ان کا عظیم کارنامہ ہے انہوں نے شمول الاسلام لاباء الرسول الکرام (۱۳۱۵ھ) لکھ کر آپ کے آباو اجداد کی عظمتوں کو اجاگر کیا۔ نطق الھلال بارخ ولادت الحبیب الوصال (۱۳۱۷ھ) لکھ کر یہ بتایا کہ اس جان جہاں نے رخ زیبا سے نقاب کب اٹھائی اور رخ زیبا پر نقاب کب ڈالی' النعیم المقیم فی فرحت مولد النبی الکریم (۱۲۹۹ھ) لکھ کر یہ بتایا کہ یوم ولادت باسعادت خوشیاں منانے کا دن ہے۔ العروس الاسماء الحسنٰی **فیما لنبیینا من الاسماء** الحسنٰی (۱۳۰۶ھ) لکھ کر یہ بتایا کہ محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک دو نہیں' ایک ہزار سے زیادہ نام ہیں فقہ شہنشاہ وان القلوب بید **المحبوب** باذن اللہ (۱۳۲۶ھ) لکھ کر یہ بتایا کہ اس تاجدار دو جہاں کو شہنشاہ بھی کہیں تو سجتا ہے۔ منیر **العینن** فی حکم تقبیل الابہامین (۱۳۲۳ھ) لکھ کر یہ بتایا کہ محبوب رحمتہ اللعالمین کے نام نامی پر عشاق بے تابانہ انگوٹھے چومیں تو خیر و برکت ہے۔ تمہید ایمان بایات قرآن (۱۳۲۶ھ) لکھ کر مقامات مصطفےٰ کی سیر کرائی اور یہ بتایا کہ ان کی جناب میں ادنیٰ گستاخی بھی کفر ہے۔ **سلطنتہ المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ** (۱۲۹۷ھ) لکھ کر آپ کے اقتدار و اختیار کا نظارہ دکھایا **اجلال جبریل بجعلہ خادما للمحبوب الجمیل** لکھ کر بتایا کہ ان کے دربار عالی کی یہ شان ہے کہ جبرئیل امین بھی خادمانہ حاضر ہوتے ہیں **منیتہ اللبیب ان التشریع بید الحبیب** (۱۳۱۱ھ) لکھ کر بتایا کہ ان کی شان اقدس یہ ہے کہ جس کو حرام کردیں حرام ہوجائے اور جس کو

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

حلال فرمائیں حلال ہو جائے **الموھبتہ الجدیدۃ فی وجود الحبیب فی مواضع عدیدۃ** (۱۳۲۰ھ) لکھ کر یہ بتایا کہ ان کی محبوبیت کی یہ شان ہے کہ ان کا عاشق جہاں یاد کرتا ہے وہاں موجود پاتا ہے **اللوء لو المکنون فی علم البشیر بما کان و مایکون** (۱۳۱۸ھ) میں لکھ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی وسعتوں اور پہنائیوں کا بیان کیا۔ **صلات الصفا فی نور المصطفی** (۱۳۲۹ھ) لکھ کر نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلوہ دکھایا۔ **ھدی الحیران فی نفی الفئی عن شمس الاکوان** (۱۲۹۹ھ) میں لکھ کر یہ بتایا کہ اس پیکر نور کا سایہ نہ تھا۔ **مبین الھدی فی نفی امکان المصطفیٰ** (۱۳۲۴ھ) میں لکھ کر یہ بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سارے عالم میں یگانہ و یکتا ہیں۔ ان جیسا ہونا ممکن ہی نہیں۔ **تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین** (۱۳۰۵ھ) لکھ کر یہ بتایا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سردار انبیاء ہیں **جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ** (۱۳۱۶ھ) میں لکھ کر یہ بتایا کہ سردار انبیاء خاتم الانبیاء ہیں ان کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی رسول۔ **منبتہ المنیتہ لوصول الحبیب الی العرش والرویتہ** (۱۳۲۰ھ) میں لکھ کر یہ بتایا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرش پر گئے اور دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے۔ **جمان التاج فی بیان الصلاۃ قبل المعراج** (۱۳۰۶ھ) میں لکھ کر یہ بتایا کہ واقعہ معراج سے پہلے آپ جہان جاں کیسے نماز ادا فرماتے تھے۔ **اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفی والال والا صحاب** (۱۲۹۸ھ) میں لکھ کر بتایا کہ سواد اعظم اہل سنت 'اللہ تعالیٰ' 'مصطفیٰ' آل مصطفیٰ اور اصحاب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔ **بدر الانوار فی اداب الاثار** (۱۳۲۶ھ) میں لکھ کر یہ بتایا کہ عاشق کے لیے محبوب کی نشانیاں کتنی پیاری ہیں اور ان کے آداب کیا ہیں **الکوکبتہ الشہابیّتہ** (۱۳۱۲ھ) میں لکھ کر عظمت و ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کرنے والوں کو للکارا اور گستاخان رسول کا منہ بند کیا۔ حدائق بخشش (۱۳۲۵ھ) میں لکھ کر اس جان جاں کے اس انداز سے گیت گائے کہ سارا چمن چہچہانے لگا۔

شان محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و رفعت بتانے کے لیے فاضل بریلوی نے ان ۲۳ کتابوں کے علاوہ اور بھی تصانیف کی ہیں جن میں سے ہر اک اپنے استدلالات کے لحاظ سے بے مثال ہے اور ان کتابوں کا جواب لکھنے سے مخالفین قاصر ہیں۔ ایسی بے مثال و عظیم الصفات ہستی کی شان میں مولوی گنگوہی کا صرف اتنا لکھ دینا کہ "صریح شرک ہے" عالمانہ اور فقیہانہ نہیں ہے۔

امام احمد رضا کا محققانہ قلم زندگی بھر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چلتا رہا۔ انہوں نے سیرت کے ایک ایک گوشے پر مستقل رسالے تصنیف فرمائے اور وہ تحقیق فرمائی جو دوسری کتب سیرت میں نظر نہیں آتی۔ (۱۹)

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

بیماری میں فتویٰ

فقہی جزئیات کے استحضار اور کتب فقہ پر عبور حاصل ہونے میں مولانا بریلوی کو مولوی گنگوہی پر کئی اعتبار سے برتری حاصل تھی ان کے متعدد فتاوی اور فقہی رسائل اس دعوے کے اثبات میں پیش کیے جاسکتے ہیں۔(۲۰) مندرجہ ذیل سطور میں مولوی گنگوہی کا ایک فتویٰ ہے جو بیماری میں لکھا ہے۔

از بندہ رشید احمد عفی عنہ' بعد سلام مسنون آنکہ بندہ کی آنکھ میں پانی آیا ہوا ہے اس واسطے میں لکھنے پڑھنے سے معذور ہوں۔ دوسرے کے ہاتھ سے لکھواتا ہوں اس وجہ سے مختصر لکھتا ہوں۔(۲۱) اگر آپ کی تسلی ہوجائے تو بہتر ورنہ بندہ معذور ہے۔ قبور سے اس طرح دعا کرنا کہ اے صاحب قبر اس طرح میرا کام کردے تو یہ حرام اور شرک بالاتفاق ہے اور یہ بات کہ تم میرے واسطے دعا کرو تو اس باب میں اختلاف ہے منکرین سماع اس کو لغو ناجائز کہتے ہیں اور مجوزین سماع جائز جانتے ہیں اور یہی بندہ نے پہلے بعض سائلین کے جواب میں لکھا ہے' بندہ مختلف فیہا مسائل میں فیصلہ نہیں کرتا لیکن احوط کو اختیار کرتا ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔(۲۲)

دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا بریلوی رحمہ اللہ کی قوت حافظہ حیرت انگیز اور محیر العقول تھی ان کے سوانح نگاروں نے بہت سے مشاہدات قلم بند کیے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب کا ایک دو بار پڑھ لینا ان کو مہینوں اور سالوں کے لیے کافی ہوجاتا تھا حتیٰ کہ کتابوں کی عبارات بھی ذہن میں محفوظ ہوجاتی تھیں۔ علالت کے زمانہ میں پہاڑ پر گئے ہوئے تھے۔ کوئی کتاب پاس نہ تھی مگر پھر بھی ہر استفتاء کا جواب لکھتے رہے اور حوالوں کے ساتھ چنانچہ اسی قسم کے ایک استفسار کے جواب میں لکھتے ہیں۔

فقیر ۲۹ شعبان سے بوجہ علالت رمضان شریف کرنے اور شدت گرما گزارنے کو پہاڑ پر آیا ہوا ہے وطن سے مہجور اپنی کتب سے دور لہٰذا شرح و بسط سے معذور مگر حکم بفضلہ تعالیٰ واضح میسور (۲۳)

علالت اور کتابوں سے دوری کے باوجود جو جواب عنایت کیا اس میں کتب فقہ و حدیث شریف کے ۳۱ حوالے موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سامنے کتابیں **مستحضر** تھیں اور علالت کے دوران کتابوں سے دور ہونا ان کی خدمت افتاء کے تحقیقی معیار میں کوئی رکاوٹ نہیں بنتا تھا۔(۲۴)

اختصار

مولانا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کو مختصر اور آسان زبان میں بھی جامع فتویٰ لکھنے کا ملکہ تھا۔ اس

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

اختصار میں گہرائی اور گیرائی بدرجہ اتم ہوتی تھی۔ فتاویٰ رضویہ میں اس طرح کے فتاویٰ کی سینکڑوں مثالیں ہیں۔ مثال کے طور پر :۔

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تم مٹی کے برتن کو اب پاک کر کے رکھو تو میں تمہارے چاقو ماردوں۔ اب زید کے لیے کیا حکم ہے۔ بموجب شرع شریف کے بینوا توجروا۔

الجواب :۔ صورت مذکورہ میں زید نے تین گناہ کیے۔ (۱) مسلمان کو ناحق تہدید' (۲) مال کو ضائع رکھنے کی تاکید (۳) مسئلہ شرعیہ پر انکار شدید' زید پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور عمرو سے بھی اپنا قصور معاف کرائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲۵)

مولوی گنگوہی کے فتاویٰ میں عموماً اختصار ہے کچھ فتاویٰ جامع بھی ہیں لیکن بہت سے فتاویٰ اختصار میں مبہم اور غیر واضح رہ گئے ہیں۔

مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ میں تناقض

مولوی رشید احمد گنگوہی مجلس مولود کو بدعت اور ممنوع لکھتے ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ میں بہت سے فتاویٰ ان کے اس نظریہ کی تائید کرتے ہیں۔(۲۶) ان کے پیر صاحب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ مجلس مولود کے جواز پر بہت تفصیل سے لکھتے ہیں اور خود بھی شمولیت کا ذکر کرتے ہیں۔(۲۷)

وہ لکھتے ہیں۔

"بلکہ اس زمانے میں جو ہر طرف سے پادریوں کا شور بازاروں میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے دین کی مذمت کرتے ہیں اور دوسری طرف آریہ لوگ جو خدا ان کو ہدایت کرے پادریوں کی طرح بلکہ ان سے زیادہ شور مچاتے ہیں ایسی محفل کا انعقاد ان کے شروط کے ساتھ جو میں نے اوپر ذکر کی ہیں۔(۲۸) اس وقت میں فرض کفایہ ہے۔"(۲۹)

اب عقل حیران ہے کہ فتاوی رشیدیہ میں جس محفل مولود کو بدعت اور ممنوع کہا گیا ہے مندرجہ ذیل فتویٰ میں اس کی تردید ہے۔

ذکر میلاد فخر عالم علیہ الصلوۃ والسلام کا مندوب و مستحب ہے اگر روایات صحیحہ سے بیان ہو اور کوئی امر مکروہ غیر مشروع اس میں مضموم نہ ہو چنانچہ اس امر کو بارہا بتصریح یہ عاجز لکھ چکا ہے اور براہین قاطعہ میں بھی اس کے جواز و ندب کی تصریح کی گئی ہے کسی کو اس پر کوئی اعتراض نہیں جو کچھ بحث و کلام ہے وہ سب قیود زوائد میں ہے اور بس مگر حساد کو یا نظر نہیں یا فہم نہیں اور اسی

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

طرح اپنے اساتذہ مشائخ کا عملدرآمد دیکھا ہے۔ جو کچھ اہل عناد نے انکار نفس مولود شریف کا اتہام بندہ اور احباب بندہ پر لگایا ہے وہ محض افترا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (۳۰)

اسی طرح کے تناقضات فتاویٰ رشیدیہ میں اور بھی ہیں۔

مولانا گنگوہی اور مولانا بریلوی کے عربی فتوے

مولانا گنگوہی کا فتاویٰ رشیدیہ جلد اول (ص۱۱۹) میں ایک مختصر عربی فتویٰ نظر آتا ہے لیکن صفحہ نمبر۱۱۸ پر یہی فتویٰ اردو میں ہے اس لیے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اصل فتویٰ اردو میں ہوگا جس کو عربی میں ترجمہ کرکے علمائے عرب کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ مولانا گنگوہی کی عربی میں کوئی قابل ذکر تحریر نہیں اس لیے عربی زبان میں ان کی مہارت کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

فاضل بریلوی کا عربی فتویٰ

حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے بہت سے فتاویٰ عربی زبان میں ہیں، جو ۱۲ مجلدات میں پھیلے ہوئے ہیں۔

ذیل میں فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ رضویہ کی خصوصیات پیش کی جاتی ہیں۔

جن سے فن فتویٰ نویسی میں دونوں کے مقام و مرتبہ کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے وہ خصوصیات یہ ہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ کی خصوصیات

(۱) استدلال اور قوت فیصلہ کی کمی

(۲) لاحاصل تاویلات سے کام لینا

(۳) ضروری تفصیلات کو نظرانداز کرنا

(۴) ایک ہی سوال کے بارے میں کبھی ہاں، کبھی نا

(۵) فروگزاشتوں اور غیر محتاط بے اعتدالیوں کا ارتکاب

(۶) غیر ضروری اختصار

(۷) کتب حدیث و فقہ کے حوالوں کا فقدان

(۸) مختلف فیہ مسائل میں علماء کے اقوال اور فقہاء کی آراء کا ذکر نہ کرنا۔

(۹) مختلف فیہ مسائل میں مفتی بہ اور قول مرجوح کا ذکر نہ کرنا۔

(۱۰) مستفتی کو حیران اور متجسس چھوڑ دینا۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

(۱۱) بعض مسائل میں اپنی لاعلمی اور عاجزی کا اظہار کرنا۔
(۱۲) بعض مفروضہ اور مزعومہ وجوہات کی بنا پر امور مباحہ کو ممنوع' بدعت اور بدعت ضلالت لکھنا۔
(۱۳) بعض مسائل میں رائے دینے کے باوجود خود مطمئن نہ ہونا۔
علامہ مفتی محمد مکرم احمد زید مجدہ نے فتاویٰ رشیدیہ کی خصوصیات پیش کرنے کے بعد فتاویٰ رضویہ کی خصوصیات پیش کرنے سے قبل یہ وضاحت کی ہے۔
"سب خصوصیات کا ذکر کرنا بہت مشکل ہے۔" اس کے بعد مندرجہ ذیل خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔

فتاویٰ رضویہ کی خصوصیات :

(۱) پہلے کتاب و سنت سے استدلال پھر کتب فقہ سے۔
(۲) دلائل و استشہادات کی کثرت بعض فتاویٰ میں مصادر کی تعداد ۲۰۰ سے تجاوز کرگئی ہے۔
(۳) سوال کے ہر پہلو پر تنقیح ---- فقہاء و علماء کا اختلاف ہے تو قول راجح کا ذکر
(۴) قرآنی تراجم و تفاسیر' کتب حدیث و فقہ کا بھرپور علم
(۵) نادر و نایاب حوالوں کا ذکر
(۶) فقہی کلیات و جزئیات کا استحضار
(۷) بعض مسائل پر جدید و قدیم علوم کی روشنی میں بحث
(۸) نقلی اور عقلی دلائل کی کثرت
(۹) دیگر مذاہب کے قوانین اور جزئیات کا علم
(۱۰) فقہائے متقدمین کا احترام اور اختلاف کی صورت میں ادب سے اعراض نہ کرنا
(۱۱) موجودہ دور میں درپیش مسائل کا علماء متقدمین کے فتاویٰ کی روشنی میں حل پیش کرنا
(۱۲) فتاویٰ اور دیگر تصانیف جو ۵۵ علوم میں ہیں مسلک احناف کے علماء کے لیے خصوصاً اور دیگر مسالک کے علماء کے لیے عموماً رہنما کا درجہ رکھتی ہیں نیز منتہی طلباء اور فضلا کے لیے مشعل راہ ہیں۔
(۱۳) فتاویٰ قرآن حکیم کی اس آیت کی حقانیت کی دلیل ہیں کہ "اس میں ہر شئے کا بیان ہے۔"
(۱۴) مستفتی کی ذہنی اور علمی استعداد اور صلاحیت کے اعتبار سے جوابات اور دلائل دیئے جاتے ہیں کہ مستفتی کی تشنگی ختم ہوجاتی ہے اور وہ مطمئن ہوجاتا ہے بلکہ اس کے کسی اور کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

(۱۵) جواب لکھنے پر پوری قدرت ہے۔ کسی مسئلے سے لاعلمی یا عاجزی کا اظہار نظر نہیں آتا۔

(۱۶) تاریخی حقائق کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔

(۱۷) ہر مسئلے میں اتباع سنت سنیہ کا کمال اہتمام کیا گیا ہے۔

(۱۸) فتاویٰ کے مطالعے سے حیرت انگیز قوت مطالعہ' قوت حافظہ' قوت استنباط' استدلال اور قوت بیانی کا اندازہ ہوتا ہے جس زبان میں مسئلہ پیش ہوتا اسی زبان میں اس کا جواب دیا جاتا۔ عربی فارسی ہو یا اردو' حتیٰ کہ منظوم استفتاء کے جواب میں منظوم فتویٰ دیا جاتا۔

(۱۹) لاکھوں جزئیات قدیمہ وجدیدہ کے منقح مسائل کا صاف صاف حکم ملتا ہے۔

(۲۰) ان کے مستفتیوں میں عوام الناس سے لیکر محدث و مفسر' فقیہہ و صوفی' جدید و قدیم علوم دینیہ و دنیاویہ کے فضلاء اور یونیورسٹی اور کالجز کے اساتذہ پائے جاتے ہیں' وہ ہر ایک کے مزاج کے مطابق مسائل کی تحقیق و تدقیق پیش کرتے تھے۔

(۲۱) ہر مسئلے میں اصول تفسیر' اصول فقہ' اصول حدیث کی روشنی میں قرآن حکیم' حدیث سے مستدلات کی کثرت ہے۔

(۲۲) فن ہیات' ریاضی' ہندسہ اور توقیت سے فرائض سے متعلق مسائل کی فاضلانہ تحقیق ہے۔

(۲۳) دور جدید کے نئے نئے مسائل کی تحقیق و تشریح اور ان کا شرعی حل پیش کیا گیا ہے۔

(۲۴) بدعات و منکرات کا ایمان افروز رد کیا گیا ہے۔

(۲۵) امام احمد رضا کی تحریرات (عربی' فارسی' اردو) فن ادب کا ایسا شاہکار ہیں جن کو کالجوں اور یونیورسٹیوں کی اعلیٰ ادبی کلاسوں کے نصابوں میں شامل کیا جانا چاہیے۔

(۲۶) فتاویٰ رشیدیہ میں امام احمد رضا کے کئی فتاویٰ نقل کیے گئے ہیں۔ اس سے بھی فتاویٰ رضویہ کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی اپنے وقت کے جلیل القدر عالم اور فقیہہ تھے۔ مولوی ابوالحسن علی ندوی نے (نزہتہ الخواطر ج ۸) میں اختلاف مسلک کے باوجود یہ اعتراف کیا ہے کہ امام احمد رضا کو جزئیات فقہ پر جو عبور حاصل تھا اس کی نظیر نہیں ملتی۔

کسی بھی مسئلے میں وہ لاعلمی اور عاجزی کا اظہار نہیں کرتے' ان کے فتاویٰ میں تاریخی حقائق کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔

عشق رسول اور محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا ایمان ہے' اہل بیت سے ان کو سچی عقیدت ہے اور خدمت دین مبین ان کا جذبہ صادق ہے اسی پر وہ تمام عمر کاربند رہے۔ بدعات و منکرات کو انہوں نے سخت ترین الفاظ میں رد کیا' ان کا قلم اس امر میں بہت سخت گیر ہے۔ ان کا

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

طرۂ امتیاز اتباع سنت سنیہ ہے۔

ان کے فتاویٰ عربی، فارسی اور اردو نثر و نظم میں پائے جاتے ہیں۔ علوم اسلامیہ کے ساتھ ساتھ اصناف سخن ادب پر بھی ان کو کامل عبور ہے۔ ان کی تحریرات فن ادب کا ایسا شاہکار ہیں جن کو کالجوں اور یونیورسٹیوں کی اعلیٰ ادبی کلاسوں کے نصاب میں شامل کیا جانا چاہیے۔ ایسا لگتا ہی نہیں کہ یہ عربی اور فارسی کی تحریرات کسی غیر اہل زبان کا نتیجہ فکر ہے۔ آپ کے بعض فتاویٰ انگریزی زبان میں بھی ہیں۔ ۳۱

فتاویٰ رضویہ کی جامعیت

فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی حیرت انگیز قوت مطالعہ، قوت حافظہ، قوت استدلال، استنباط، مسائل میں ندرت، فن استخراج اور قوت بیان کا اندازہ ہوتا ہے۔ بہت سے فتاویٰ میں زیر بحث مسائل کی تحقیق کے ساتھ ساتھ دیگر علوم و فنون پر بھی معیاری تحقیق ملتی ہے مثلاً حوض کی مقدار دہ دردہ اور ذراع سے متعلق یہ فتویٰ

النہی النمیر فی الماء المستدیر (ج ا، ص ۳۲۱-۳۳۰)

رجب الساحتہ فی میاہ لا یستوی وجھھا وجوفھا فی المساحتہ (ج ا، ص ۳۳۴)

یہ دونوں مسائل علم ریاضی کا بہترین شاہکار ہیں، اسی طرح ایک اور رسالہ میں ترکیب اجسام، پانی کے رنگ اور شعاعوں کے انعکاس و انعطاف وغیرہ کی بحثیں جو علم طبیعات سے متعلق ہیں اس رسالہ میں بدرجہ کمال ملتی ہیں۔

الدقتہ والبیان لعلم الرقتہ والسیلان (ج ا ص ۴۸۴-۴۹۹)

المطر السعید علی بنت جنس الصعید (ج ا ص ۶۶۸-۷۱۹)

جنس ارض کی تحدید و تعدید اور جنس ارض کے آثار سے متعلق یہ فتویٰ ریاضیات سے متعلق ایک فنی شاہکار ہے۔

فاضل بریلوی کو فقہی کلیات اور فقہی جزئیات پر بے پناہ ملکہ اور غیر معمولی مہارت حاصل تھی۔ فقہ حنفی پر ان کی تحقیق حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔ جزئیات فقہ پر عبور کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

مثلاً وہ پانی جس سے وضو جائز ہے اس کی ایک سو ساٹھ قسمیں مولانا بریلوی نے بیان فرمائی ہیں ۳۲۔ اور وہ پانی جس سے وضو جائز نہیں ہے اس کی ایک سو چھیالیس قسمیں ہیں ۳۳۔ اسی طرح پانی کے استعمال سے عجز کی ایک سو پچھتر (۱۷۵) صورتیں بیان کی ہیں اور اس موضوع پر **صح النداء فیما یورث العجز عن الماء** نام سے ایک مستقل رسالہ لکھا۔ ۳۴

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

النور و النورق لاسفار ماء مطلق ۳۵۔ رسالہ ماء مطلق و مقید کی تعریف و تفصیل میں ہے۔

اگر پانی دستیاب نہ ہو تو طہارت کے لیے شریعت نے تیمم کو وضو اور غسل کے قائم مقام کیا ہے تیمم کس طرح اور کس چیز سے جائز ہے۔ اس کی ایک سو اکیاسی قسمیں بیان کی ہیں' ۷۴ منصوصات اور ایک سو سات مزیدات مصنف اور وہ اشیاء جن سے تیمم جائز نہیں ہے اس کی ایک سو تین قسمیں بیان کیں۔ ۵۸ منصوصات اور ۷۲ زیادات ۳۶۔

صرف انہی مثالوں پر بس نہیں ہے بلکہ مولانا بریلوی کی ہر تصنیف و تحقیق موجودہ تحقیق اصولوں کے اعتبار سے بھی نہایت مکمل و محقق ہیں' ان فتاویٰ کے مطالعہ سے قرآن پاک کا یہ فرمان سچ معلوم ہوتا ہے۔ **و نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی**○

جب ایک امتی پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بے شمار علوم و فنون کے خزانے کھول دیئے جن سے معاصرین کی عقل حیران ہے تو صاحب قرآن کے علوم و فنون کی معلومات کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ اگر اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم معلومہ کی تحدید و تعین کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں لاکھوں جزئیات قدیمہ' جدیدہ کے منقح مسائل کا صاف صاف حکم ہے۔ علماء کے لیے ہزار ہا پیچیدہ مسائل کی اعلیٰ تحقیق و تطبیق ہے۔ محدث' مفسر' فقیہہ اور صوفی جدید و قدیم علوم دینیہ و دنیاویہ کے فضلاء کے مذاق کے متعلق مسائل کی تحقیق ہے ہر مسئلہ میں اصول تفسیر' اصول فقہ' اصول حدیث کی روشنی میں قرآن کریم' حدیث سے مستدلات کی کثرت ہے' یہی نہیں بلکہ فن ہیئت' ریاضی' ہندسہ' توقیت و فرائض سے متعلق مسائل کی فاضلانہ تحقیق ہے۔ مسلک اہل سنت کے اثبات و حقانیت پر مسکت دندان شکن دلائل بکثرت ہیں۔ دور جدید کے نئے نئے مسائل کی تحقیق و تشریح اور ان کا شرعی حل ہے۔ بدعات و منکرات کا کمر توڑ رد ہے۔ یہ تمام وہ خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے فتاویٰ رضویہ کی اولیت و فضیلت کا ہر عالم قائل ہے۔

مولانا بریلوی نے ۱۳۲۵ھ میں فتاویٰ رضویہ کے چند عربی فتاویٰ نمونہ حافظ کتب الحرم سید اسمٰعیل خلیل کو بھیجے تھے تو انہوں نے مطالعہ کرکے بے ساختہ تحریر فرمایا۔

واللہ اقول والحق انہ لوراھا ابوحنیفتہ النعمان لا قرت عینہ و یجعل مولفھا من جملتہ الاصحاب۔ ۳۷

ترجمہ:۔ "میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ابو حنیفہ نعمان ان کو دیکھتے تو ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی اور اس کے مولف کو اپنے تلامذہ میں شامل کرلیتے۔"

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

مولانا بریلوی کا دیگر مذاہب پر ادراک

فقہ حنفی کے علاوہ فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی نظر مذاہب عالم پر بھی بہت وسیع و عمیق تھی۔ فتاویٰ رشیدیہ میں اس طرح کی نظیر نہیں ملتی۔ فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ سے مستفتی نے سوال کیا کہ عیسائی کے ہاتھ کی چھوئی ہوئی شیرینی قابل استعمال ہے یا نہیں۔ الخ تو آپ نے مندرجہ ذیل جواب عنایت فرمایا۔

الجواب :- نصاریٰ کے مذہب میں خون حیض کے سوا شراب، پیشاب، پاخانہ غرض کوئی بلا اصلا ناپاک نہیں۔ وہ ان چیزوں سے بچنے پرہنستے اور اپنی ساختہ تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں تو ان کا ظاہر حامل نجاسات سے ملوث رہتا ہے۔ امام ابن الحاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں۔

یتعین علی من اللہ امر ان یقیم من الاسواق من یشتغل بھذا السبب (یرید بیع الاشربتہ اللوائیہ کشراب العناب و شراب النبفسیح و غیر ذلک) من اھل الکتاب۔ لان النصاری عندھم ابوالھم طاھرۃ ولایتدینون تبرک نجاستہ الادم الحیض فقط فالشراب الماخوذ من النصاری الغالب علیہ انہ متنجس۔

استفسارات اور نصاریٰ کے سترہویں استفسار میں ہے مسلمان لوگ بول و براز اور خون سے آلودہ رہنے کو عقلاً" بھی نا مستحسن جانتے ہیں اور عیسائی لوگ اس بات پر انہیں ہنسا کرتے ہیں تو ان کی چھوئی ہوئی تر چیزوں کا استعمال شرعاً" مطلقاً" مکروہ و ناپسند جیسے بھیگے ہوئے پان اگرچہ مسلمان ہی کے پانی سے بھیگے ہوں **کما حققنا ذلک فی کتابنا الاحلی من السکر لطلبتہ سکر دوس الی اخرہ۔**۳۸

حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے فقہی تبحر اور فتاویٰ کی جامعیت کے لیے اتنا ثبوت بھی کافی ہے کہ فتاویٰ رشیدیہ میں آپ کے فتاویٰ بعینہ کئی مسئلوں میں ملتے ہیں۔ بعض مواقع پر تو صاحب فتاویٰ رشیدیہ نے فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی تصدیق فرما دی ہے بعض جگہ پر اختلاف کیا ہے اور بعض جگہ مرتب نے بطور استشہاد پیش کیا ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۵۰ پر فاضل بریلوی کا فتویٰ اس طرح نقل ہے۔

فتویٰ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی موصولہ از مولوی عبدالصمد رامپوری مجموعہ فتاویٰ قلمی مولوی احمد رضا خاں صاحب منقولہ از جلد رابع کتاب الخطر والا باحتہ ص ۳۱۰

سوال :- تین برس کے بچے کی فاتحہ دوجے کی ہونا چاہیے یا سوم کی ہونا چاہیے۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب :- شریعت میں ثواب پہنچانا ہے۔ دوسرے دن ہو خواہ تیسرے دن باقی یہ تعین عرضی ہیں جب چاہیں کریں انہیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا، جہالت و بدعت ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ لمحمدن المصطفیٰ
النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اس فتویٰ کے حاشیہ پر جامع فتاویٰ رشیدیہ نے یہ عبارت تحریر کی ہے۔

یہ فتویٰ برائے اطلاع مجوزین بدعات تحریر کہا جاتا ہے کیونکہ لوگ جو ان میں سے بڑے شمار کیے جاتے ہیں وہ ہمارے علماء مانعین کی موافقت کرتے ہیں لہٰذا عالمین بدعات کو چاہیے کہ توجہ کریں اور اس سے باز آئیں۔

اس عبارت میں ہمارے علماء مانعین کی موافقت کرتے ہیں۔ جملہ قابل توجہ ہے۔ جامع فتاویٰ رشیدیہ نے اپنے علماء کے ایک فتویٰ کی تائید میں اس کو نقل کیا ہے جس کا جواب اس طرح شروع ہے۔

جواب :۔ صورت مسئولہ کا یہ ہے کہ مجتمع ہونا عزیز واقارب وغیرہم کا واسطے پڑھنے قرآن مجید کے یا کلمہ طیبہ کے جمع ہوکر روز وفات میت کے دیا دوسرے روز یا تیسرے روز بدعت و مکروہ ہے الخ۔

اس فتویٰ میں مطلق قرآن مجید کی تلاوت کو اور کلمہ طیبہ کو پڑھنا ان دنوں میں منع قرار دیا گیا ہے اور فاضل بریلوی' انہیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت و بدعت قرار دیا ہے نہ کہ مطلق ایصال ثواب کو' اس بناء پر یہ استشہاد ہی غلط اور گمراہ کن ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ میں مولانا احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ کا ایک تفصیلی فتویٰ لہو ولعب کے تاشے باجے' ڈھول آتش بازی طلائی نقرئی سہرا' رنڈی کا ناچ وغیرہ کے بارے میں موجود ہے جس پر متعدد علماء اعلام کی تصدیقات ہیں۔ انہیں مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی کی بھی تصدیق ہے مولوی رشید احمد گنگوہی نے ان تمام تصدیقات کے بعد بغیر کسی تفصیل کے اس فتویٰ کی تصدیق فرما دی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مولانا سے کلی طور پر متفق ہیں۔[۳۹]

اسی طرح مولانا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک مدلل فتویٰ فتاویٰ رشیدیہ میں موجود ہے جس کا آغاز اس طرح ہے۔

الجواب :۔ جو اپنی ضرورت شرعیہ کے لائق مال رکھتا ہو یا اس کے کسب پر قادر ہے اسے سوال حرام ہے الخ۔ اس فتویٰ پر بھی مولوی گنگوہی کی تصدیق بغیر کسی تفصیل کے موجود ہے۔[۴۰]

مولانا بریلوی کا ایک فتویٰ دربارۂ فاتحہ سوئم و چہلم ہے جس پر مرتب فتاویٰ رشیدیہ نے غلط استشہاد کیا ہے۔[۴۱]

فتاویٰ رشیدیہ میں مولانا احمد رضا خاں کا ایک فتویٰ دربارۂ عدم جواز مولود شریف منعقدہ فاسق

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

وفاجر موجود ہے۔ اس فتویٰ میں مولانا بریلوی کے ردبدعات و منکرات میں شدت اور سخت گیری کا پتہ لگتا ہے۔۴۲

ان تمام فتاویٰ سے اتنی بات تو ظاہر ہے کہ صاحب فتاویٰ رشیدیہ بھی مولانا بریلوی کے علمی تعمق اور فقہی تبحر کے قائل تھے اسی لیے مرتب فتاوی نے ان کو شامل کیا ہے۔

نوٹ :- اس قسم کی مثالیں فتاوی رضویہ میں کہیں نہیں ملتیں۔ البتہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کی مولوی رشید احمد گنگوہی کے بعض فتاوی پر بھرپور تعاقب کی مثالیں نظر آتی ہیں۔ مثلاً نوٹ اور منی آرڈر کے مسئلے پر انہوں نے مجتہدانہ اور فقیہانہ شان سے تعاقب کا حق ادا کیا ہے۔
(فتاوی رضویہ ۱۱/۷)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی و حوالا جات

۱- فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۱، ج ۱
۲- فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۶، ج ۲
۳- فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ کتاب الرہن ص ۲۸
۴- فتاویٰ رضویہ یازدھم کتاب المدانیات اور کتاب الرہن
۵- فتاویٰ رشیدیہ ج ۲، ص ۱۳۷
۶- فتاویٰ رشیدیہ ج ۲، ص ۳۵، ج ۲، ص ۱۵۱
۷- ایضاً ج ۲، ص ۱۵۷
۸- ایضاً ج ۲ ص ۳۳
۹- فتاویٰ رضویہ ج ۱۱، ص ۱۰
۱۰- فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۱۷

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

۱۱- فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۲۲

۱۲- ایضاً ص ۴۲، ج ۱، ص ۷۴، ۷۶، ۷۷، ج ۱

۱۳- فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۰، ج ۱

۱۴- ۱/۲۰، ۱/۴۵، ۱/۵۱، ۱/۶۴، ۱/۸۶، ۱/۱۱۷، ۱/۱۲۲، ۲/۵، ۲/۱۶، ۲/۶۶، ۳/۲، ۳/۴، ۳/۱۲ وغیرہ

۱۵- فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰، ج ۱

۱۶- فتاویٰ رشیدیہ ج ۱، ص ۱۱

۱۷- فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۲

۱۸- ایضاً ج ۲ ص ۱۰

۱۹- رہبرو رہنما از پروفیسر محمد مسعود احمد مطبوعہ کراچی

۲۰- رسالہ اغزالا کتنہ فی رد صدقتہ مانع الزکاۃ (۱۳۰۹ھ) درفتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۴۳۲، از مولانا احمد رضا خاں

رسالتہ الوفاق المتین بین السماع الدفین وجواب الیمین (۱۳۱۶ھ) ایضاً ص ۳۲۳

رسالہ حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات (۱۳۰۵ھ) ایضاً ص ۲۳۵

۲۱- نوٹ :- فتاویٰ رشیدیہ کے سب فتاویٰ مختصر ہیں وہ سب ایام بیماری کے تو نہیں ہیں۔

۲۲- فتاویٰ رشیدیہ ج ۱، ص ۱۳۰

۲۳- العطایا النبویتہ فی الفتاویٰ الرضویہ ج ۳، ص ۴۸۵

۲۴- حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی از پروفیسر محمد مسعود احمد ص ۱۲۵

۲۵- فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۱۴۵

فتاویٰ رشیدیہ ص ۷۳، ۷۶، ج ۱

۲۶- فتاویٰ رشیدیہ ج ۱، ص ۴۲، ص ۵۰، ص ۷۱، ص ۱۴۷، ص ۱۵۱، جلد دوم ص ۱۳۱، ص ۱۲۳ اور ان کے علاوہ بہت سے مقامات پر یہی فتویٰ ہے۔

۲۷- ہفت مسئلہ و فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۰ ج ۱

۲۸- جیسے تغنی اور باجا اور کثرت سے روشنی بے ہودہ نہ ہو بلکہ روایات صحیحہ کے موافق ذکر معجزات اور ذکر ولادت حضرت کیا جائے۔

Digitized by

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا

www.imamahmadraza.net

۲۹- خیر البیان فی مولد سید الانس و الجان از زید ابو الحسن مجددی فاروقی ص ۲۳ مطبوعہ دہلی ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۳ء
۳۰- خیر البیان ص ۲۷
۳۱- حیات مولانا احمد رضا خان از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
۳۲- فتاویٰ رضویہ ج اول ص ۴۵۶
۳۳- ایضاً ۳۵۰، ۴۷۲، ۵۴۳۔ ۳۴- ایضاً ص ۶۱۱-۶۵۹
۳۵- ایضاً ۴۰۷ سے ۵۵۳
۳۶- فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۶۶۸-۷۱۹
۳۷- الاجازت المتینتہ لعلماء بکتہ والمدینتہ از مولانا احمد رضا خاں
۳۸- فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۴۴- ۱۴۵
۳۹- فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۴۸
۴۰- فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۴۴-۴۵
۴۱- فتاویٰ رشیدیہ ج ا ص ۱۵۰
۴۲- فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۸۸-۹۰

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

علامہ شبیر احمد خاں غوری (بھارت)
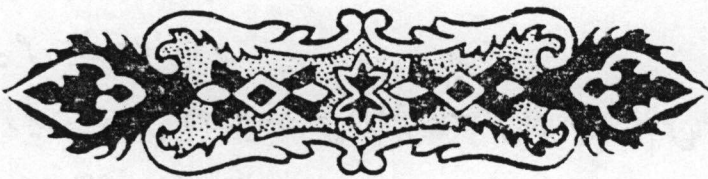
اسلامی ریاضی وہیئت کا آخری دانائے راز

جناب مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی شخصیت معتقدین و معاندین کے درمیان متنازع فیہ رہی ہے۔ اس نزاع سے نئی نسل کو جو

کار ملانی سبیل اللہ فساد

سے بیزار ہوچکی ہے' غالبا کوئی دلچسپی نہ ہوگی۔ وہ تو صرف یہ جاننا چاہتی ہے کہ کیا افاضل روزگار کی مساعی علمیہ کو

ابن مریم مرگیا یا زندہ جاوید ہے
ہیں صفات ذات حق حق سے جدا یا عین ذات

جیسی تطویل لاطائل میں انہماک کے دوران کبھی عباقرہ روزگار کے اس شاندار ورثہ کے ساتھ اعتناء کی بھی فرصت ملی جنھوں نے تہذیب انسانی کو بنانے اور سنوارنے میں قابل صد ہزار تحسین و ستائش خدمات انجام دی ہیں' جس سے ہماری مراد علوم قطعیہ (Exact Siences) اور خاص طور پر ریاضی و ہیئت سے ہے۔ مگر یہاں پہنچ کر ہمیں۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

کے مصداق عموماً مایوسی ہی ہوتی ہے۔

جدید مسلم ہندوستان کی علمی سرگرمیوں کا افتتاح حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے خانوادے نے کیا۔ علوم دینیہ کی نشرواشاعت کے علاوہ انھوں نے علوم عقلیہ (منطق و فلسفہ) کے باقی رکھنے میں بھی خدمات شائستہ انجام دیں۔ مگر افسوس' بعد کے لوگوں کا فضل و کمال صرف متنازعہ فیہ مسائل کی موشگافیوں میں الجھ کر رہ گیا۔ جس کی تفصیل شاید ان کے زمانہ میں درخور ستائش اور پیشہ ور مناظروں کے حلوہ مانڈے کا سہارا رہی ہو تو رہی ہو' مگر آج کے سنجیدہ نوجوان کو اس کوہ کندن وکاہ برآوردن کی داد دینے کی قطعاً فرصت نہیں ہے۔ وہ تو یہ جاننا چاہتا ہے کہ مثلاً مسئلہ

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

وحدۃ الوجود کے اثبات و تردید کے علاوہ سائنس اور ریاضی کی ترقی میں بھی ان فضلائے وقت نے کوئی حصہ لیا' یا علی الاول جو کچھ انہوں نے اپنے اسلاف سے ورثہ میں پایا تھا' اسے جوں کا توں باقی رکھنے کی بھی کوشش کی یا نہیں۔ موضوع سے باہر جانے کی معذرت کرتے ہوئے اس سوال کی وضاحت کے لئے ایک ذاتی تجربہ کو دہرانا مستحسن ہوگا۔

مدارس میں ریاضی و ہیئت کی زبوں حالی :

۱۹۴۶ء میں بکار سرکار مجھے ایک مدرسہ کے معائنہ کے لئے جانا پڑا۔ اسی دوران مجھے ہندوستان کی ایک عظیم دینی درسگاہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا جس کی تفصیل غیر ضروری ہے۔ آخر میں نائب مہتمم صاحب جنہیں مجھے مدرسہ دکھانے کی خدمت سونپی گئی تھی' اپنے درجہ میں لے گئے جہاں وہ ایک طالب علم کو "تحریر اقلیدس" پڑھاتے تھے۔ وہاں ان کا اصرار ہوا کہ میں اس طالب علم سے کچھ سوال کروں۔ مجھے اس اصرار سے سخت کوفت ہوئی۔ میں زیارت کے لئے گیا تھا' طلبہ کا امتحان لینے نہیں گیا تھا۔ مگر ان صاحب کو خود میرا امتحان لینا مقصود تھا کہ میں عربی کا ایم اے سہی' مدارس عربیہ میں پڑھائے جانے والے علوم حکمیہ کے اندر کتنے پانی میں ہوں۔ اصول اقلیدس مقالہ اولیٰ میں (جو مدارس کے نصاب میں علم ہندسہ کی آخری کتاب ہے) اڑتالیس شکلیں ہیں اور یہ اشکال بہ ترتیب جدید آج کی تو خبر نہیں مگر اس زمانہ (۱۹۴۶ء) میں مڈل اسکولوں کے ساتویں اور آٹھویں درجے میں پڑھا دی جاتی تھی۔ جب ان کا اصرار اس حد تک بڑھا کہ تماشائی طلبہ میری اس علمی بے مائیگی پر تالیاں بجانے لگے تو پھر بادل ناخواستہ اس طالب علم سے یہ شکل ثابت کرنے کے لئے کہا کہ اگر ایک خط مستقیم دو متوازی خطوط مستقیم کو کاٹے تو زاویائے متبادلہ برابر ہوں گے۔ لڑکا نو گرفتار قفس تھا کسی انٹرمیڈیٹ کالج سے انٹر کرکے آیا تھا۔ اس نے فوراً کاپی پنسل اٹھائی اور جس طرح اس زمانہ میں اسکولوں کے اندر یہ شکل پڑھائی جاتی تھی اس نے بھی ثابت کردی۔ میں نے کہا صاحبزادے اس طرح نہیں چلے گا۔ جس طرح تمھاری اس "عربی تحریر اقلیدس" میں یہ شکل ثابت ہوتی ہے اس طرح ثابت کرو۔ مگر وہ کسی طرح ثابت نہ کرسکا۔ مجبوراً میں نے ان نائب مہتمم صاحب سے درخواست کی کہ وہ اسے پھر سے پڑھائیں۔ وہ ایک کہنہ مشق استاد تھے' پڑھا دیا۔ یہ تحریر اصول اقلیدس کی انتیسویں شکل تھی۔ جب وہ "ذالک مااردناہ" (جسے ہم انگریزی میں Q.E.D کہا کرتے ہیں) پر پہونچے تو کتاب بند کرنے لگے۔ میں نے عرض کیا آگے اور پڑھائیے' مگر وہ صاحب کسی طرح تیار نہ ہوئے سبب یہ بتایا کہ یہ حصہ متروک التعلیم ہے۔ میں نے عرض کیا متروک التعلیم ہے تو کیا ہوا ممنوع التعلیم تو نہیں ہے۔ اگر اس میں قرآن و حدیث کی رو سے کوئی الحاد و بے دینی ہے تو پھر یہ

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

حصہ چھاپا ہی کیوں جاتا ہے؟ فرمایا یہ تو میں نہیں جانتا' مگر

جب میرے استاد مجھے پڑھاتے ہوئے اس مقام پر پہونچے تو انہوں نے اسے نہیں پڑھایا اور فرمانے لگے کہ جب میرے استاد بھی مجھے پڑھاتے ہوئے اس مقام پر پہنچے تھے تو انہوں نے بھی اسے پڑھانے سے معذوری ظاہر کی تھی۔

آگے کی تفصیل غیر ضروری ہے مجھے صرف اپنی معروض کہ۔

"ان افاضل نے ریاضی وہیئت میں جو ورثہ اپنے اسلاف سے پایا تھا۔ اسے اور کچھ نہیں تو کم از کم باقی رکھنے کی بھی کوشش نہیں کی۔"

کی شہادت میں اپنا ایک ذاتی تجربہ پیش کرنا تھا' وہ پیش کردیا۔ مگر مجھے اندیشہ ہے کہ اس سے شاید عہد حاضر کی علمی کساد بازاری واضح نہ ہوپائی ہوگی۔ اس کے لئے اس کے تارخی پس منظر کو بیان کرنا مستحسن ہوگا۔

اقلیدس کی کتاب "اصول الہندسہ" (Elements Of Geometry) کی بنیاد چند مبادی اولیہ (First Principles) بالخصوص علوم متعارفہ (Axioms) اصول موضوعہ (Hypothesis) اور مصادرات (Portulates) پر ہے۔ آخر الذکر میں سب سے اہم "خطوط متوازی کا مصادرۃ" (Parallel Portulates) ہے جو اقلیدس کے لفظوں میں حسب ذیل ہے۔

"کل خطین مستقیمین وقع علیهما خط مستقیم و کانت الزاویتان الداخلتان فی احدی الجهتین اصغر من قائمتین۔ فانهما یلتقیان فی تلک الجهته"

(ہر وہ دو خط مستقیم جن پر ایک اور خط مستقیم واقع ہو جنہیں ایک اور خط مستقیم قطع کرے اور (اس کے) ایک جانب کے دو داخلہ زاویہ دو زاویہ قائمہ سے کم ہوں تو وہ دونوں خط اگر بڑھائے جائیں تو اس جانب وہ کہیں نہ کہیں مل جائیں گے۔)

مگر بعد کے لوگوں نے اسے "مصادرہ" ماننے سے انکار کردیا اور اسے مسئلہ اثباتی (Theorem) کی طرح ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اسلام سے قبل یونان قدیم میں اس کوشش کے سلسلے میں سب سے زیادہ مشہور نام بطلیموس (Ptolemy) کا ہے۔ جب یہ کتاب (اصول اقلیدس) عربی میں ترجمہ ہوئی تو فضلائے اسلام نے بھی اپنے یونانی پیشروؤں کی اس علمی و سائنسی روایت کو جاری رکھا۔ سب سے پہلا مسلمان فاضل جس نے اس کڑی کماں کوزہ کرنے کی کوشش کی' عباس بن سعید الجوہری (زمانہ ۸۰۰ء کے قریب) تھا۔ اس کے بعد اور فضلاء نے بھی اس مسئلہ کو ثابت کرنے کی کوشش کی' جن میں دو نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ایک ابن

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

الہیثم کا جس نے Play Fair سے آٹھ سو سال قبل اس مصادرہ کی جگہ یہ مصادرہ پیش کیا کہ۔

الخطان المستقیمان المتقاطعان لا یوازیان خطا مستقیما و احدا۔

Two intersecting straight lines can not be parallel to One and the same straight line

شاید یہ بات دلچسپی سے سنی جائے گی کہ آٹھ سو سال بعد جب انگریز جیومیٹر دان نے اصول اقلیدس کا ایک نیا ایڈیشن مرتب کیا تو اس "بدل" کو جو ابن الہیثم کی دریافت ہے اپنی دریافت بتا کر پیش کیا اور پھر یہ Playfaires Axiom کے نام سے مشہور ہوگیا۔

چہ دلاور است وزدے کہ بکف چراغ دارد

مسلمانوں میں اس سلسلے کا دوسرا نام عمر خیام کا ہے جسے ہم

ما ایم خریدار مئے کہنہ دنو

وانگہ فروشندہ عالم بدو جو

جیسی پھکڑ بازیوں کا خالق سمجھ کر سردھنتے ہیں مگر وہ صف اول کا ریاضی دان، ہیئت دان بھی تھا جس نے کارڈان سے کئی سو سال پہلے تین درجہ کی مساواتوں (Cubic equation) کے منظم حل دریافت کئے۔ اسی مزعومہ رباعی گو شاعر نے "شرح ما اشکل من مصادرات اقلیدس" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس میں دوسرے اشکالات کے حل کے علاوہ اقلیدس کے اس خطوط متوازی کے مصادرہ کو بھی ثابت کرنے کی کوشش کی اور بھی لوگوں نے اسے ثابت کرنے کی کوشش کی مگر خواجہ نصیر الدین طوسی (وفات ۱۲۷۱ء) نے اپنے "الرسالۃ الشافیۃ فی الخطوط المتوازیۃ" میں صرف انہیں تین فاضلوں عباس بن سعید الجوہری، ابن الہیثم اور عمر خیام کی کوششوں کی تفصیل دی ہے۔ زاں بعد محقق طوسی نے خود اس مصادرہ کو آٹھ مقدمات کی مدد سے ثابت کیا ہے۔ انہیں مقدمات ہشتگانہ کو محقق طوسی نے اصول اقلیدس مقالہ اولیٰ کی انتیسویں شکل کو ثابت کرنے اور "ذالک ما اردناہ" لکھنے کے فوراً بعد اپنی تحریر "اصول اقلیدس" میں قلم بند کرتا ہے اور انہیں مقدمات ہشت گانہ کی جناب نائب مہتمم صاحب "متروک التعلیم" بتاتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ حصہ نہ انہیں ان کے استاد نے پڑھایا اور نہ موخر الذکر کو ان کے استاد نے۔ خدا جانے یہ نہ پڑھانے کا سلسلہ کہاں تک دراز ہوتا ہے۔ مگر اتنا یقینی ہے کہ مولوی محمد برکت الہ آبادی (جنہوں نے متداول تحریر اقلیدس پر حواشی لکھے ہیں) کے زمانہ میں یہ (مقدمات ہشت گانہ) والا حصہ متروک التعلیم نہیں تھا، بلکہ باقاعدہ پڑھایا جاتا تھا اور اس

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

پر بڑی دقت نظری سے بحث بھی ہوتی تھی جس کا ثبوت یہ ہے کہ آج بھی اس کتاب کے جو مطبوعہ نسخے ملتے ہیں، ان کے اندر باقی کتاب کے علاوہ اس مبینہ متروک التعلیم حصہ پر بھی حواشی موجود ہیں اسی مبینہ متروک التعلیم حصہ پر دوسرے فضلاء کے بھی حواشی موجود ہیں۔ اس کا جو مطبوعہ نسخہ ہے وہ ۱۳۲۱ھ (مطابق ۱۹۰۳ء) میں مطبع مجتبائی میں چھپا تھا مالک مطبع نے اس کی تصحیح وطباعت کا کام اس زمانہ کے ایک فاضل مولوی محمد عبدالقادر لدھیانوی کے سپرد کیا تھا۔ جنھوں نے باحسن وجوہ اس کی تصحیح کی (فوضت امرہ الی العالم الاکمل ... المولوی محمد عبدالقادر ر اللہ ھیانونی فصحھااکمل التصحیح) ظاہر ہے کہ ان مولوی محمد عبدالقادر لدھیانوی نے مکمل تصحیح کے لئے ان جملہ حواشی کو اپنے صحیح سیاق وسباق میں سمجھا ہوگا۔ اس کے بعد ہی انہیں دیگر فضلا کے حواشی کے دوش بدوش کتابت کے لئے دیا ہوگا۔ یہ اور ان جیسے دوسرے افاضل میں ایک بزرگ مولوی محمد احسن عظیم آبادی کا بھی نام ہے جو اس کتابت وطباعت کے زمانہ میں رہے ہوں گے۔

غرض ۱۹۰۰ء کے قریب یہ مبینہ متروک التعلیم حصہ علمائے روزگار کی تفکیری سرگرمیوں کا موضوع رہا تھا۔ مگر ۱۹۴۶ء میں ایسی ہوا چلی کہ علمائے وقت کی فہم سے بالا تر چیستاں اور پہیلی بن گیا فیاللعجب بہرحال ہمارے اسلاف نے اپنے یونانی پیشروؤں سے جو علمی سرمایہ ورثہ میں پایا تھا اسے نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اس میں مزید چار چاند لگائے بالخصوص عباس بن سعید الجوہری، ابن الھیثم، عمر خیام اور محقق طوسی نے ان کے بعد بھی اس میں ترقی ہوئی یا نہیں، اس کی تفصیل نہیں مل سکی مگر اتنا یقینی ہے کہ اس سلسلے میں ہمارے اسلاف نے جو کاوشیں کی تھیں وہ ضرورر برقرار رکھی گئیں اور یہ صورتحال کم از کم مولوی محمد برکت الہ آبادی ان کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں کے زمانہ تک بلکہ ۱۹۰۰ء تک برقرار رہی جس کا ثبوت وہ حواشی ہیں جو مولوی محمد برکت نے اس مبینہ متروک التعلیم حصے (مقدمات ثمانیہ) پر لکھے۔

پھر مذکور الصدر نائب مہتمم صاحب کے استاد الاستاد اور استاد کا زمانہ آیا جبکہ یہ کاوشیں۔

جو پڑھا لکھا تھا نیاز نے اسے صاف دل سے بھلا دیا

کا مصداق بن گئیں، فانا للہ وانا الیہ راجعون

یہ نائب مہتمم صاحب ایک عظیم درسگاہ میں ریاضی وہیت کے استاد تھے اور یہ واقعہ بطور مشتے نمونہ ازخروارے ثبت کیاگیا ہے اس سے بمصداق قیاس کن زگلستان من بہار مرا باآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہماری قدیم درسگاہوں میں علوم قطعیہ (Exact Sciences) کے شاندار قومی وملی ورثہ کے ساتھ بے اعتنائی اور کساد بازاری کس حد تک پہنچ گئی ہے ایسی مایوس

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

کن تاریکی میں کسی روشنی کی کرن

متاع بردہ کو سمجھے ہوئے ہیں قرض رہزن پر

کا مصداق معلوم ہوتی ہے۔

اندھیرے میں روشنی کی کرن

مگر جب ایسے ہمت شکن ماحول میں ہمیں فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ کی علمیت کا تجزیہ کرنے کا موقع ملتا ہے تو ہماری حیرت کی انتہا نہیں رہتی کہ۔

ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی

اس اجمال کی تفصیل دوباتوں کی وضاحت کی مقتضی ہے۔

(الف) برصغیر میں ریاضی وہیت کی تاریخ میں فاضل بریلوی کا مقام

(ب) فاضل بریلوی نے ان علوم میں اپنے اساتذہ سے کیا حاصل کیا اور کس قدر خالص ان کی ذاتی تحقیق اور فیضان الہی کا نتیجہ تھا۔

برصغیر میں ریاضی وہیت کی تاریخ میں فاضل بریلوی کا مقام

برصغیر میں مسلم ریاضی و ہیت کا آغاز البیرونی نے ۴۰۸ھ کے قریب کیا جبکہ اسے اس کے وطن مالوف خوارزم سے مغربی ہندوستان میں جلاوطن کیا گیا یہاں اس نے مختلف شہروں کا عرض البلد دریافت کر کے اپنی ہیتی سرگرمیوں کو جاری رکھا۔ نیز محیط ارضی کی پیائش کی جو ریاضیاتی جغرافیہ کی تاریخ میں اپنی نوعیت کی تیسری کوشش تھی بعد میں لاہور کے دیوان کتابت کے کتاب مثلاً مسعود سعد سلمان ان سرگرمیوں میں مشغول ملتے ہیں۔ دہلی سلطنت کے زمانہ میں بھی کتاب نے اس روایت کو برقرار رکھا۔ چنانچہ امیر خسرو شہاب مہمرہ کی تعریف میں لکھتے ہیں۔

دریاضی بیک صریر قلم--- پاک کردہ زگوش جذراصم

اسی صدی کے وسط میں محمود بن عمر الرازی نے ایک ہیتی جدول (زیج) مرتب کر کے ناصر الدین محمود کے نام معنون کی اور اس کا نام "زیج ناصری" رکھا اس طرح خواجہ نصیر الدین طوسی کی زیج ایلخانی سے پہلے ہی ہندوستان میں ایک زیج مرتب ہوچکی تھی صدی کے آخر میں امیر خسرو نے "قران السعدین" لکھی جس میں "صفتہ سیر بروج وروش منزلہا" کے زیر عنوان چاند کی اٹھائیس منزلوں کی کیفیت قلم بند کی۔

مورخ ضیاء الدین برنی نے لکھا ہے کہ علاء الدین خلجی کے عہد کے منجم اتنے باصلاحیت تھے کہ خود رصدگاہ قائم کرسکتے تھے۔ فیروز تغلق کو اسطرلاب سازی میں دستگاہ کامل حاصل تھی اسی کا نتیجہ تھا کہ نہ صرف اس کی مسلمان رعایا بلکہ ہندو رعایا بھی اس فن سے دلچسپی لینے لگی

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

چنانچہ سنسکرت زبان میں مہندر سوری نے "ینتر راجہ" کے عنوان سے اس موضوع پر کتاب لکھی۔ اگلی صدی میں فیروز شاہ بہمنی امور سلطنت کی مشغولیتوں میں سے کتب متداولہ کا درس دینے کے لئے وقت نکال لیا کرتا تھا۔ وہ ہفتہ میں تین دن ریاضی میں "تحریر اقلیدس" اور ہیت میں "شرح تذکرہ" پڑھایا کرتا تھا۔ اسی صدی میں مالوہ کے خلجی سلطان محمود شاہ کے درباری ہیت دان نے ایک ہیئتی جدوال (Astronomical Table) لکھ کر بادشاہ کے نام معنون کی۔ اسی لئے یہ زیج جامع محمود شاہی کہلاتی ہے اس کا واحد نسخہ بوڈلیان لائبریری میں ہے۔

بدقسمتی سے اس طوائف الملوکی کے دور کے ہندوستان کی دوسری اسلامی حکومتوں میں ان فنون کے جن فضلا کا بلوغ ہوا ان کی تفصیل نہیں مل سکی مگر مغل فاتحین اپنے ہمراہ ان علوم کے ساتھ غیر معمولی اعتنا لے کر یہاں آئے۔ ہمایوں تو گویا ریاضی وہیت کا مظہراتم تھا۔ ابوالفضل اس کے بارے میں لکھتا ہے۔ "از اقسام علوم عقلی و نقلی آگاہی تمام داشتند علی الخصوص در اقسام علوم ریاضی آنحضرت را پایہ بلند بود"

اس کی مجلس میں صرف انہی فضلا کو بار ملتا تھا جو ریاضی وہیت میں یدطولی رکھتے تھے اس کے یہاں قطب الدین شیرازی کی "درۃ التاج" پر مذاکرہ رہا کرتا تھا اس نے رصدگاہ قائم کرنے کا بھی اراہ کیا مگر موت نے اسے فرصت نہ دی۔ اس کے بیٹے اکبر نے جب دین الٰہی جاری کیا تو علوم دینیہ کے علی الرغم علوم حکمیہ بالخصوص حساب ونجوم پر خصوصی زور دیا' بقول صاحب "دبستان المذاہب" "حکم شد کہ الھین از علوم غیر نجوم وحساب وطب وفلسفہ نخوانند وعمر گرامی صرف انچہ معقول نیست صرف نکنند" ابوالفضل نے آئین اکبری کا معتد بہ حصہ فلکیات کے لئے وقف کیا ہے اس نے امیر فتح اللہ شیرازی کی زیر نگرانی زیج الغ بیگ کا سنسکرت میں ترجمہ کرایا۔

مگر علوم ریاضیہ کے تعلیم وتعلم کا باقاعدہ سلسلہ شاہجہاں کے عہد سے شروع ہوا۔ یہ خدمت ایک نووارد ایرانی فاضل ملا مرشد شیرازی نے انجام دی۔ اس کا شاگرد رشید احمد معمار بانی تاج محل کا بڑا بیٹا عطاء اللہ رشدی تھا اس سے ان علوم کی تعلیم اس کے برادر اصغر لطف اللہ مہندس نے حاصل کی۔ ان کے شاگرد ان کے صاحبزادے امام الدین ریاضی (مصنف التصریح فی الھیتہ) تھے جن سے ان کے برادر خیر اللہ مہندس نے یہ علوم حاصل کئے ملا مرشد کے علاوہ عہد شاہجہانی کے دوسرے فضلا ریاضیات میں ملا فرید منجم اور ملا محمود خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ۔ ملا فرید نے "زیج شاہجہانی" مرتب کی اس سے پہلے وہ "سراج الاستخراج" لکھ چکے تھے ملا محمود نے بادشاہ شاہجہاں کے حضور میں رصدگاہ قائم کرنے کا منصوبہ پیش کیا مگر وزیر کی دراندازی سے یہ منصوبہ

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

عملی جامہ نہ پہن سکا۔ یہ شرف قسام ازل نے محمد شاہ کے عہد کے لئے مقدر کر رکھا تھا چنانچہ اس کے حکم سے راجہ جے سنگھ نے دہلی میں رصدگاہ محمد شاہی قائم کی اس کی دریافتوں کی مدد سے مرزا خیر اللہ اور محمد عابد دہلوی نے زیچ محمد شاہی مرتب کی۔

اس سلسلہ کا اختتام مولوی غلام حسین جونپوری کی "جامع بہادر خانی" (۱۸۲۵ء میں) پر ہوا جو ریاضی و ہیت کی ایک ضخیم اور انتہائی اہم مخزن العلوم ہے۔

مگر ۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد جب برطانوی استعمار نے اس ملک کی سیاست پر مضبوطی سے پنجے گڑا لئے تو پھر اس استعمار کو مزید مستحکم بنانے کے لئے مفتوحین کے علوم کے ساتھ ہمت شکن بے اعتنائی برتی تاکہ وہ اپنے شاندار ثقافتی ماضی سے متاثر ہوکر سر نہ اٹھاسکیں۔ اس صورتحال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مصلحین قوم وملت کی دو جماعتیں ہوگئی۔ ایک جماعت قدیم ثقافتی ورثہ کی بقا و تحفظ پر مصر تھی اس نے "مالا یدرک کلہ لایترک کلہ" کے اصول پر قدیم علوم متداولہ میں سے قرآن و حدیث کی تعلیم کو باقی رکھنے پر زور دیا جو دینی نقطہ نظر سے زیادہ اہم تھے' رہے باقی علوم بالخصوص ریاضی وہیت ان کو درخور اعتنا نہ سمجھا پھر ان علوم کی ترقی ایک خاص سیاسی ومعاشرتی ماحول میں ہوئی تھی جو نئے نظام میں بھولی بسری داستان بن چکا تھا۔ اور پھر وقت کی اہم ترین ضرورت علوم دینیہ کا تحفظ اور اشاعت تھی بھلے ہی دوسرے علوم کی کیوں نہ قربانی دینی پڑے اور اگر علوم حکمیہ کے ساتھ اعتنا کیا بھی تو یہ اعتنا صرف فلسفہ ومعقولات تک محدود تھا' رہے ریاضی وہیت تو ان کے ساتھ بے اعتنائی بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچ گئی جس کی مثال میں اپنا ذاتی تجربہ بیان کرچکا ہوں۔

مصلحین ملت کی دوسری جماعت قوم کی دینوی ترقی پر زور دیتی تھی جس کے لئے علوم جدیدہ میں تبحر ضروری تھا' مگر یہاں بھی ملوکیت اپنی دسیسہ کاریوں سے باز نہ آئی اور امت مسلمہ کو اپنے ثقافتی ماضی سے بے تعلق بنانے کے لئے جدید درسگاہوں میں قدیم ریاضی وہیت کے ساتھ بے اعتنائی ہی نہیں برتی گئی بلکہ انہیں تضحیک وتفضیح کا موضوع بنایا گیا اور اس طرح اس خیر الامم کو دنیا کی ناکارہ ترین قوم ہونے کے احساس کمتری میں مبتلا کردیا۔

غرض دوستوں کی دلسوزی اور بیگانوں کی نیش زنی دونوں کا مجموعی نتیجہ یہ نکلا کہ ان علوم کی تعلیم بمنزلہ صفر ہوکر رہ گئی۔ مدارس عربیہ میں نام کے لئے ریاضی میں خلاصتہ الحساب اور تحریر اصول اقلیدس مقالہ اولی اور ہیت میں تفریح اور شرح چغمنی نصاب میں مشمول رہیں مگر عملی تعلیم نہ ہونے کے برابر ہوگئی۔ یہ علمی ماحول تھا جس میں فاضل بریلوی نے آنکھ کھولی۔ مگر بعد کی تفصیل سے پہلے یہ بھی دیکھتے جائیں کہ انہوں نے اپنے اساتذہ سے کیا حاصل کیا۔ ریاضی وہیت

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

میں فاضل بریلوی کی تعلیم اپنے پدر بزرگوار کے فیض تلمذ کا نتیجہ تھی جس کی تفصیل انہوں نے اپنے مایہ ناز تصنیف' "الکلمتہ الملھمہ" میں دی ہے' فرماتے ہیں۔

"فقیر کا درس بحمدہ تعالیٰ تیرہ برس دس مہینے چار دن کی عمر میں ختم ہوا اس کے بعد چند سال تک طلبہ کو پڑھایا فلسفہ جدیدہ سے تو کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ علوم ریاضیہ وہندسہ میں فقیر کی تمام تحصیل جمع تفریق ضرب تقسیم کے چار قاعدے پر ہوا کہ بہت بچپن میں اس غرض سے سیکھے تھے کہ فرائض میں کام آئیں گے۔

اور صرف شکل اول تحریر اقلیدس کی وبس جس دن یہ شکل حضرت اقدس حجتہ اللہ فی الارضین معجزہ بن معجزات سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین' خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد سے پڑھی اور اس کی تقریر حضور میں کی' ارشاد فرمایا تم اپنے علوم دینیہ کی طرف متوجہ رہو' ان علوم کو خود حل کرلو گے"۔

یہ تھی کل کائنات ریاضی وہیت میں اساتذہ سے تحصیل کی۔ شیخ بوعلی سینا کے بارے میں مشہور ہے کہ اس نے بھی اپنے استاد سے ریاضی وہیت کی بہت کم تعلیم حاصل کی تھی مگر بعد میں اپنے ذاتی مطالعہ سے اس میں چار چاند لگائے۔ مگر فاضل بریلوی کا معاملہ اس سے بھی عجیب تر ہے علوم دینیہ میں انہماک اتنا تھا کہ کسی اور طرف توجہ کی فرصت ہی نہ ملی خود فرماتے ہیں "آج ۴۵ برس سے زائد ہوئے کہ بحمدہ تعالیٰ فلسفہ کی طرف رخ نہ کیا نہ اس کی کسی کتاب کو کھول کر دیکھا" لیکن اس عدم التفات واعتناب کے باوجود شفیق استاد کی پیشین گوئی پوری ہوئی چنانچہ فرماتے ہیں۔"اللہ عزوجل اپنے مقبول بندوں کے ارشاد میں برکتیں رکھتا ہے حسب ارشاد سامی بعونہ تعالیٰ فقیر نے حساب وجبرومقابلہ ولوگارثم وعلم مربعات وعلم مثلث کروی وہ علم ہیت قدیم وہیات جدید زیجات وار ثماطیقی وغیرہ میں تصنیفات فائقہ اور تحریرات رائقہ لکھیں اور صدہا قواعد وضوابط خود ایجاد کئے تحد ثابنعمتہ اللہ تعالیٰ بحمد اللہ تعالیٰ اسی ارشاد اقدس کی تصدیق تھی کہ ان کو خود حل کرلو گے" یہ میری بدقسمتی اور اس سے زیادہ دوں ہمتی و کوتاہی تلاش و جستجو ہے کہ ان جواہرپاروں کی زیارت سے محروم رہا لیکن جو بھی جواہرپارہ ملا اس سے اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ یہ محض مصنف علام کی تعلی شاعرانہ نہ تھی بلکہ ایک حقیقت نفس الامری ہے۔

جیسا کہ سابق میں عرض کیا گیا زیج بہادر خانی' اسلامی ہند کی ریاضیاتی عبقریت کا زروۂ کمال ہے اور فاضل بریلوی نے اس پر تعلیقات لکھیں ظاہر ہے کہ اس کتاب پر تعلیقات لکھنے کی جرات وہی فاضل روزگار کرسکتا تھا جو اس کتاب کے مصنف کا مثیل ونظیر ہو' بقول مرزا غالب۔

اے اسد ان مہ جبینوں کے لیے
چاہنے والا بھی اچھا چاہیئے

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

میں اس کتاب کو تلاش کررہا ہوں غالباً فاضل بریلوی کے پاکستانی عقیدت مند ان کی دوسری ریاضیاتی تصانیف کی طرح اس کتاب کو بھی اپنے یہاں لے گئے مجھے ابھی اس کا صرف ایک حوالہ ملا ہے۔

یہ حوالہ رسالہ درعلم لوگارثم کے مقدمہ میں ملتا ہے یہ رسالہ کسی انگریز مصنف کی تصنیف ہے جسے کسی نے فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔ فاضل بریلوی نے اس پر حواشی لکھے تھے اس رسالہ کو فاضل بریلوی کے ایک عقیدت مند نے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب سے اس پر مقدمہ لکھواکر شائع کیا ہے۔ پروفیسر صاحب نے اپنے تعارفی مقدمہ میں لکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے ایک عقیدت کیش بھارت آئے اور انہوں نے مولانا خالد علی خان سے فاضل بریلوی کے غیر مطبوعہ رسائل کی نشرواشاعت کے بارے میں تبادلہ خیال کیا۔ موخرالذکر نے انہیں کوئی ۶۳ مطبوعہ وغیر مطبوعہ رسائل دیئے پروفیسر مسعود صاحب نے ان میں سے کوئی چالیس کتب ورسائل کے ناموں کی فہرست دی ہے (صحفہ ۹،۱۰) ص ۱۰ پر نمبر ۲۶ کے مقابل "حاشیہ مع بہادر خانی" دیا ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے یہ اہم علمی جواہرپارہ ہنوز موجود ہے

فالحمد للہ علی احسانہ

اس فہرست میں نمبر ۲۸ کے مقابل ایک اور کتاب کا نام دیا ہے جو "حاشیہ جامع بہادر خانی" سے زیادہ اہم ہے یہ ہے "تعلیقات علی الزیج الایلخانی" مقام شکر ہے کہ اس عاجز کے کرم فرما حضرت مولانا محمد احمد صاحب مصباحی صدر المدرسین مدرسہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ اعظم گڑھ نے کتاب تعلیقات علی الزیج الایلخانی کا زیروکس حاصل کرکے اس نیازمند کو اس کی زیارت کا موقعہ دیا ہے۔ فاجز اہم اللہ عنی خیر الجزاء میں اس کا مطالعہ کررہا ہوں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے عقیدت مندان کی جامعیت اور فضل وکمال کی جو بھی تعریف کرتے ہیں وہ عقیدت مندانہ مبالغہ آرائی پر موقوف نہیں ہے بلکہ واقعہ نفس الامری ہے۔

اصل کتاب "زیج ایلخانی" مسلمانوں کے ہیئتی ادب میں اپنا مخصوص مقام رکھتی ہے یہ خواجہ نصیرالدین طوسی کی تصنیف ہے جن کی شخصیت سیاسی اور مذہبی طور پر کتنی ہی متنازع فیہ کیوں نہ ہو مگر علوم حکمیہ میں ان کا پایہ سامی مسلم ہے ان کی جلالت قدر اور علوم حکمیہ کے باب میں ان کی ژرف نگاہی کے اعتراف کے نتیجہ میں قوم نے انہیں سب سے پہلے محقق کا خطاب دیا۔ ان کی تجرید فی علم الکلام شیعی علم کلام کی کتاب ہے مگر شیعہ علماء سے کہیں زیادہ اس کے ساتھ سنی علماء نے اعتنا کیا تجرید پر علامہ قوسنجی نے شرح لکھی اور شرح پر محقق دوانی نے دوحاشیے، حاشیہ قدیمہ اور حاشیہ جدیدہ لکھے اور یہ دونوں حواشی اس صدی کے آغاز تک حکمت

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

معقولات کے منتہی طلبہ کے نصاب میں مشمول تھے۔ محقق طوسی کا دوسرا حکمی شاہکار شرح اشارات ہے "الاشارات والتنبہات" شیخ بوعلی سینا کی تصنیف ہے جس پر پہلے امام رازی نے شرح لکھی تھی مگر یہ شرح سے زیادہ جرح کی مصداق ہے پھر محقق طوسی نے اس پر شرح لکھی اور امام رازی کے ایرادات واعتراضات کا جواب دیا چنانچہ قاضی نوراللہ شوستری نے محقق طوسی کے تذکرہ میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

"معالم تحقیقات ابوعلی را کہ متصادم شبہات ابوالبرکات یہودی وتشکیکات فخرالدین رازی نزدیک باندارس رسیدہ بود از غایت علو حکمت وکمال ادراک استداک موودین ایرادات ایشاں را.... ظاہر نمود" بعد میں قطب الدین رازی نے دونوں شرحوں پر "محاکمہ" لکھا"محاکمات" کی شرح مرزا جان شیرازی نے لکھی جو راسخ العقیدہ سنی ہیں مگر محاکم اور ان دونوں کے شارح دونوں کا رجحان سنی امام رازی کے مقابلے میں شیعی محقق طوسی کی تصویب کی جانب ہے اور پھر یہ کتابیں عربی مدارس میں (جن کی بڑی تعداد سنی مدارس کی تھی) معقولات کے اعلیٰ نصاب میں مشمول رہیں۔

ان چند کلموں سے زیج ایلخانی کے مصنف (خواجہ نصیرالدین طوسی) کی علمی جلالت قدر کا اندازہ ہوجائے گا' انہیں محقق طوسی نے ہلاکو کے حکم سے مراغہ (تبریز کے نزدیک) رصدگاہ قائم کی جو عہد اسلام کی رصدگاہوں میں ایک مخصوص مقام رکھتی ہے بلکہ غالبًا الغ بیگ کی رصدگاہ سمرقند سے بھی زیادہ عظیم تھی۔ اس رصدگاہ کی ہیئتی دریافتوں کو محقق طوسی نے اس زمانے کے نابغہ روزگار ہیئت دانوں کی مدد سے مرتب کرکے ہلاکو کے بیٹے اباقان کے نام معنون کیا اسی لئے اس کا نام زیج ایلخانی ہے۔

اس سے قطع نظر زیج ایلخانی نے اسلام کے ہیئتی ادب بالخصوص ازیاج Astronomical Tables میں ایک نئے انداز کا افتتاح کیا جس کا بعد کے ہیئت دانوں نے اتباع کیا اس میں چار مقالے ہیں اور یہی انداز تبویب وتفصیل بعد کی زیجوں مثلاً الغ بیگ کی زیج جدید سلطانی شاہجہان کے درباری منجم ملا فرید کی زیج شاہجہانی اور راجہ جے سنگھ اور مرزا خیر اللہ مہندس کی زیج محمد شاہی میں اپنایا گیا ہے والفضل للمقدم

اور فاضل بریلوی کی ریاضیاتی عبقریت نے اپنے اظہار کے لئے اسی عظیم ہیئتی شاہکار کو منتخب کیا۔

چھانٹا وہ دل کہ جس کی ازل میں نمود تھی
پسلی پھڑک اٹھی نگہ انتخاب کی

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

اس انتخاب کی اہمیت اس وقت اور بھی واضح ہوجاتی ہے جب ہم فاضل بریلوی کی ریاضی وہیت میں علمی سرگرمیوں کو اس ماحول میں پرکھیں جبکہ ان کے بیشتر معاصرین یا تو ریاضی وہیت کے معضلات کو "متروک التعلیم" قرار دے کر علم وحکمت کی ترقی کو آگے بڑھانے کے بجائے پیچھے ڈھکیل رہے تھے یا پھر زیادہ سے زیادہ صاحبان مطابع کی فرمائش سے حواشی لکھ رہے تھے۔ اس طرح فاضل بریلوی کی ریاضیاتی عبقریت اپنے حریفانہ پنجہ شکن کو بزبان حال لاکار رہی تھی۔

من لبے دیوان شعر تازیاں دارم زبر
تو نہ دانی خواند الاہی بضحنک فاصحبین

زیج ایلخانی میں چار مقالے تھے مگر فاضل بریلوی نے ان میں سے صرف مقالہ دوم پر تعلقیات لکھی ہیں۔

محقق طوسی نے زیج ایلخانی کو ۱۲۷۰ء کے قریب مکمل کیا تھا۔ اگلی صدی میں نیشاپور کے ایک فاضل نظام الدین اعرج نے "کشف المعانی" کے نام سے اس کی شرح لکھی مگر اعلیٰ حضرت کی علمی دیانت داری لائق صد ہزار تحسین ہے کہ انہوں نے بمکمال فراخدلی اس سے استفادہ کا اعتراف کیا ہے فرماتے ہیں۔

"فھذہ تعلقیات اغترفتھا من الشرح المشھور والبحر المعجور لعلامتہ نشیاپور"

یہ وہ تعلیقات ہیں جن کی .... میں نے علامہ نیشاپور نظام الدین اعرج نیشاپوری کی مشہور شرح سے جو ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے خوشہ چینی کی ہے" حالانکہ وہ باآسانی اس حقیقت کو چھپاسکتے تھے کیونکہ اس کتاب کے نسخے بہت ہی کمیاب ہیں مجھے صرف اس کے ایک نسخہ کا پتہ چلا ہے یہ رضا لائبریری رامپور میں ہے۔ مگر بحالات موجودہ میں اس کے مطالعہ کا شرف حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ اس لئے یہ کہنا بہت زیادہ مشکل ہے کہ اعلیٰ حضرت کی ان "تعلیقات" میں کس قدر حصہ نظام الدین اعرج کی شرح سے ماخوذ ہے اور کتنا ان کی ذاتی تلاش وتحقیق کا نتیجہ ہے۔

اس سلسلے میں دو باتیں خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

۱۔ علوم ریاضیہ Mathmathical Sciences کے باب میں فضلائے اسلام کی کوششوں نے دوصورتیں اختیار کیں یا تو انہوں نے اپنے پیشروؤں کی تحقیقات پر اضافہ کیا اور اپنی کاوش فکر سے قدیم علمی سرمائے میں چار چاند لگائے جس طرح عمر خیام سے پہلے صرف دوسرے درجہ کی مساوات Quadratle Equation حل ہوئی تھی مگر اس نے تین درجہ کی مساواتوں Cubic Equiations کا منظم حل پیش کیا مگر ایسی مثالیں کم ہیں۔ یا پھر بعد کے فضلا نے

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

اپنے پیشروؤں سے جو حاصل کیا اسے کم ازکم برقرار رکھا اور آنے والی نسلوں کے لئے اسے ایک مقدس ورثہ بناکر چھوڑ گئے اور اس کی مثالیں بہت زیادہ ہیں۔

مگر عہد حاضر میں یہ بھی نہیں ہوا جدید اکتشافات تو درکنار جو کچھ متقدمین لکھ گئے تھے اسے بھی علی حالہ برقرار رکھنے کی کوشش نہیں کی گئی اس کی مثال میں اپنا ذاتی تجربہ بیان کرچکا ہوں کہ مولوی محمد برکت اور ان کے تلامذہ (جنہیں گزرے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا) کی کاوشیں بھی ہمارے معلمین وملازمین نسیا" منسیا" کرچکے ہیں۔

ایسے پر آشوب حالات میں اگر فاضل بریلوی کی تعلیقات کلیتا" نظام الدین اعرج کی شرح کا التقاط ہی کیوں نہ ہوں تب بھی اسلامی ریاضی وہیت پر ان کا بہت بڑا احسان ہے کہ کم ازکم انہوں نے متقدمین کے سرمایہ کو برقرار تو رکھا اپنے معاصرین کی طرح اسے متروک التعلیم بناکر اسلاف کی کاوشوں کو (جن کے لئے انہوں نے خون جگر کھایا تھا) گوشہ خمول میں گمنام ہونے سے تو بچالیا فاجزاہ اللہ عناخیرالجزاء

۲۔ لیکن اتنا یقین ہے کہ یہ تعلیقات کلیتا" نظام الدین اعرج کی خوشہ چینی پر مشتمل نہیں ہیں بلکہ بہت کچھ ان کی (فاضل بریلوی کی) اپنی کاوش وجستجو کا بھی نتیجہ ہیں۔ انہوں نے ان تعلیقات میں نظام اعرج یا دوسرے متقدمین سے استفادہ کیا ہے مثلاً زیج ایلخانی مقالہ دوم کی فصل اول آفتابہ اور دیگر سیاروں کی حرکت وسطی کے استخراج پر ہے محقق طوسی نے اس میں ان اوساط کے نکالنے کا طریقہ بیان کردیا ہے مگر فاضل بریلوی نے پہلے وسط کی حقیقت بتائی ہے پھر مختلف سیاروں کے مختلف افلاک کی حرکتوں کی مقدار بتائی ہے۔ ممکن ہے یہ تفصیل نظام اعرج کی شرح سے ماخوذ ہو یا قدماء میں سے اور فضلا مثلا قاضی زادہ رومی شارح ملخص چغمنی سے (مزید تفصیل بالخصوص ان ماخذوں سے استشہا وموجب تطویل ہوگا)

رہی اس باب میں فاضل بریلوی کی ذاتی کاوش وجستجو اس کے سلسلے میں بطور مشتے نمونہ ازخروارے ایک مثال پیش کی جارہی ہے۔

نظام الدین اعرج ہوں یا ان کے پیشرو اور جانشین الغ بیگ (بلکہ ملافرید اور امام الدین ریاضی مصنف "تصریح شرح تشریح الافلاک" کے زمانہ تک ستاروں کی سیارات Planets اور ثوابت fixed stares میں تقسیم کے قائل تھے سیارہ وہ ستارہ ہے جو حرکت کرتا رہتا ہے اور ثوابت وہ ستارے ہیں جو اپنی جگہ ثابت رہتے ہیں یا کم ازکم دوسرے ثابت ستاروں کی نسبت سے اپنی "اوضاع" (Positions) تبدیل نہیں کرتے چنانچہ شرح تذکرہ میں ہے۔

"سموا کواکبہ ثوابت' اما لقلتہ حرکتہا النالیہ اولثبات اوضاعہا ابدایعنی اوضاع بعضہا

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

الی بعض فی القرب والبعد والمحاذات اولان القدماء ماوجدوها متحرکتہ بغیرا لحرکتہ السریعتہ الشاملتہ"

(فلک الثوابت) کے ستاروں کو ثوابت Fixed stars تین وجہوں سے کہتے ہیں یا تو ان کی حرکت ثانیہ بہت ہی قلیل ہے (نہ ہونے کے برابر ہے) یا نزدیکی اور دوری اور آمنے سامنے ہونے کے اندر میں سے بعض کی وضع (Position) دوسرے کی نسبت ثابت (Fixed) رہتی ہے (بدلتی نہیں ہے) یا پھر متقدمین نے انہیں حرکت سریعہ (جو جملہ اجرام فلکی کو شامل ہے اور جس کے نتیجہ میں سبھی اجرام فلکی گردش کرتے ہیں) کے علاوہ کسی اور حرکت کے ساتھ متحرک نہیں پایا)

اسی آخری بات کو قاضی زادہ رومی نے "شرح چغمنی" میں واضح کردیا ہے۔

"الاقدمون و منهم ارسطو لم یجدوها متحرکتہ بغیر الحرکتہ الیومیتہ وکانوا یعتقدون انها بفلک الثوابت"

(حکمائے قدیم جن میں (خصوصیت سے قابل ذکر) ارسطو (Aristotle) ہے ان ستاروں کو حرکت یومیہ کے علاوہ کسی اور حر کے ساتھ متحرک نہیں پایا اور ان کا عقیدہ تھا کہ وہ فلک ثوابت ہے) بقول منصف جامع بہاد خالی یہ صورتحال الغ بیگ کی زیج جدید کے مرتب ہونے تک رہی بلکہ یہی کیفیت ۱۷۳۰ء تک رہی جبکہ راجہ جے سنگھ کی سرپرستی میں زیج محمد شاہی مرتب ہورہی تھی چنانچہ اس میں خاتمہ کی فصل ہفتم میں لکھا ہے۔

"کواکبے کہ آں را در عرف منجمین ثوابت گویند واینہا درحقیقت ثابتہ نیستند و آنکہ حرکت جمیع اینہایک مقدار نیست بلکہ اختلاف دارند"

○(جن ستاروں کو منجمین کی اصطلاح میں ثوابت (Fixed stars) کہتے ہیں وہ حقیقت میں ثابت (Fixed) نہیں ہیں اور یہ بات (بھی ہے کہ) ان سب کی حرکت ایک سی نہیں ہے بلکہ وہ اختلاف رکھتے ہیں) لیکن زیج محمد شاہی میں اس سے زیادہ تفصیل نہیں ہے مگر فاضل بریلوی کی جستجو نے مزید تفصیل بھی ڈھونڈھ لی۔

"الکلمتہ الملہمہ" میں فرماتے ہیں کہ یہ ثوابت صرف متحرک ہی نہیں بلکہ ان کی حرکتیں بھی مختلف ہیں ثوابت کی چال باہم مختلف مرصود ہوئی ہے زیج اجد میں بیاسی ثوابت کی چال منضبط کی ہے۔

کوئی ۶۳ برس میں ایک درجہ طے کرتا ہے جیسے عرقوب الدامی

کوئی ۶۴ میں جیسے نسر واقع

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

کوئی ۶۵ میں جیسے رکبۃ الدامی

کوئی ۶۶ میں جیسے سہیل یمانی، نسرطائر، جوئی الفرقد

کوئی ۶۷ میں جیسے نیرالفلکہ

یوں ہی ۸۲ برس تک اختلاف ہے۔ جب ایک درجہ میں ۱۹ برس کا تفاوت ہے تو پورے دورے میں تقریباً سات ہزار برس کا فرق ہوگا۔

زیج جدید (یا زیج جدید سلطانی) الغ بیگ کی زیج کا نام ہے جسے اس نے علامہ قوسنجی سے مرتب کرایا تھا اس کے کوئی دوسو سال بعد شاہجہاں کے درباری منجم ملا فرید نے زیج شاہجانی مرتب کی مگر یہ کسی نئی رصدگاہ کی دریافتوں پر مبنی نہیں ہے بلکہ زیج الغ بیگ ہی کا نظرثانی شدہ (Updated revised) ایڈیشن ہے البتہ اس کے کوئی سوسال بعد زیج محمد شاہی مرتب ہوئی (من غفلح ۱۱۳۸ھ) میں یہ زیج الغ بیگ کے مقابلے میں جدید تر ہے اس لئے اسے "زیج اجد" کہہ سکتے ہیں۔ مگر میرے پیش نظ زیج کے کوئی دس بارہ نسخے ہیں مگر کسی میں بھی ان بیاسی ثوابت کی چال منضبط نہیں ب یا تو فاضل بریلوی کے پیش نظر زیج محمد شاہی کا بالکل ہی مختلف ایڈیشن ہوگا یہ پھر زیج اجد کا مصداق "زیج محمد شاہی" کے علاوہ اور کچھ ہے۔

جو کچھ بھی ہو یہ مختلف ستاروں کی رفتار نہ تو نظام اعرج کی شرح سے ماخوذ ہے نہ اس کے کسی ہم عصر یا قریبی جانشین سے اور یقیناً فاضل بریلوی نے جن کا دن مشغلہ تصنیف و تالیف میں اور رات قیام اللیل و تہجد گزاری میں گزرتی تھی خود اختر بینی و اختر شماری کی زحمت میں اس وقت عزیز کو نہ گنوایا ہوگا یہ کسی اور کتاب سے ماخوذ ہے۔

غرض یہ تعلیقات محض نظام الدین نیشاپوری کی "شرح زیج ایلخانی" سے اعتراف و التقاط کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس میں بہت کچھ فاضل بریلوی کی اپنی کدوکاوش اور جستجوئے پیہم کو بھی دخل ہے۔

فاضل بریلوی کے تبحر فی الرضیات کے سلسلے میں ایک واقعہ مشہور ہے کہتے ہیں کہ مرحوم ڈاکٹر سرضیاء الدین کسی مسئلہ کے حل میں بڑے پریشان تھے اور اس سلسلے میں یورپ جانا چاہتے تھے مگر حضرت مولانا سید سلیمان اشرف کے اصرار پر وہ فاضل بریلوی کے پاس پہنچے اورانہوں نے اسے حل کردیا۔

یہ واقعہ اتنے تواتر سے روایت کیا گیا ہے کہ اس کی صحت شکوک و شبہات سے بالاتر نظر آتی ہے پھر بھی ایک احتمال رہتا ہے کہ ممکن ہے کہ ان کے عقیدت مندوں نے اسے مشہور کردیا ہو۔ کیونکہ جن حضرات نے اسے روایت کیا ہے وہ اس عبقری وقت کے عقیدت کیش ہی تھے۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

مگر کیونکہ ڈاکٹر سرضیاء الدین نے بریلی کا یہ علمی سفر مار ہرہ شریف کے سجادہ نشین کے تعارفی خط کے ذریعہ کیا تھا اس لئے مجھے تلاش ہوئی کہ شاید درگاہ شریف میں کوئی تحریری شہادت مل جائے مجھے ابھی درگاہ شریف کی زیارت کے لئے جانے کا تو موقعہ نہیں ملا لیکن اس خانقاہ کے ایک محترم فرد جناب عزیزالحسن صاحب نے مجھے اس سلسلے کی ایک اہم شہادت فراہم کی فجز اہم اللہ خیر الجزاء یہ العلم کراچی میں شائع شدہ ایک مضمون ہے جو نہ تو فاضل بریلوی پر ہے اور نہ ڈاکٹر سرضیاء الدین ہی پر ہے بلکہ ایک تیسرے بزرگ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف پر ہے مضمون نگار کو ان سے عقیدت تھی ان کے ذکر میں ضمنایہ واقعہ بھی آگیا ہے خود مضمون نگار کی ثقاہت شک وشبہ سے بالاتر ہے وہ اولڈ بوائے ہونے کے علاوہ اپنے پیشہ کے اعتبار سے بھی قولاً وفعلاً قابل اعتماد ہیں سید سلیمان اشرف رحمتہ اللہ تعالیٰ کے سلسلے میں لکھا ہے کہ ان کے ایماء ومشورے سے ڈاکٹر سرضیاء الدین ریاضی کے ایک اہم مسئلہ کا حل دریافت کرنے اعلیٰ حضرت کے پاس سید سلیمان اشرف صاحب کی معیت میں گئے تھے اور اعلیٰ حضرت نے باحسن وجوہ وہ مسئلہ حل کردیا تھا حالانکہ ڈاکٹر صاحب مرحوم اس کے حل کے لئے یورپ جانا چاہتے تھے جج صاحب نے اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد دونوں بزرگوں کے علم وفضل کی تعریف کی ہے۔

یہ ایک مختصر تذکرہ ہے اس باکمال کا جس کے لئے جیسا کہ خود انہوں نے لکھا ہے ریاضی ایک بات لچرسی بزبان دکنی تھی۔

ان کا اصل کمال علوم قرآن وحدیث کی شرح وتوضیح میں مضمر ہے یقیناً وہ علم وحکمت کی اس کساد بازاری کے دور میں ان مستثنیات میں سے تھے جن کے متعلق اقبال نے لکھا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

رب غفور ان پر اپنی ہزاروں رحمتیں نازل فرمائے۔

خداوندا منعما ملکا مہینا
قاری ودولت قرآن نعمت بحق
خویش رحمت غریق کن خود قوم ندیم
مختاری انبیاؑ و رسل مجاور
فردوسی حلہائے از وہ صحن بساط
غفاری دہائے پر از کن قبر غلاف

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

تحریر: علامہ مُفتی شبیر حسن رضوی
(شیخ الحدیث، جامعہ اسلامیہ روناھی۔ بھارت)

امام احمد رضا اور علومِ عقلیہ

امام احمد رضا کی ذات والا صفات عالم اسلام میں محتاج تعارف نہیں۔ محققین ومحبین نے مختلف جہات سے قوم کے سامنے تعارف پیش فرمایا' لیکن حق یہ ہے کہ "حق تعارف کماحقہ" اب تک ادا نہ ہوسکا۔ میں اپنے اس دعوے کو بحمداللہ مبرہن کرسکتا ہوں۔ چونکہ تعارف وتعریف معرفت کی فرع ہے اور کسی شے کی جب تک معرفت صحیح نہ ہوجائے اس کی صحیح تعریف ومعرفت کیسے کرائی جاسکتی ہے مگر جب مقتدر محققین نے تعارف پیش فرمایا الحمداللہ فقیر کا بھی ایک مضمون "امام احمد رضا۔ بحیثیت منطقی وفلسفی" کے عنوان سے شائع ہوا بعض محبین نے اظہار خیال فرمایا کہ وہی مضمون مزید بسط وشرح کے ساتھ پھر شائع کیا جائے مجھ بے بضاعت کے لئے یہ امر بڑاہی دشوار عسیر کہ بڑے بڑے دانشوران قوم اور ماہرین زمانہ نے اس میدان میں تگ ودو کی' سب نے قلم اٹھایا اور بالاخر انہیں کہنا پڑا کہ۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھادیئے ہیں

مگر احباب کی خواہشات بقدر وسعت پوری کرنے کے لئے اور خادمین امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کے شمار میں آنے کی خاطر امام موصوف کے کچھ منطقیانہ وفلسفیانہ زاویوں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا فالحمدللہ رب العالمین

امام موصوف کو جس علم میں جس حیثیت سے بھی دیکھا جاتا ہے وہ اس فن کے امام بلکہ امام الائمہ نظر آتے ہیں۔ نحو ہو یا صرف' ادب ہو یا معانی وبیان' فقہ ہو یا اصول فقہ' حدیث ہو یا اصول حدیث' تفسیر ہو یا اصول تفسیر' منطق ہو یا فلسفہ' علوم جدیدہ ہوں خواہ علوم قدیمہ امام موصوف ان سارے علوم میں مقتدی وامام بلکہ بعض علوم میں موجد ومجتہد نظر آتے ہیں۔ آج تک سارے مناطقہ وفلاسفہ تدقیق کے نام پر جان دیتے رہے اور فضول تعمقات ولغویات کو تحقیق جانتے رہے حالانکہ تحقیق جس وصف کمال کا نام ہے سفہائے فلاسفہ اس سے کوسوں دور رہے۔ آیئے اب مناطقہ وفلاسفہ کی تحقیقات کا جائزہ لیجئے اور ان کے سفہ وجہل کا اندازہ لگاتے ہوئے امام احمد رضا کی فلسفہ ومنطق دانی سے موازنہ کیجئے۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

تعریف علم کی تحقیقی ترجیحات

مناطقہ نے علم کی تعریف کی ہے حصول صورہ الشئی فی العقل سے شی کی صورت کا عقل میں حاصل ہونے کو علم کہتے ہیں اور بعض نے یوں تعریف کیا ہے "**الصورۃ الحاصلتہ فی الشی عندالعقل**" عقل کے نزدیک چھپی ہوئی صورت کو علم کہتے ہیں۔ بعض نے یوں کہا کہ "**قبول النفس لتلک الصورۃ یا قبول النفس الصورۃ الحاصلتہ**صورت حاصلہ کو نفس کے قبول کرلینے کو علم کہتے ہیں۔ بعض نے یوں تعریف بیان کی **الاضافتہ الحاصلتہ بین العالم والمعلوم**عالم ومعلوم کے درمیان جو ربط و تعلق ہے اسی کو علم کہتے ہیں۔ یہ تعریف فلاسفہ یونان کی ایک جماعت نے کی ہے۔ اسی تعریف علم پر اعتماد کرتے ہوئے جاہلوں نے مولی تعالی عزشانہ کو جاہل کہدیا ہے **نعوذ باللہ من ذالک تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا** ان سفہا کی تقریر ذلیل ورذیل یہ ہے کہ علم نسبت کا نام ہے اور نسبت دو چیزوں کے درمیان ہوتی ہے اور دو چیزیں آپس میں ایک دوسرے کی غیر ہوتی ہیں اب سوال یہ ہے کہ اگر باری تعالٰی اپنے آپ کو جانتا ہے تو وہی عالم' وہی معلوم حالانکہ عالم ومعلوم میں مغائرت ہوتی ہے اور باری تعالٰی کے اپنے آپ کو جانتے ہیں مغائرت نہیں **لھذا** وہ اپنے آپ کو نہیں جانتا اور جو اپنے آپ کو نہ جانے وہ بھلا دوسرے کو کیسے جان سکتا ہے؟ نعوذ باللہ من ذالک

ان سفہا کی دلیل ذلیل کا آسان جواب یہ ہے کہ یہی سوال ہمارا تم سے بھی ہے کہ تم اپنے آپ کو جانتے ہو کہ نہیں؟ اگر نہیں جانتے ہو تو یہ حکم کیسے لگا رہے ہو کہ باری تعالٰی عالم نہیں ہے؟ اور اگر جانتے ہو تو تمہیں عالم' تمہیں معلوم اورعالم و معلوم میں مغائرت ہوتی ہے۔ اور تمہارے اپنے آپ کو جانتے ہیں' مغائرت نہیں **لہٰذا** تم اپنے آپ کو نہیں جانتے۔ اور جب اپنے آپ کو نہیں جانتے تو بھلا دوسرے کو کیا جان پاؤ گے؟ **فما جوابکم فھوجوابنا**۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ کیا تغائر اعتباری کافی نہیں؟ عالم ومعلوم میں تغائر اعتباری کافی ہے یہی نہیں بلکہ ضروری ہے اب چاہے تغائر اعتباری کے ساتھ تغائر ذاتی ہو یا نہ ہو۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ علم کی یہ تعریف غلط ہے صحیح تعریف خاتم المحققین امام احمد رضا علیہ الرحمتہ والرضوان سے سنو!

امام احمد رضا کے نزدیک علم کی صحیح تعریف

آپ فرماتے ہیں فلاسفہ نے جو کہا کہ علم صورت حاملہ عندالعقل کا نام ہے یہ غلط ہے ان سفہا نے اصل وفروع میں فرق نہ کیا۔ علم سے ہمارے ذہن میں معلوم کی صورت حاصل ہوتی ہے نہ کہ حصول صورت سے علم۔ علم وہ نور ہے جو شئے اس کے دائرے میں آگئی منکشف ہوگئی اور یہ

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

جس سے متعلق ہوگیا اس کی صورت ہمارے ذہن میں مرتسم ہوگی۔ جب فلاسفہ اپنے علم کو نہ پہچان سکے تو علم الٰہی کو کیا جانیں گے؟

حق سبحانہ تعالیٰ ذہن وصورت' ارتسام ونور عرضی سب سے منزہ ہے اس کا علم حضور معلوم کا محتاج نہیں' اس کا علم حضوری وحصولی دونوں سے منزہ ہے اس کا علم اس کی صفت قدیمہ قائمہ بالذات لازم نفس ذات ہے۔ جو کیف سے منزہ ہے۔ وہاں چون وچرا کا دخل نہیں۔ ہم نہ اس کی ذات سے بحث کرسکتے ہیں نہ اس کی صفت سے۔ حدیث میں ارشاد ہے **تفکروافی الاء اللہ ولا تفکروافی ذات اللہ فتہلکوا** اللہ کی نعمتوں اور اس کے مظاہر وتجلیات میں فکر کرو اس کی ذات میں فکر نہ کرو کہ ہلاک ہوجاؤ گے۔ اس کی صفات میں فکر اس کی ذات ہی میں فکر ہے۔ اور ادراک صفات بے ادراک کنہ ذات ممکن نہیں۔ اور کنہ ذات کا ادراک مخلوق کو محال کہ **وھو بکل شی محیط** ہے اسے کوئی محیط نہیں ہوسکتا۔ لاجرم کنہ صفات کا بھی ادراک محال ہے"(۱)

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ علم کی یہ تعریف ارسطاطالیس سے لیکر بوعلی بن سینا' ابونصر فارابی' محقق طوسی اور محمود جونپوری تک بلکہ سارے مناطقہ وفلاسفہ کے نزدیک مسلم تھی اور سارے مناطقہ میں دائرہ سائر تھی مگر امام المحققین نے ایک ہی جملہ میں یکلخت باطل وغلط ثابت کردیا کہ علم سے ہمارے ذہن میں معلوم کی صورت حاصل ہوتی ہے حصول صورت سے علم نہیں ہوتا۔ یعنی علم نہ ہو تو حصول صورت کیونکر ہوگا۔ یہ ہے امام المنطق والفلسفہ کی تحقیق کہ مناطقہ کی ساری تحقیقات پر پانی ڈال دیا۔

مقام تجدید میں تعریف انسان پر امام کا اعتراض

اب آیئے عقلائے روزگار کی تحقیق کو خاص مقام تجدید میں ملاحظہ فرمایئے سارے فلاسفہ نے انسانوں کی تعریف کی ہے۔ **"الانسان ھو حیوان ناطق"** انسان حیوان ناطق کو کہتے ہیں۔ اور حیوان کی تعریف کی ہے **"ھو جسم نامی حسلس متحرک بالا رادۃ"** حیوان جسم نامی متحرک بالارادہ کو کہتے ہیں اور متقدمین فلاسفہ نے ناطق کی تعریف مدرک کلیات وجزئیات سے کیا ہے منطق کی تمام کتابوں میں انسان وحیوان کی یہی تعریف ملتی ہے۔ انسان وحیوان کی اس تعریف پر متکلمین حضرات نے بہت سے اعتراض قائم فرمائے ہیں لیکن امام علم وفن نے جو معارضات وتحقیقات فرمائے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔

آیئے مقتدائے روزگار امام احمد رضا کی بارگاہ میں اور ان کی بے مثل تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔ اور سفہائے فلاسفہ ومناطقہ کے فضول تعمقات کا امام الفلسفہ والمنطق کی تحقیقات سے موازنہ کریں تاکہ یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہوجائے کہ یہ حمقائے روزگار فضول تعمقات و

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

تدقیقات کو تحقیقات جانتے تھے اور صرف اصطلاحات منطق وفلسفہ کا انہیں علم تھا ورنہ علم منطق وفلسفہ جس کا نام ہے اس سے محض جاہل تھے لاجرم یہ کہنا پڑتا ہے کہ اگر سفہائے فلاسفہ ارسطاطالیس، بوعلی بن سینا، اور محقق طوسی سے لیکر محمود جونپوری تک بلکہ سارے مناطقہ وفلاسفہ اپنے ہوں یا اغیار امام المنطق والفلسفہ سند [illegible] کے زمانہ میں ہوتے تو ان کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرتے اور منطق وفلسفہ کا درس لیتے۔ بلکہ وہ مناطقہ وفلاسفہ جو تدقیقات وتعمقات میں پڑ کر جادہ مستقیم سے منحرف ہوگئے اگر حضرت امام موصوف سے انہیں شرف تلمذ حاصل ہوتا تو بہت ممکن تھا کہ وہ گمراہ نہ ہوتے۔

آپ فرماتے ہیں "شدت اختلاط وعدم تمائز بحد اتحاد نے سفہائے فلاسفہ کو دھوکہ دیا جو ہمیشہ تدقیق کے نام پر جان دیتے اور فضول تعمقات کو تحقیق جانتے ہیں وہ بھی کہاں خاص مقام تحدید ہیں انسان کی تعریف حیوان ناطق کر بیٹھے حالانکہ حیوانیت بدن کے لئے ہے کہ وہی جسم نامی ہے اور ناطق ومدرک روح ہے بلکہ خود حیوان ہی کی تعریف میں خلط ہے جسم نامی متحرک بدن ہے اور حساس ومرید روح۔"(۲)

اور آگے فرماتے ہیں "انسان کی حقیقت اس وقت تک فلاسفہ کو معلوم نہیں انسان کی تعریف کرتے ہیں حیوان ناطق اور حیوان کی تعریف کرتے ہیں جسم نامی حساس متحرک بالارادہ ہے اور ناطق کی تعریف مدرک کلیات وجزئیات ہے اگرچہ یہ بھی ان کے متاخرین کی رفوگری ہے ان سفہاء نے تو آوازوں پر حدود رکھی تھیں گھوڑا حیوان صاہل (ہنہنانے والا جانور)' گدھا حیوان ناہق (رینکنے والا جانور)' انسان حیوان ناطق (کلام کرنے والا جانور)

انہوں نے ناطق کا معنی مدرک کلیات و جزئیات گڑھے جسے اصلاً زبان عرب مساعد نہیں! خیر یوں ہی سہی۔ انسان نام بدن کا ہے۔ یا نفس ناطقہ یا دونوں کے مجموعے کا۔ اول ناطق نہیں کہ ادراک کلیات شان نفس ہے نہ کار بدن دوم حیوان نہیں کہ نفس ناطقہ نہ جسم ہے نہ نامی نہ ان کے نزدیک متحرک۔ سوم نہ حیوان ہے نہ ناطق کہ حیوان ولاحیوان کا مجموعہ لاحیوان ہوگا اور ناطق ولاناطق کا مجموعہ لاناطق ہوگا۔ غرضیکہ واقع میں کوئی ایسی شئے نہیں کہ جس پر حیوان ناطق بمعنی مذکور دونوں صادق ہوں یہ ہے خود ان کا اپنی حقیقت کے ادراک سے عجز

تنت زندہ بجان جاں نہانی

تواز جاں زندہ جاں راندانی (۳)

امام کے نزدیک انسان کی صحیح تعریف

فرماتے ہیں:۔

Digitized by

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا

www.imamahmadraza.net

"حق یہ ہے کہ انسان روح متعلق بالبدن کا نام ہے اور روح امر رب سے ہے اس کی معرفت بے معرفت رب نہیں ہوسکتی۔ اس لئے اولیاء فرماتے ہیں **من عرف نفسہ فقد عرف ربہ** جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے ضرور اپنے رب کو پہچان لیا یعنی معرفت نفس اسی وقت حاصل ہوگی جب معرفت رب ہولے۔"(۴)

اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ سائل نے سوال کیا کہ "کیا حضور! حیوانات بھی ناطق ہیں؟" ارشاد فرمایا' بلاشبہ' پھر سوال کرنے والے نے عرض کیا کہ "انسان کو اور حیوانات سے تمیز ناطق ہی تھی۔ ناطق ہی انسان کی فصل ہے اور فصل کا دو جنسوں میں اشتراک محال؟" ارشاد فرمایا یہ تمیز کس کے نزدیک ہے جاہل فلاسفہ حمقاء کے نزدیک ہی جاہل شئے ناطق ہے۔ شجر' حجر' دیوار ودر سب ناطق ہیں نص ہے قالو "**قالوا انطقنا اللہ الذی انطق کل شئی**" اعضاء کہیں گے کہ ہم کو اس اللہ نے ناطق کیا جس نے ہر شے کو ناطق کردیا۔ اور نصوص کا ان کے ظواہر پر عمل واجب بلاضرورت ان میں تاویل باطل و نامسموع۔"(۵)

سبحان اللہ امام علم وفن نے جس طرح سفہائے فلاسفہ کی' کی ہوئی تعریف کو عقلاً باطل فرمایا اسی طرح یہ بھی ثابت فرمادیا کہ سفہائے روزگار کی' کی ہوئی انسانوں کی تعریف شرعاً بھی باطل وعاطل ہے۔

فخر المحققین نے جس طرح فلسفہ قدیمہ کی شناعت وضلالت کو تحریر وتقریر سے باطل فرمایا یوں ہی فلسفہ جدیدہ کے مزخرفات کا بھی ابطال وازہاق فرمایا اور اپنی تحقیقات انیقہ سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح فرمادیا کہ فلسفہ قدیمہ وجدید دونوں کو اصلاً عقل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

آپ حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ دور حاضر میں گردش زمین کا مسئلہ موجود ہے تحقیق کی رو سے اتنا عام ہوگیا ہے کہ اس کے خلاف کوئی سننا پسند نہیں کرتا۔ اسکول کے ابتدائی طالب علم سے لیکر یونیورسٹی کے گریجویٹ اور یورپ کے بڑے بڑے سائنس دانوں تک سب اسی رنگ میں رنگے نظر آتے ہیں۔

امام احمد رضا اور رد گردش زمین

آیئے اب محقق بریلوی کی بارگاہ میں حاضری دیں جنھوں نے اس باطل نظریہ کی بیخ کنی یوں فرمائی کہ ایک ایسی ضخیم کتاب "فوزمبین در رد حرکت زمین" تصنیف فرمایا جس میں ایک سو پانچ دلائل قاہرہ سے حرکت زمین کا باطل وعاطل ہونا ثابت فرمایا ہے حکمائے یونان ہوں یا عقلائے یورپ سب کو دعوت عام ہے کہ امام احمد رضا کی تصنیف لطیف فوزمبین در رد حرکت زمین اور "معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین" کا مطالعہ کریں ان دونوں بابوں میں گردش زمین کو

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

عقل کی روشنی میں باطل کیا گیا ہے اور امام موصوف نے کتاب مستطاب "نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان" تصنیف فرمائی جس میں بہت سے دلائل شرعیہ قائم فرمائے کہ زمین و آسمان کا حرکت کرنا شرعاً باطل و مردود ہے۔ اور سکون زمین و آسمان پر جو شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں سب زاہق و زائل ہیں کہ تار عنکبوت سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔

ایک مرتبہ ایک امریکی منجم پروفیسر البرٹ ایف پورٹا نے یہ پیشن گوئی کہ ۱۷دسمبر ۱۹۱۹ء کو چھ سیاروں کے اجتماع کے سبب آفتاب میں ایک بہت بڑا داغ ہوجائے گا جسے بغیر آلات کے دیکھا جائے گا۔ اس کی وجہ سے ممالک متحدہ میں خوفناک طوفان وزلزلے آئیں گے، سخت بارش ہوگی۔ زمین ہفتوں بعد اپنی اعتدالی حالت پر آئے گی۔ غرضیکہ اس نے قیامت کا ایک نمونہ پیش کردیا تھا۔ امام احمد رضا نے البرٹ کی پیشن گوئیاں جو محض اباطیل بے اصل تھیں ۱۷دسمبر کا لحاظ فرماتے ہوئے سترہ دلائل قاہرہ سے اس طرح باطل و بے بنیاد ثابت فرمادیا کہ اس کی پیشن گوئیاں خواب پریشان کے سوا کچھ حقیقت نہیں رکھتیں نہ تو اجتماع سیارات اس تاریخ کو ہوگا جس کا وہ مدعی ہے نہ ہی جاذبیت کوئی اصل و حقیقت رکھتی ہے بحمدہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا جیسا امام المہندسین امام احمد رضا نے فرمادیا منجم البرٹ کی پیشن گوئیاں جھوٹ اور غلط ثابت ہوئیں۔

تیری شان عالمانہ نے یہ ظاہر کردیا
تجھ کو ہے زیبا امامت سیدی احمد رضا

فلسفہ جدیدہ کے ردوابطال سے متعلق آپ نے ملاحظہ فرمالیا اب آیئے فلسفہ قدیمہ کے کچھ مزعومات فاسدہ کا ابطال وازہاق ملاحظہ کریں۔

بطلان جزء لا یتجزیٰ اور امام کا نظریہ حق

سارے فلاسفہ اس بات پر متفق ہیں کہ جزء لا یتجزیٰ باطل ہے اس سے جسمی ترکیب نہیں ہوسکتی۔ جزء لا یتجزیٰ ایسے جز کو کہتے ہیں کہ ؟ کی تجزی و تقسیم قطعاً" کسراً وہماً" فرضاً" کسی طرح نہ ہوسکے۔ سارے متکلمین اس بات کے قائل ہیں کہ اجسام کی ترکیب جزء لا یتجزیٰ سے ہے فلاسفہ کے نزدیک جز لا یتجزیٰ باطل ہے جسم فی نفسہ متصل ہے جز لا یتجزیٰ سے جسم کی ترکیب نہیں ہوسکتی بلکہ جسم ہیولیٰ وصورت سے مرکب ہے ان فلاسفہ کے نزدیک جزء لا یتجزیٰ کے ابطال کا مسئلہ ایسا ہے کہ سارے فلسفہ کی تعمیر جز کے بطلان پر مبنی ہے اسی لئے فلسفہ قدیمہ کی ساری کتابوں میں اس مسئلہ کو پہلے ذکر کرتے ہیں اور اس کے ابطال سے فلاسفہ اپنا مقصد کہ جسم ہیولیٰ اور صورت سے مرکب ہے، ثابت کرتے ہیں چونکہ فلاسفہ ہیولیٰ کو قدیم کہتے ہیں اور ہیولیٰ اور صورت دونوں میں تلازم ہے دونوں ایک دوسرے کے بغیر پائے نہیں جاسکتے۔ لہٰذا ہیولیٰ اور

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

صورت دونوں قدیم ہیں چونکہ ہیولی اور صورت کے مجموعہ کو جسم کہتے ہیں لہٰذا جسم بھی قدیم ہے اور ان کے نزدیک خلاء محال ہے لہٰذا سارا عالم قدیم ہے یہی وہ مسئلہ ہے جس پر فلاسفہ سفہا کے صدہا کفریات مبنی ہیں۔ امام الفلسفہ امام احمد رضا "الکلمتہ الملہمتہ" کے اکیسویں مقام میں فرماتے ہیں کہ: "جزء لا یتجزی باطل نہیں ہے۔ یہ وہ مسئلہ علم کلام ہے جسے نہایت پست حالت میں سمجھا بلکہ اس کے بطلان پر یقین کلی کیا جاتا ہے۔ فلاسفہ اس کے ابطال پر چمک چمک کر دلائل حتی کہ بکثرت براہین ہندسیہ قائم کرتے ہیں عقلی تمسک میں بیان ہندسیہ سے زیادہ اور کیا ہے؟ جس میں شک وتردد کو اصلا" جگہ نہیں رہتی اور متکلمین ان کے دلائل کا جواب نہیں دیتے (بلکہ) اپنے سکوت سے ان کا لاجواب ہونا بتاتے ہیں توگویا فریقین اس کے بطلان پر اتفاق کئے (ہوئے) ہیں۔ مگر بحمدہ تعالیٰ ہم واضح کردیں گے کہ اس کے رد میں فلاسفہ کی تمام حجتیں اور ہندسی براہنیں پادر ہوا ہیں۔"(٦) آگے چل کر بیان فرماتے ہیں کہ: "ہمارا مسلک فریقین سے جدا ہے۔ ہمارے نزدیک جزء لا یتجزی باطل نہیں خلافا للحکماء لیکن دوجزؤں کا اتصال محال ہے خلافا لظاہر ماعن جمہور المتکلمین۔

ظاہر ہے کہ اتصال غیر تداخل ہے تو وہ یونہی ممکن کہ ہر ایک میں شئی دون شئی یعنی جدا اطراف ہوں دونوں ایک ایک طرف سے باہم ملیں اور دوسری طرف سے جدا رہیں ورنہ تداخل ہوجائے گا اور جزء میں شئی دون شئی محال۔ تو وہ (یعنی جزء لا یتجزی) اپنی نفس ذات سے آبی اتصال ہے فلسفی کی تمام براہین ہندسیہ اور اکثر دیگر دلائل اس اتصال ہی کو باطل کرتی ہیں۔ وہ خود (یعنی اتصال جزء) ہمارے نزدیک نفس ملاحظہ معنی اتصال وجز سے باطل ہے۔" سبحان اللہ ..... امام المنطق والفلسفہ امام احمد رضا نے فلاسفہ کی تمام براہین وحج کو ایک جملہ میں اڑادیا کہ اتصال جزئین محال ہے لہٰذا تقریر دلیل میں جوکہا کہ ایک جز کو دو جزوں کے درمیان فرض کریں--- یہ فرض--- فرض محال ہے۔ اور فلاسفہ کی ساری دلیلیں اتصال جزئین کو باطل کرتی ہیں نفس جز کا بطلان کسی بھی دلیل سے نہیں ہوتا ہے جزء لا یتجزی میں شئی دون شئی ہوتی ہی نہیں کہ تغائر جہتیں نکال کر انقسام کرو۔

متکلمین نے اثبات جزء کے سلسلے میں بہت کچھ کلام کیا ہے امام احمد رضا علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں "وہ ہمارے نزدیک تام نہیں اگرچہ ان میں بعض کو شرح مقاصد میں قوی بتایا۔"(٨)

فلسفہ کی کتابوں میں جزء لا یتجزی کے ابطال پر جو دلائل مذکور ہیں وہ کل انتیس (٢٩) ہیں۔ ان میں اگرچہ بعض بعض میں تداخل ہیں لیکن امام احمد رضا نے ایک ایک کا ایسا ابطال وازہاق فرمایا کہ فلسفی پھر کبھی مجال دم زدنی نہیں کرسکتا ان کے تمام شکوک وشبہات کا اس طرح رد فرمایا

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

کہ انکے پرخچے اڑادیئے نیز بعض ایسے شکوک وشبہات کو بھی ذکر کرکے رد فرمایا جوان فلاسفہ کے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھے۔ عقل ونقل وروایت ودرایت ہر طریقے سے اپنی بات کو امام احمد رضا نے مبرہن فرمایا اور یہ ثابت فرمادیا کہ ماہرین زمانہ' فلسفیانہ زاویوں سے ہر بات کو دیکھنے والے' ہر مسئلہ کو عقل کی روشنی میں تدقیق کی منزل پر لے جانے والے عقل سے کوسوں دور ہیں بلکہ طفل مکتب کا بھی درجہ نہیں رکھتے ہیں۔ یہ ہے امام علم وفن کی تحقیق کہ ہر منصف مزاج اور عقل سلیم کا مالک یہ پکار اٹھے کہ اگر بوعلی بن سینا ومحقق طوسی ان کا زمانہ پاتے تو زانوئے ادب تہہ کرتے۔ ذالک فضل اللہ یو تیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم

علوم عقلیہ میں امام کی تصانیف

امام احمد رضا نے علوم عقلیہ میں بہت سی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں وہ کتابیں جو فہرست میں شائع ہوچکی ہیں' حسب ذیل ہیں۔

علم زیجات	۷ کتابیں	اردو' فارسی	مستقل وحواشی
علم جفر وتکسیر	۱۱ کتابیں	اردو' عربی' فارسی	مستقل وحواشی
علم جبر ومقابلہ	۴ کتابیں	عربی' فارسی	مستقل وحواشی
علم مثلث' ارثماطیقی لوگارثم	۶ کتابیں	اردو' عربی' فارسی	مستقل وحواشی
علم توقیت' نجوم' حساب	۱۶ کتابیں	اردو' عربی' فارسی	مستقل وحواشی
ہیئت' ہندسہ' ریاضی	۲۸ کتابیں	اردو' عربی' فارسی	مستقل وحواشی

فلسفہ ومنطق (۱) فوزمبین (۲) الکلمتہ الملہمہ (۳) معین مبین بہردور شمس وسکون زمین(۴) حاشیہ ملا جلال ومیر زاہد(عربی) (۵) حاشیہ شمس بازغہ (عربی) (۶) حاشیہ اصول طبعی (اردو) ان کے علاوہ بھی ان علوم وفنون میں کتابیں ہیں جن کی فہرست ابتک شائع نہیں ہوسکی ہے۔

حوالہ جات

(۱) ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلوی ج ۲ ص ۶۴-۶۵ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

(ایضاً ج

۲۰) ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلوی ج ۲ ص ۶۵-۶۶ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

(۴) ایضاً ص ۶۶

(۵) ایضاً ج ۴ ص ۹۱

(۶) الکلمتہ الملہمہ از: امام احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۰۵ مطبوعہ مکتبہ ضیاء السنہ ملتان

(۷) ایضاً ص ۱۰۶

(۸) ایضاً

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

امام احمد رضا کا فلاسفہ سے اختلاف اور ان کے نظریات پر تنقید

★
★
★

از علامہ مفتی محمد عنایت احمد نعیمی
(دارالافتاء جامعہ غوثیہ عربی کالج اتروله۔ بھارت)

فلاسفہ نے اپنے مزعومات و مزخرافات کی بنیاد پر اسلامی معتقدات پر ضرب کاری لگانے کی سعی کی اور دینی ارتقاء کے بلند بانگ ادعا کے ساتھ۔ اس دنیا کے مشاہدات کو لیکر جو دنیا ہماری نگاہوں کے سامنے ہے اس دنیا کو بھی ناپنے اور جانچنے کی کوشش کی جو مابعد حیات دنیوی ہے جسے برزخ آخرت۔ منداو اور معاد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور صرف اس پر بس نہیں بلکہ ان جہلاء نے اپنے عقلی گھوڑے الہیات۔ نبوات' ذات وصفات الہی سزا وجزاء جنت وجہنم 'حشرونشرودیگر امور مخفیہ وغیبیہ کی سرحدوں تک دوڑایا۔ نتیجہ جو ہوا وہ اہل علم پر مخفی نہیں۔ ٹھوکر' مسلسل ٹھوکر۔ کہیں اس وادی میں کوئی ہلاک ہوا تو دوسرا کسی اور وادی میں دم توڑ گیا۔ مکمل تباہی دائمی بربادی لازمہ حیات بن گیا۔

بظاہر ان نادان فلاسفہ کی مثال اس اندھے جیسی ہے جو ایک آنکھوں کی روشنی سے محروم ہو اور خود راستہ چلنے کے لئے دوسرے کا محتاج ہو مگر کسی بینا اور انکھیارے کا سہارہ لینے کے بجائے خود ہی رہبرورہنما بننے کی تباہ کن ہوس میں آگے چلنے لگے اور بدقسمتی سے کچھ دوسرے اسی طرح کے لوگ اس کو ہادی طریق مان کر اسی کے پیچھے چل پڑیں ایسوں کا انجام کیا ہوگا ہر عاقل جانتا ہے کہ سواتباہی اور بربادی کے ایسوں کا مقصد اور کیا ہوسکتا ہے۔ ایسے کم نظر اور فریب خوردہ لوگ جو اپنے ہی خیال ومفروضات کو یقین واعتماد کا آخری درجہ دیدیں دوسرے کے

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

دلائل وبراہین کو دیکھنے کی بھی زحمت گوارہ نہ کریں اور نہ ہی دوسرے کی بات سنیں ایسے لوگ یقیناً "سراب" کو پانی سمجھ کر مطمئن ہو بیٹھے ہیں۔ "اسلام وایمان" جو ایک ابدی حقیقت ہے جہاں تخمین ظن کی ہرگز رسائی نہیں بلکہ یقین وحقیت عزم واعتماد کی پربہار فضائیں دل ودماغ کو معطر کرتی ہیں ایسے پربہار سبزہ زاروں میں رہنے والے باذوق لوگ کسی خزاں رسیدہ ماحول میں زندگی گزارنے کو موت سے کم کا درجہ نہیں دیتے۔

یہی بنیادی وجہ تھی کہ علماء اسلام اور اساطین اپنی بے شمار تصنیفات 'مضامین' اپنی تحریروں اور تقریروں میں اہل فلسفہ کے گمراہ کن نظریات کی بھرپور اور زبردست انداز میں تردید کرتے رہے اور ان کے گڑھے اور خودساختہ اصولوں کے بخیئے ادھیڑتے رہے حتیٰ کہ حضرت امام رازی کے بارے میں کہا گیا کہ انہوں نے فلسفہ جیسے گمراہ کن نظریہ کو کلمہ پڑھا دیا اور فلسفہ مسلمان ہوگیا۔ چودھویں صدی ہجری میں ایک نابغہ روزگار ہستی منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئی جسے دنیائے "اعلیٰ حضرت' فاضل بریلوی" "آیت الہٰی" معجزہ رسالت' تاج الفحول' سراپا عشق رسول" کے بیشمار عمدہ القاب سے جانا پہچانا حالانکہ حق یہ ہے کہ دنیا نے اسے پہچان کر بھی کچھ نہیں پہچانا کیونکہ معجزہ سمجھ میں کہاں آتا ہے؟ آیات میں سبھی آیات محکم ہی نہیں کچھ متشابہات بھی تو ہیں۔(۱) مختصر یہ کہ اس ذات گرامی کے علم وفضل کی موسلادھار بارش سے کئی بے آب وگیاہ بنجر ناقابل کاشت علوم کی زمینوں کو سرسبز وشاداب کرکے پھولوں اور پھلوں سے مالامال کردیا۔ ظاہر ہے کہ ایسی دیدہ ور ہستی بھلا فلاسفہ کے پھیلائے ہوئے گمراہ کن نظریات کے مفروضات اور مزعومات کے تباہ کن اثرات سے اپنا دامن کیسے بچاتی؟ مجدد اعظم امام افہم فخر عرب شمس عجم اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی المولیٰ عنہ نے فلاسفہ کے ان اصولوں اور بنیادوں پر ایسی ضرب کاری لگائی کہ پوری عمارت فلسفہ زمین بوس ہوگئی اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ غور فرمائیں مسئلہ "جزو لایتجزی" فلسفہ کا وضع کردہ ایسا قانون ہے کہ اگر اس کا بطلان کردیا جائے تو بہت سی چیزوں کو قدیم ماننا پڑے گا جبکہ اسلامی نظریہ یہ ہے کہ ذات وصفات واجب الوجود کے سوا کوئی شئے قدیم نہیں۔ دیکھئے امام فلسفہ اسلام نے اس دیوار پر کس طرح ڈائنامیٹ فٹ کیا ہے ملاحظہ فرمائیے ملفوظات حصہ دوم ص ۶۴-۶۵ مطبوعہ کراچی

عرض۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ جز لایتجزی باطل ہے اگر باطل مانا جائے اور ھیولی اور صورت کی قدامت باطل کردی جائے تو اسلام کے نزدیک اس میں کیا برائی؟

ارشاد۔ اگر جزء لایتجزی نہ مانا جائے تو ہیولی اور صورت کے قدم کا راستہ کھلے گا ان دلائل فلاسفہ کا اٹھانا بھی طویل عریض مباحث جائے گا اسی لئے ہمارے علماء نے اسے سرے ہی سے رد

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

فرمادیا۔ "گربہ کشتن روز اول باید" دین اسلام میں ذات و صفات الہٰی کے سوا کوئی شی قدیم نہیں۔ رب العزت فرماتا ہے "بدیع السموت والارض" نیا پیدا فرمانے والا آسمانوں اور زمین کا اور حدیث میں ہے کہ کان اللہ ولم یکن معہ شی ازل میں اللہ تھا اور اس کے ساتھ کچھ نہ تھا غیر خدا کسی شئے کو قدیم ماننا کفر ہے۔

"جزء لایتجزی" کے ثبوت میں علماء اسلام کے عقلی دلائل کے انبار ملتے ہیں فلاسفہ ان بھاری بھرکم ادلہ کو توڑ نہیں سکتے مگر سوال پھر بھی قائم ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم اور اس کے بعد احادیث مصطفٰے علیہ السلام میں کوئی آیت یا حدیث فلاسفہ کے اس نظریہ کی تغلیط کرتی ہے یا نہیں جہاں تک اس حقیر کا خیال ہے کہ قرآن کریم کی آیت سے جزء لایتجزی کا ثبوت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا ہی حصہ ہے ملاحظہ فرمائیں ملفوظات حصہ چہارم صفحہ ۱۷-۱۸ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی فرماتے ہیں "میں نے جزء لایتجزی کا قرآن عظیم سے اثبات کیا ہے فرماتا ہے ومزقنھم کل ممزق اور ہم نے ان کو پارہ پارہ کردیا ہے پارہ پارہ کرنا ممزق ۔بمعنی اسم مفعول نہیں کہ اس صورت میں تحصیل حاصل ہوگی ۔بمعنی مصدر ہے یعنی ممزق ۔بمعنی تمزیق ہے تو آیت مذکورہ کا افادہ یہ ہوا کہ انہیں ہم نے حد ممکنہ تک پارہ پارہ کیا اور اب ایک جز ایسا بھی ہوگا جس کا پارہ ہونا ممکن نہیں تو جزء لایتجزی کا ثبوت ہوگیا۔

"علم" کیا ہے؟ اس کی ماہیت کیا ہے۔ تعریف کیا ہے؟ فلاسفہ کی پوری جماعت اندھیرے میں تیر پھینکتی رہی اپنے علم کی پوری تعریف طے ہی نہ کرپائے آگے بڑھ کر علم الہٰی تک پہونچ گئے اور اس پر مباحث شروع کردیئے اس سلسلے میں ایک سوال اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوتا ہے سوال اور جواب ملاحظہ فرمائیں (ملفوظات حصہ دوم صفحہ ۶۴-۶۵

عرض ......باری تعالیٰ کا علم فعل مخلوقات فعلی تھا وہ کسی صورت سے تھا؟

ارشاد.....یہ لفظ آپ نے فلاسفہ کا کہا کہ وہ علم الہٰی کو فعل و انفعال کی طرف منقسم کرتے ہیں اور مسلمانوں کے نزدیک اللہ انفعال سے پاک ہے اور علم الہٰی صورت سے منزہ جیسے اس کی ذات کی کنہ کوئی نہیں جان سکتا یونہیں اس کی صفات کی۔ فلاسفہ نے جو کہا کہ علم نام صورت حاصلہ عندالعقل کا ہے غلط ہے ان سفہائے اصل وفروع میں فرق نہ کیا علم سے ہمارے ذہن میں معلوم کی صورت حاصل ہوتی ہے نہ کہ حصول صورت سے علم۔ علم وہ نور ہے کہ جو شئی اس کے دائرے میں آگئی منکشف ہوگئی اور جس سے متعلق ہوگیا اس کی صورت ہمارے ذہن میں تسم ہوگئی جب فلاسفہ اپنے علم کو نہ پہنچان سکے علم الہٰی کو کیا پہچانیں گے۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

اسی سلسلے میں ایک سوال اور فاضل بریلوی کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔ ملفوظات حصہ چہارم صفحہ ۱۶

عرض ...... حضور خلاء ممکن ہے؟

ارشاد..... خلاء بمعنی فضا تو واقع ہے اور فضا بمعنی خالی عن جمیع الاشیاء موجود تو نہیں لیکن ممکن ہے فلاسفہ جتنی دلیلیں بیان کرتے ہیں جزء لایتجزی اور خلاء وغیرہ کے استعمال میں وہ بہت دور ہیں کوئی دلیل فلاسفہ کی ایسی نہیں جو ٹوٹ نہ سکے۔"

لگے ہاتھوں یہ امر بھی ملاحظہ فرماتے چلیں کہ نفس ناطقہ (روح) کے بارے میں فلاسفہ مختلف الرائے ہیں کوئی جسم اور روح میں اعتباری فرق کا قائل ہے کوئی کچھ کہتا ہے مگر مجدد اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔ ملفوظات حصہ دوم صفحہ ۶۶

عرض ...... حاشیہ خیالی پر مولوی عبدالحکیم نے لکھا کہ روح اور جسم میں اتحاد ذاتی اور تغایر اعتباری ہے۔

ارشاد..... یہ کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا روح یعنی نفس ناطقہ کو مادے سے مجرد مانتے ہیں یا نہیں اور جسم مادی ہے تو کیسے اتحاد ہوجائے گا محال ہے نہ شرعاً" صحیح نہ عقلاً" **فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی** فرمایا تو معلوم ہوا کہ بدن اور روح اور ہے۔"

فلاسفہ آسمانوں کو قابل خرق والتیام نہیں مانتے اسی وجہ سے ان جہلا نے سیر معراج اور شق القمر جیسے معجزات کا انکار کیا اس سلسلے میں فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ نے جو سیدھا راستہ بتایا اس کے الفاظ اس لائق ہیں کہ انہیں آب زر سے لکھا جائے اور لوح دل پر نقش کرلیا جائے (ملفوظات حصہ چہارم صفحہ ۳) پر فرماتے ہیں "الہیات ونبوات' ان کو جو میزان عقل سے تولنا چاہے گا وہ لغزش کرے گا عقائد سمعیہ کے بارے میں ان نصوص شرعیہ کے ہاتھ میں ایسا ہوجائے جیسے غسال کے ہاتھ میں میت بس "**امنا بہ کل من عند ربنا** یہ راستہ سیدھا ہے اور یہ عطا ہوتا ہے۔ سلیم الطبع صحیح العقیدہ عوام کو۔۔۔"

یہ ہیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی جن کے مدرسہ فکر وفن کے مینار اتنے بلند وشاندار ہیں کہ جس کے روبرو ابن سینا شیخ الرئیس' اور شیخ الاشراق' سقراط وبقراط' عبدالحکیم سبھی کوتاہ قامت اور ضعیف تلامذہ میں نظر آتے ہیں ایک طرف اعلیٰ حضرت اگر فلاسفہ کے گمراہ کن اصول ونظریات پر تنقید وتبصرہ کرتے ہیں تو اسی کے ساتھ ساتھ ایمانیات ہی کے اصل ہونے پر زور دیتے ہیں جس کا واضح مطلب فاضل بریلوی کے مطابق یہ ہے کہ کسی فن کا امام ہوجانا' شیخ الرئیس ہوجانا یا اس سے اونچا کوئی مقام حاصل کرلینا کمال نہیں البتہ مومن بن جانا یہ ضرور

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

باعث صد افتخار اور اعزاز ہے چنانچہ ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ملفوظات "معقولیوں نے اپنے وصف میں سے (نا) گھٹا دیا بے واسطہ اللہ تک وصول محال ہے سوائے ایک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے۔ نفحات الانس شریف میں ہے ایک صاحب نے زیارت اقدس سے مشرف ہوکر عرض کی۔ غزالی کیسے ہیں؟ فرمایا فاز مقصودہ اپنی مراد کو پہنچ گئے عرض کی فخرالدین رازی کیسے ہیں؟ فرمایا رجل معاتب' ان پر عتاب ہے معاذ اللہ عقاب نہ فرمایا عتاب سزا ہے اور عتاب حصہ احبا ہے۔ عرض کی ابن سینا فرمایا بے میرے واسطے کے اللہ تک پہنچنا چاہتا تھا میں نے ایک دھول لگائی کہ تحت الثری کو چلاگیا۔ یہ بعض صالحین کا خواب ہے۔ اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے مراۃ الجنان میں ایک روایت یہ تحریر فرمائی کہ ابن سینا آخر عمر میں تائب ہوگیا تھا موت سے کچھ مدت پہلے افیون کھانا چھوڑ دیا۔ باندی غلام سب آزاد کردیئے رات ودن نماز وتلاوت قرآن میں مشغول رہتا تھا اگر ایسا ہے تو اس کے اس شعر نے کام دیا کہ۔

آنجا کے عنایتے تو باشد باشد

ناکردہ چوکردہ کردہ چوں نہ کردہ

رحمت بے سبب کو متوجہ ہوتے دیر نہیں لگتی۔ اسی برس کے بت پرست کو ایک آن میں مسلمان بلکہ قطب شہر بلکہ ابدال سے بھی اعلی بدلاء سبعہ سے کرلیتے ہیں اگر ایسا ہے تو رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ مگر امت میں بڑا فتنہ چھوڑ گیا۔ **و حسبنا اللہ و نعم الوکیل**"

مخزن فلسفہ ہیں معدن منطق بھی ہیں۔ گلشن رشد وہدایت بھی ہیں اعل ی حضرت
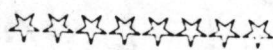
☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

زیج بہادرخانی

بتاریخ یکم نومبر ۱۸۵۵ء طبع این شروع شد

حاشیة علی زیج بہادرخانی (فی علم الزیجات، باللغة الفارسیة)

بخط الشیخ احمد رضا خاں البریلوی

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

باب پانزدهم در معرفت طول وعرض بلد

حاشیة علی زیج بهادرخانی

بخط الشیخ احمد رضاخان البریلوی

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونستعينه ونصلي على رسوله الكريم

وبعد فان العلوم الرياضية التي هي واسطة عقد الحكمة النظرية تنقسم الى اربعة اقسام الهندسة
والارثماطيقي والموسيقي والمجسطي وهو غايتها وكان كتاب الاصول الذي يقال له الاستقس
لتحليل سائر العلوم الرياضية اليه في سالف الايام مرتبا على خمس عشرة مقالة فمال بعض ملوك
اليونان الى حله فاستعصى عليه فاخذ يتفحص اخبار الكتاب من كل وارد من اهل العلم عليه
فاشار بعضهم الى رجل في بلد الصور يقال له اوقليدس انه مبرز في علم الهندسة والحساب
فطلبه الملك وامره بتهذيب الكتاب وترتيبه فهذبه ورتبه على ثلث عشرة مقالة واشتهر
الكتاب باسمه وحذف المقالتين الاخيرتين لان مسائلهما كانت من المقدمات التي يتوقف
عليها براهين نسب المجسمات المذكورة في المقالة الثالثة عشر وكيفية رسم الاشكال المذكورة
فيها بعضها في بعض وكانت كلها تستبين منها ومن غيرها من المقالات المقدمة عليها
وكان الكتاب موضوعا لان يوضع فيه الاصول دون الفروع اذ هي غير متناهية
ولذلك عدت قضايا لم يتبين الا في هذا العلم من الاصول الموضوعة لما كانت ظاهرة
البيان من مسائل الكتاب ثم نشأ بعد زمان بعسقلان رجل يقال له اسقلاوس برز
في العلوم الرياضية والحق المقالتين بالكتاب بعد تهذيبهما فصار الكتاب خمس عشرة
مقالة ثم نقل الى العربية مرتبا على خمس عشرة مقالة واشتهر من النسخ المنقولة نسختان
بين علماء هذه الصناعة احديهما هي التي اصلحها ثابت بن قرة الحراني والاخرى
هي التي نقلها واصلحها حجاج بن مطر ثم اخذ في تهذيب الكتاب جماعة كثيرة من المتاخرين
طلبا للايجاز والايضاح فحذف بعضهم دعاوي اشكال الكتاب وقنع بالمثال وبعضهم
حذف بعض مسائله اعتقادا منه بانه معلوم من باقي الكتاب وبعضهم جمع اشكالا عدة

تحریر اوقلیدس - بخط محمد ارشاد علی البریلوی - للشیخ احمد رضا البریلوی

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

فاضل بریلوی کے معاشی نکات

از پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی (چیئرمین بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن، حیدرآباد)

ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے مولانا احمد رضا خان بریلوی پر جو تحقیقی کام کیا ہے وہ علمی دنیا میں محتاج تعارف نہیں۔ اپنی تحقیق کے دوران ڈاکٹر صاحب کی دوررس نگاہیں مولانا احمد رضا خان کے ان نکات کی طرف مرتکز ہوگئیں جو انہوں نے مسلمانوں کی اقتصادی زبوں حالی ومعاشی بدحالی کو دور کرنے کے لئے اپنے رسالے "تدبیر فلاح ونجات واصلاح" میں تحریر فرمائے اور جو ۱۹۱۲ء/۱۳۳۱ھ میں کلکتہ سے شائع ہوئے۔ ان نکات کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ ان امور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے۔ مسلمان اپنے معاملات باہم فیصل کریں تاکہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے خرچ ہورہے ہیں پس انداز ہوسکیں۔

۲۔ بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدرآباد دکن کے تونگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لیے بینک کھولیں۔

۳۔ مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔

۴۔ علم دین کی ترویج واشاعت کریں۔

یہ چار نکات بظاہر بے حد مختصر ہیں لیکن ان میں معانی کا جو ذخیرہ پوشیدہ ہے اس کے اظہار کے لئے ڈاکٹر صاحب نے مجھے منتخب فرمایا ہے کہ میں بحیثیت معاشیات کے طالب علم ان نکات کی وضاحت کروں۔ یہ کام بہت بڑا ہے اگرچہ گزشتہ بیس سال سے معاشیات پر درس دے رہا ہوں لیکن اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ میرا علم بہت محدود ہے اپنے احساسات کو قلمبند کرنے کے لئے مجھے الفاظ نہیں ملتے پھر بھی میں نے ارادہ کیا ہے کہ ان نکات کی وضاحت کرنے کی پوری پوری کوشش کروں۔

علامہ اقبال نے فرمایا ہے۔

تقدیر امم کیا ہے کوئی کہہ نہیں سکتا
مومن کی فراست ہوتو کافی ہے اشارہ

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

بلاشبہ مومن کے اشارے میں اور مومن بھی کیسا مومن کہ جس کی ہر سانس عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معطر تھی۔ ان اشاروں میں جہان معنی پوشیدہ ہے اس سے پہلے کہ ان نکات پر بحث کروں، بطور تمہید کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

۱۹۱۲ء میں جب کہ یہ نکات شائع ہوئے برصغیر میں علم اقتصادیات کا مطالعہ عام نہیں تھا۔ دنیا کے دیگر ترقی یافتہ ممالک مثلاً انگلینڈ، امریکہ، فرانس اور جرمنی وغیرہ میں دانشوروں کا ایک مخصوص حلقہ اس علم کے اکتساب کی طرف مائل تھا۔ معاشیات پر باقائدہ کتابیں لکھی جاچکی تھیں اور لکھی جارہی ہیں لیکن عوام کی توجہ اور دلچسپی اس مضمون کے متعلق بہت کم تھی۔ طلباء اس مضمون کو خشک سمجھ کر اس سے گریز کرتے تھے۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد اور خاص طور پر ۱۹۲۹ء۔ ۱۹۳۰ء کی عظیم عالمی سردبازاری کے بعد معاشیات کی اہمیت میں جس تیزی سے اضافہ ہوا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ امریکہ میں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں معاشیات کے طلباء کی تعداد بہت کم تھی۔ خواتین خصوصاً یہ مضمون پڑھنے سے کتراتی تھیں۔ لیکن ۱۹۴۰ء اور اس کے بعد حالات یک لخت بدل گئے اور معاشیات کے طلباء کی تعداد میں بے اندازہ اضافہ ہوا، اور اب تو امریکی ماہرین تعلیم اس بات پر غور کررہے ہیں کہ پرائمری سطح ہی سے طلباء کو معاشیات کی تعلیم دی جائے۔

بہر حال یہ امر واقع ہے کہ علم اقتصادیات میں عوام اور حکومتوں کی دلچسپی کا آغاز ۱۹۲۹ء۔ ۱۹۳۰ء کی عالمی سردبازاری کی وجہ سے ہوا۔ کساد بازاری کو قابو میں لانے کے لئے کلاسیکی نظریات موجود تھے لیکن اس عظیم عالمی کسادبازاری نے ان نظریات کو باطل کردیا اور اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی کہ ایک ایسے نئے نظریہ کی ضرورت ہے جو اس کساد بازاری پر قابو پانے میں مدد دے سکے۔ بالاخر ۱۹۳۶ء میں ایک انگریز ماہر اقتصادیات جے ایم کینز J.M. Keynes نے اپنا مشہور زمانہ "نظریہ روزگار و آمدنی" پیش کیا جو اقتصادیات کے میدان میں ایک انقلاب کا سبب بنا۔ اس انقلابی نظریہ نے حکومتوں کو اس قابل کردیا کہ وہ اس عالمی سرد بازاری پر مکمل قابو پالیں کینز کو ان کی خدمات کے صلہ میں تاج برطانیہ نے لارڈ کے خطاب سے نوازا جو کسی بھی انگریز کے لئے اعلیٰ ترین خطاب ہے اور باعث افتخار۔

اس تمہید سے میری غرض صرف اتنی ہی ہے کہ ناظرین یہ ذہن نشین کرلیں کہ جدید اقتصادی نظریات کی ابتداء ۱۹۳۰ء کے بعد سے ہوئی اور یہ بات کس قدر حیرت انگیز ہے کہ نگاہ مردمومن نے ان جدید اقتصادی تقاضوں کی جھلک ۱۹۱۲ء ہی میں دکھا دی تھی۔ اگر ۱۹۱۲ء سے مولانا احمد رضا

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

خان بریلوی کے نکات پر غور وفکر کیا جاتا اور صاحب حیثیت مسلمان ہند اس پر عمل کرتے تو ہندوستانی مسلمانوں کی حیثیت معاشی اعتبار سے انتہائی مستحکم ہوتی۔

آیئے اب ان نکات پر الگ الگ بحث کی جائے جیسا کہ عرض کیا گیا مولانا بریلوی کے ان نکات کی تعداد چار ہے جس میں سے تین کا تعلق میرے نزدیک جدید اقتصادیات کی روح سے ہے اور چوتھا علم دین کے ترویج واشاعت سے متعلق ہے۔

ا۔ پہلا نکتہ یہ ہے۔

"ان امور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے مسلمان اپنے معاملات باہم فیصل کریں تاکہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے خرچ ہو رہے ہیں پس انداز ہوسکیں۔"

اس نکتے میں اہم بات "پس اندازی" ہے فضول خرچی کی مذمت ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال قبل ہی کردی تھی جدید ماہرین اقتصادیات فضول خرچی کی بے حد مذمت کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک غیر پیداواری کاموں پر کئے جانے والے اخراجات قطعاً" غیر پیداواری حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر برصغیر کے مسلمانوں کی بیسویں صدی عیسوی میں پاکستان بننے سے پہلے تک کی اقتصادی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ مسلمانوں نے باہمی مقدمہ بازیوں پر کروڑوں روپے ضائع کئے یوپی میں تقسیم ہند سے پہلے مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں کے مقابلے میں ۱۴فیصد تھی لیکن اقلیت ہونے کے باوجود وہ ایک باعزت اور پروقار زندگی گزار رہے تھے۔ مسلمانوں کی اقتصادیات اور ان کی خوشحالی کا انحصار زمینداری پر تھا۔ یوپی میں مسلم نوابین، راجاؤں اور زمینداروں کی کمی نہ تھی زمیندار اس صوبے میں وہ افراد ہوتے تھے جو کم از کم ایک گاؤں کے مالک ہوتے تھے۔ لیکن میں اپنے ذاتی مشاہدہ کی بناء پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ حضرات مقدمہ بازیوں میں پھنسے رہتے تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے مقدمہ بازی ان صاحبان کا دلچسپ ترین مشغلہ ہے میرے ایک قریبی عزیز جو زمیندار تھے بارہ برس سے مسلسل ہمارے گھر آتے رہتے تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ اپنے ہم زلف سے مقدمہ بازی کے سلسلے میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک تقسیم ہند کے بعد ہندوستان کے وزیر داخلہ ولبھ بھائی پٹیل نے یوپی کے مسلمانوں کی معیشت پر زمینداری کا خاتمہ کرکے بھرپور وار کیا اور مسلمانوں کی اقتصادیات کی ریڑھ کی ہڈی توڑدی۔ فاضل بریلوی کے پہلے نکتے سے اس بات کی وضاحت ہوجاتی ہے کہ وہ مقدمہ بازی پر کئے جانے والے اخراجات کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے پہلی بات تو یہ کہ اس طرح مسلمان آپس میں مخالفت پر تلے

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

رہتے تھے دوسری اور اہم بات یہ تھی کہ یہ کروڑ ہا روپیہ جو مقدمہ بازی کی نذر ہورہا تھا کاش کہ اگر بچایا جاسکتا تو مسلمانوں کے کس قدر کام آتا۔ یہ اخراجات قطعاً غیر ضروری تھے۔ اگر مفاہمت اور سمجھ بوجھ سے کام لیا جاتا تو اکثر وبیشتر مقدمات کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی اور معاملات باہمی صلاح ومشورے سے طے ہوجاتے اور مسلمانوں کا سرمایہ غیروں کی تقویت کا باعث نہ بنتا۔

فاضل بریلوی نے ۱۹۱۲ء میں پس اندازی کی ہدایت فرمائی تھی کیونکہ انہیں احساس تھا کہ مسلمانوں کی اقتصادی بدحالی دور کرنے کا یہی بہترین علاج ہے کہ وہ غیر ضروری اخراجات یکسر ختم کردیں اور اس طرح جو کچھ پس انداز ہو وہ اپنی فلاح وبہبود پر صرف کریں۔ ۱۹۳۶ء میں کینز نے اپنا نظریہ "روزگار و آمدنی" پیش کرکے جدید اقتصادیات کی بنیاد مضبوط کی۔ اس کے نظریہ کی اہم ترین "مساوات" میں بچت اور سرمایہ کاری سب سے اہم متغیرات Variables ہیں اس کے نزدیک معیشت میں اقتصادی توازن کے لئے یہ شرط ہے کہ بچت=سرمایہ کاری Saving = Investment جب تک یہ شرط پوری ہوتی رہے گی سرمایہ دارانہ معیشت میں توازن برقرار رہے گا۔ لیکن جہاں ان دونوں میں عدم مساوات پیدا ہوئی معیشت کا توازن بگڑ جائے گا۔ یا تو معاشرہ کسادبازاری کا شکار ہوجائے گا یا افراط زر کا۔ دونوں ہی صورتیں سماجی' سیاسی اور اقتصادی نقطہ نظر سے خطرناک ہیں لہٰذا کوشش اس بات کی ضروری ہے کہ بچت اور سرمایہ کاری میں توازن برقرار رہے۔ فرد یا افراد کے لئے یہ توازن لانا بے حد مشکل ہے۔ لہٰذا کینز نے حکومت کو مشورہ دیا کہ وہ معاشی افعال میں بھرپور حصہ لیں۔ اب تک ماہرین معاشیات حکومتوں کو چند ضروری شعبوں (مثلاً دفاع' پولیس' صحت' تعلیم اور رسل ورسائل وغیرہ) میں حصہ لینے کے علاوہ باقی شعبوں سے دور رہنے کی تجاویز دیتے تھے تاکہ معاشرہ میں فرد کی اقتصادی آزادی متاثر نہ ہو۔ حکومتیں اس پر عمل بھی کرتی تھیں لیکن ۱۹۲۹ء-۱۹۳۰ء کی عالمی کساد بازاری نے قدیم ماہرین معاشیات کے اس نظریہ کو غلط ثابت کردیا۔ ادھر کینز کے مشورہ پر عمل کیا گیا' حکومتوں نے معیشت کے ہر شعبے میں بھرپور حصہ لیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا کو کساد بازاری سے نجات مل گئی اور کینز کو انگلینڈ کا اعلیٰ ترین اعزاز ملا۔

موجودہ دور' اقتصادی منصوبہ بندی کا دور ہے۔ دنیا کے بیشتر ممالک ملک کی خوشحالی میں اضافہ کے باقاعدہ منصوبے بناتے ہیں ان منصوبوں کی میعاد عموماً ۵ سال ہوتی ہے انقلاب روس کے بعد کمیونسٹ ماہرین اقتصادیات نے روس کی معاشی ترقی کے لئے پنج سالہ ترقیاتی منصوبوں کا آغاز کیا۔ آج پسماندہ ممالک بھی اقتصادی ترقی کی دوڑ میں شامل ہوچکے ہیں روس کے بعد بیشتر ترقی

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

پذیر ممالک میں پنجسالہ ترقیاتی منصوبوں کو مقبولیت بخشی ہے اور ان ممالک میں اقتصادیات کے ماہرین ملکی وسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے منصوبہ بندیوں میں مشغول ہیں۔ جہاں اقتصادی منصوبہ بندی میں دیگر اور باتوں کا خیال رکھا جاتا ہے وہاں ماہرین اس بات کی طرف خصوصی توجہ دیتے ہیں کہ منصوبوں کی تکمیل کے لئے کن ذرائع سے رقم حاصل کی جاسکتی ہے۔ منصوبوں کے لئے رقم دو ذرائع سے حاصل ہوتی ہے۔

(۱) ملکی بچت (۲) قرضے۔

ملک میں اگر بچت کی شرح اونچی ہے تو ملکی ذرائع ہی سے منصوبوں پر عمل شروع ہوجاتا ہے لیکن بچت کی شرح کم ہونے کی صورت میں حکومت کو غیر ملکی قرضوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ منصوبہ بندی کی تکمیل کے لئے ایک تیسرا طریقہ بھی ہوتا ہے اور وہ یہ کہ حسب ضرورت ملک کا مرکزی بینک نوٹ چھاپ چھاپ کر حکومت کے حوالے کرتا رہے لیکن یہ طریقہ ارزاں ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد خطرناک بھی ہے اور اس سے ملک میں افراط زر آجاتا ہے اور اگر افراط زر پر حکومت جلد قابو نہ پاسکے تو پھر اس کے نتائج انتہائی سنگین ہوتے ہیں اور معیشت تباہ ہوجاتی ہے۔

لہٰذا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ ملک میں بچتوں کی ہمت افزائی کی جائے اور لوگوں کو بچت کرنے پر مجبور کیا جائے۔ پسماندہ ممالک میں بچت کی شرح بہت کم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں میں بچت کی اہلیت بہت کم ہے کیونکہ ان کی آمدنیاں بے حد قلیل ہیں اگر افراد کی آمدنیوں میں تھوڑا بہت اضافہ ہوتا بھی ہے تو افراد اسے اشیائے صرف پر خرچ کردیتے ہیں ماہرین نے اندازہ لگایا ہے کہ بیشتر ترقی پذیر ممالک میں سرمایہ کاری کی شرح ۵ فیصد سے ۸ فیصد ہے جب کہ ترقی یافتہ ممالک میں یہ شرح ۱۵ فیصد سے ۱۸ فیصد ہے یعنی ترقی پذیر ممالک پنی قومی آمدنی کا صرف ۵ سے ۸ فیصد حصہ سرمایہ کاری کے لئے خرچ کرتے ہیں جب کہ اقتصادی ترقی تقاضا ہے کہ قومی آمدنی کا کم از کم ۱۵ فیصد سرمایہ کاری کے لئے وقف کردیا جائے۔

جیسا کہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ کینز کی مشہور زمانہ مساوات (Equation) کے مطابق

بچت = سرمایہ کاری

اگر بچتیں زیادہ ہیں تو سرمایہ کاری زیادہ ہوگی لیکن بچتیں اگر کم ہیں تو اقتصادی ترقی کی رفتار بیحد سست ہوگی۔ ۱۹۵۰ء میں ایک امریکی ماہر اقتصادیات کولن کلارک Collin Clark نے بھارت، چین اور پاکستان کے لئے یہ اندازہ لگایا تھا کہ ان ممالک کی اقتصادی ترقی کے لئے یہ ضروری ہے کہ یہاں کے افراد کم از کم قومی آمدنی کا ۱۲ فیصد پس انداز کریں اور اسے سرمایہ کاری

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

میں لگائیں۔ لٰہذا آج کل ہر ملک میں خواہ وہ پسماندہ ہو یا ترقی یافتہ' بچت میں اضافے کے لئے مختلف اسکیموں پر عمل کیا جاتا ہے۔ خود پاکستان میں ہماری حکومت نے ایسی بہت سی اسکیمیں رائج کر رکھی ہیں جن سے چھوٹی چھوٹی بچتوں کی ہمت افزائی ہوتی ہے یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ ملک کے ترقیاتی منصوبوں کے لئے ہمیں رقم کی ضرورت ہے اور اس رقم کو حاصل کرنے کا بہترین طریقہ ملکی بچت کا ذریعہ ہے۔

اب اہل دل اور اہل نظر ذرا اس ماحول کو ذہن میں رکھیں جب کہ ۱۹۱۲ء میں مولانا احمد رضا خان نے مسلمانوں کو اس بات پر عمل کرنے کی تلقین کی تھی کہ وہ غیر ضروری اخراجات سے پرہیز کریں اور زیادہ سے زیادہ پس انداز کریں اور آج کے ماحول پر نظر ڈالیں۔ جب کہ حکومتیں اس بات کے لئے کوشاں ہیں کہ عوام زیادہ سے زیادہ بچت کریں۔ کیا آپ اب بھی قائل نہ ہوں گے مولانا کی دور اندیشی کے!

کیا اب بھی آپ کو یقین نہ آئے گا کہ مولانا کی دوررس نگاہیں مستقبل کو کتنا صاف دیکھ رہی تھیں!

کینز کو اس کی خدمات کے صلے میں اعلیٰ ترین خطاب مل سکتا ہے اس بناء پر کہ اس نے وہ چیز دریافت کرلی تھی جسے چوبیس سال قبل مولانا احمد رضا خان بریلوی شائع کرواچکے تھے۔ لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے اس طرف ذرہ برابر توجہ نہ دی۔

(۲) اب آیئے دوسرے نکتے کی طرف' مولانا نے فرمایا۔

"بمبئی' کلکتہ' رنگون' مدراس' حیدر آباد دکن کے تونگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لئے بینک کھولیں۔"

یہ نکتہ معاشی نقطہ نظر سے اس قدر اہم ہے کہ ہمیں مولانا احمد رضا خان کی اقتصادی سمجھ بوجھ کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ ۱۹۱۲ء میں ہندوستان کے صرف چند بڑے بڑے شہروں میں بینک قائم تھے۔ جن کی ملکیت انگریزوں یا ہندوؤں کے ہاتھوں میں تھی۔ برصغیر میں ۱۹۴۰ء تک کوئی مسلم بینک موجود نہ تھا۔ ۱۹۱۲ء میں بینک اور بینکوں کی اہمیت کا اندازہ لگالینا کوئی آسان بات نہ تھی لیکن مولانا کی نگاہوں سے معاشیات کے مستقبل کے اس اہم ادارے کی اہمیت پوشیدہ نہ رہ سکی۔ اور انہوں نے مال دار مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اپنے بھائیوں کے لئے بینک قائم کریں۔

سود کی بے پناہ مضرت رسانیوں کے متعلق مولانا احمد رضا خان نے اپنی دیگر کتابوں میں

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

تفصیل سے ذکر کیا ہے لہٰذا یہ امر یہاں واضح ہے کہ مولانا احمد رضا خان کی مراد ایسا بینک کاری نظام تھا جو غیر سودی بنیادوں پر استوار ہو۔

جدید اقتصادی ڈھانچے بینکنگ بے حد اہم کردار ادا کرتے ہیں یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ ایک مستحکم بینکنگ نظام ملکی معیشت کو تازہ وصحت مند خون فراہم کرتا ہے۔ بینک وہ ادارے ہیں جو لوگوں کی بچتوں کو پیداواری کاموں میں لگانے کا ذریعہ ہیں۔ آج کا معاشی نظام بغیر بینکنگ کے عضو معطل ہوکر رہ جائے گا۔ اسی وجہ سے موجودہ اقتصادی نظام کو ایک Compound Interest System کہا جاتا ہے یعنی ایک ایسا نظام جس کی بنیاد سود مرکب پر ہے۔ ایسے نظام میں بینکوں کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

اقتصادی منصوبہ بندی میں سرمایہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے کوئی بھی اقتصادی منصوبہ خواہ وہ کتنا ہی بڑا یا کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو بغیر سرمائے کے تکمیل کے مراحل طے نہیں کرسکتا۔ اقتصادی ترقیاتی منصوبوں میں بینکوں کے سپرد یہ اہم کام ہوتا ہے کہ وہ سرمایہ کی قلت کو دور کریں اور بچت اور سرمایہ کاری کی ہمت افزائی کریں۔ ایک مضبوط بینکنگ نظام چھوٹی چھوٹی بچتوں کو اس طرح یکجا کرکے کام میں لاتا ہے کہ اس کے ذریعے بڑے بڑے اقتصادی منصوبے پایہ تکمیل کو جاپہنچتے ہیں۔ اس طرح بینک دو اہم فرائض انجام دیتے ہیں۔

(ا) وہ لوگوں کی چھوٹی یا بڑی رقمیں جمع کرتے ہیں ' اور

(۲) ان رقموں کو ایسے افراد کو قرض دے دیتے ہیں کہ جو انہیں پیداواری کاموں پر صرف کرسکیں۔ پیداواری کاموں سے مراد ان کاموں سے ہے جن کا نتیجہ ایسی اشیاء خدمات کی پیدائش میں ہوتا ہے جو مستقبل کی پیدائش دولت میں ممدومعاون ثابت ہوتے ہیں۔

توگویا بینکوں کی اہمیت موجودہ معاشرہ میں مسلم ہے۔ قائداعظم انتہائی دور اندیش اور مدبر سیاستدان تھے قیام پاکستان سے قبل یہ بات ان پر روز روشن کی طرح عیاں تھی کہ پاکستان کی اقتصادی ترقی کے لئے ایک مضبوط بینک کی سخت ضرورت ہے جو مسلمانوں کی ملکیت ہو۔ لہٰذا انہوں نے اس بات پر بے حد اصرار کیا کہ مسلمانان ہند کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کا بینک فوری طور پر قائم کیا جائے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد دس کروڑ ہے لیکن اس کے باوجود صرف ایک بینک (حبیب بینک) مسلمانوں کا ہے جب کہ ملک میں سینکڑوں بینک سرگرم عمل ہیں جن کی ملکیت غیر مسلموں کے ہاتھوں میں ہے۔ قائداعظم کے مسلسل اصرار سے متاثر ہوکر مرحوم سر آدم جی داؤد اور مرزا

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

احمد اصفہانی نے جن کا شمار ہندوستان کے چوٹی کے سرمایہ داروں میں ہوتا تھا۔ ۹ جولائی ۱۹۴۷ء کو کلکتہ میں مسلم کمرشل بینک قائم کیا۔ تقسیم ہند کے بعد اس بینک کے دفاتر پاکستان منتقل کردیئے گئے اور بہت جلد اس بینک نے اپنی شاخیں پاکستان کے اہم شہروں میں قائم کردیں۔ اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ پاکستان کی معاشی سرگرمیوں میں یہ بینک انتہائی اہم کردار ادا کررہا ہے۔

جدید ماہرین اقتصادیات نے پس اندازی کی دو قسمیں بتائیں ہیں۔

(۱) بچت (Saving) اور (۲) زر کی ذخیرہ اندوزی (Hoarding)

اگر ایک فرد کی ماہانہ آمدنی ۱۰۰ روپے ہے جس میں سے وہ اسی روپے اپنی ضروریات زندگی پر خرچ کرتا ہے تو اس کی ماہانہ بچت بیس روپے ہوگی۔ یہی حال قوموں کا ہے اگر قومی آمدنی قومی اخراجات کے مقابلے میں زیادہ ہے تو نتیجہ قومی بچت کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

اس بچائی ہوئی رقم کو افراد بینکوں میں جمع کراسکتے ہیں۔ یا بچت کی کسی اسکیم میں لگاسکتے ہیں یہ صورت حال بچت کہلاتی ہے لیکن اگر لوگ بچائی ہوئی رقم کو اپنے پاس ہی رکھیں تو یہ صورت Hoarding کہلائے گی بچت کا تصور ذخیرہ اندوزی کے تصور سے اس لئے مختلف ہے کہ موخر الذکر تصور خالص نفسیاتی ہے جس میں فرد کی نفسیات یہ ہوتی ہے کہ وہ دولت زر کی شکل میں جمع کرے اور اسے اپنے پاس ہی محفوظ رکھے۔

جب تک لوگ اپنی بچت بینکوں میں جمع کرائیں گے یا کسی بچت کی اسکیم میں لگائیں گے اس وقت معیشت میں توازن برقرار رہے گا۔ لیکن جس وقت لوگوں میں زر کو ذخیرہ کرنے کی خواہش بڑھ جائے گی تو معیشت عدم توازن کا شکار ہوجائے گی کیونکہ کینز کی مساوات

بچت = سرمایہ کاری

غیر متوازن ہوگی۔ ایسی صورت میں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے معیشت میں یا تو افراط زر پیدا ہوجائے گا یا کساد بازاری پھیل جائے گی۔ اور ہزاروں افراد و ملکی وسائل بے روزگار و بے اثر ہوجائیں گے جس سے معاشرہ میں بے شمار سماجی برائیاں پیدا ہوجائیں گی۔

اب بچت اور بینک کا تعلق قارئین پر واضح ہوگیا ہوگا اور انہیں یہ اندازہ ہوگیا ہوگا کہ موجودہ معیشت میں بچت اور بینک ہماری اقتصادی زندگی کے لئے کس قدر اہمیت رکھتے ہیں۔

بچت اور بینک آج کی دنیا میں دو ایسے الفاظ ہیں جن سے ہمارے معاشرے کا بچہ بچہ واقف ہوچکا ہے ٹیلی ویژن دیکھئے' ریڈیو سنئے' یا اخبارات کا مطالعہ کیجئے آپ کو ہر قدم پر ان دونوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

۱۹۱۲ء میں جب کہ اقتصادی تعلیم محدود تھی کسے معلوم تھا کہ تیس چالیس سال کے بعد بچت اور بینک کس قدر اہمیت اختیار کرجائیں گے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے مستقبل میں جھانک لیا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کو نہ صرف فضول خرچی سے باز رکھنے کی تلقین کی، نہ صرف پس اندازی کی ہدایت کی بلکہ صاحب حیثیت اور دولت مند مسلمانان ہند سے اپیل کی کہ وہ اپنے بھائیوں کی مدد کے لئے بینک قائم کریں۔ وہ بینک جہاں کم حیثیت کے مسلمان اپنی چھوٹی چھوٹی بچائی ہوئی رقم محفوظ رکھ سکیں اور جہاں سے باصلاحیت مسلمان آجروں کو سرمایہ فراہم ہوسکے اور وہ صنعت کاری کے میدان میں ہندوؤں کا مقابلہ ڈٹ کر کرسکیں۔

پاکستان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو وجود میں آیا ہندو مجبور ہوگیا تھا کہ وہ برصغیر کی تقسیم کو قبول کرلے لیکن وہ ابھی تک اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ معاشی طور پر پاکستان کی زندگی چند روزہ ہے۔ یہ ایک حقیقت بھی تھی۔ پاکستان کے خزانے خالی تھے صنعت اور بینکنگ میں مسلمان ناتجربہ کار تھے اس میدان میں گویا ایک خلا تھا جس کو تیزی کے ساتھ پر کرنا انتہائی ضروری تھا۔ پاکستان کے ارباب اقتدار کو اس خلا کو پر کرنے کے لئے جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ بے شمار تھیں لیکن رفتہ رفتہ خدا کے فضل وکرم سے حالات پر قابو پالیا گیا آخر تو یہ مملکت خداداد تھی جس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔

میں سوچتا ہوں کہ کاش ۱۹۱۲ء میں چند ایک ہی ایسے اہل دل مسلمان ہوتے جو مولانا احمد رضا خان کے ارشادات پر عمل کرلیتے تو مسلمانوں کی اقتصادی تاریخ برصغیر میں یقیناً مختلف ہوتی اور پاکستان کو انتہائی نامساعد معاشی مسائل کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ ایسی گہری سوچ اور ایسے نکات جن کے نتائج اس قدر دوررس ہوں کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں یہ تو صرف مردمومن کا کمال ہے۔ اس مرد مومن نے تونگر مسلمانوں کو دعوت دی کہ مسلمانوں کے لئے مسلمانوں کا بینک قائم کرو تاکہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت سنبھلے۔ یہی بات ۱۹۴۶ء میں قائداعظم نے دوہرائی اگر ۱۹۱۲ء میں سرآدم جی اور مرزا اصفہانی جیسے دوچار اور فاضل بریلوی کی ہدایت پر عمل کرلیتے تو مسلمانوں کا معاشی مستقبل بہت کچھ سنور جاتا اور اس کے اقتصادی نتائج نہ صرف برصغیر کے مسلمانوں کے لئے بلکہ مسلمان عالم کے لئے بے حد خوشگوار ثابت ہوتے۔

اب ہم مولانا احمد رضا خان کے تیسرے نکتے کی طرف آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تھا:

(۳) مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں

ذرا اس نکتہ پر غور فرمایئے موجودہ عالمی اقتصادی ماحول کا جائزہ لیجئے اور پھر یہ دیکھئے کہ

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

مسلمانوں نے اس عالم دین کے اس زریں اصول کو نہ سمجھا اور نہ ہی اس پر عمل کیا لیکن دوسری عالمی جنگ کے بعد مغربی یورپ کی جنگ سے متاثر ہونے والے ممالک نے اس پر عمل کیا اور آج یہ ممالک اقتصادی طور پر دنیا کے مستحکم ترین ممالک سمجھے جاتے ہیں۔

لکھنؤ میں' میں نے اپنے بچپن میں جب کہ دوسری جنگ عظیم زوروشور سے جاری تھی اکثر مسلمانوں کی دکانوں پر یہ شعر چسپاں دیکھا تھا۔

زندگی عزت کی مسلم ہند میں چاہے اگر
تو یہ لازم ہے کہ سودا جب بھی لے مسلم سے لے

یہ غالباً فاضل بریلوی کے اس نکتے کی بازگشت تھی اس شعر نے مجھے بے حد متاثر کیا تھا لیکن صاحب حیثیت مسلمانوں کو میں نے ہندوؤں کی دوکانوں سے خرید وفروخت کرتے دیکھا۔ مسلمانوں میں اس وقت بھی ماہرین اقتصادیات موجود تھے لیکن بدقسمتی سے ان کی نگاہیں مغربی مفکرین کی جانب لگی ہوئی تھیں وہ اس بات سے قطعاً" بے خبر تھے کہ خود ان کا ایک عالم اقتصادیات کے بارے میں کیسے کیسے موتی ان کے سامنے بکھیر گیا ہے وہ اپنے خزانے سے بے خبر رہے لیکن مغربی خزانوں کی طرف حسرت ویاس سے دیکھتے رہے اور کسی نے بھی مولانا کے اس نکتے پر غور نہیں کیا نہ ہی اسے سمجھا اور نہ ہی وضاحت کی ضرورت محسوس کی۔ اگر اس وقت کوئی بھی مسلمان ماہر اقتصادیات اس نکتے کے دوررس اثرات کی وضاحت کردیتا اور مسلمان صرف مسلمانوں ہی سے خرید وفرخت کرنے لگتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ مسلمان ہندوستان میں معاشی اعتبار سے دوسری قوموں کے مقابلے میں پست ہوتے۔

معاشیات میں اس بات پر گرما گرم بحث ہوتی رہی اور جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے کہ بین الاقوامی تجارت آزاد ہونی چاہئے یا اس پر پابندیاں ضروری ہیں۔ تامین(Protection) کے خلاف اور موافقت میں بڑے بڑے یورپین اور امریکی ماہرین معاشیات نے دلائل پیش کئے ہیں۔

آدم اسمتھ Adam Smitch کو جسے معاشیات کا باوا آدم کہا جاتا ہے آزاد بین الاقوامی تجارت کا سب سے بڑا حامی سمجھاجاتا ہے آزاد ی تجارت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مملکتوں کے مابین اشیاء وخدمات کی آمدرفت پر پابندیاں نہیں ہیں یا اگر ہیں تو برائے نام ہیں۔ اس کے برخلاف تامین وہ تحفظ ہے جو حکومت ملکی صنعتوں کو غیر ملکی مقابلے سے بچانے لئے دیتی ہے آدم اسمتھ کی کتاب دولت اقوام ۱۷۷۶ء میں شائع ہوئی تھی ۱۷۹۱ء میں امریکہ کے ایک سیاستدان الیگزینڈر ہملٹن نے تامین کی پالیسی کی پرزور حمایت کی اور آزاد بین الاقوامی تجارت کی مخالفت جرمنی میں

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

فریڈرک لسٹ نے تامین کی حمایت میں پرزور دلائل دیتے ہوئے سب سے پرزور دلیل جو تامین کے حق میں دی جاتی ہے وہ یہ کہ ملک کی نوزائیدہ تیں بیرونی مقابلے میں س وجہ سے تحفظ کی مستحق ہیں کہ وہ مضبوط بیرونی صنعتوں کا اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں قطعاً" مقابلہ نہیں کرسکتیں انکی حفاظت حکومت کا فرض ہے ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہونے سے قبل ہی بیرونی مقابلے کے سامنے دم توڑدیں۔

ایک دلیل یہ بھی ہے کہ تامین اس لئے ضروری ہے کہ ملک کی دولت ملک ہی میں رہتی ہے اور روزگار میں اضافہ ہوتا ہے نیز یہ جذبہ حب الوطنی کے فروغ کا باعث ہے۔

اور بھی بہت سے دلائل ہیں جو تامین کے حق میں دیئے گئے ہیں مگر میں صرف مندرجہ بالا دو دلائل کے متعلق امام احمد رضا خان بریلوی کے تیسرے نکتے کی روشنی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

۱۹۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی نے برصغیر میں اسلامی حکومت کا خاتمہ کردیا تھا اور انگریزوں نے یہاں اپنی حکومت قائم کرلی تھی ۱۹۱۲ء میں انگریزی حکومت ہندوستان میں انتہائی مستحکم ہوچکی تھی۔ اس وقت کوئی یہ تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ صرف ۳۵ سال بعد فرنگی اس سرزمین کو چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔

مسلمانوں کا اب اپنا کوئی ملک نہ تھا لیکن مسلم قوم اب بھی موجود تھی جسے اس بات کا پورا پورا احساس تھا کہ انہوں نے کیا گم کردیا ہے حکومت ختم ہوچکی تھی مگر قوم اب بھی موجود تھی۔ اس قوم کی سماجی، مذہبی اور معاشی بقاء کے لئے مضبوط بنیادوں پر اہل نظر اور اہل علم مسلمانوں کو پالیساں وضع کرنی تھیں تعلیمی سیاسی اور معاشرتی میدان میں مسلم لیڈران سرگرم عمل تھے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لئے جدوجہد تیز تر ہوتی جارہی تھی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس موقع پر کسی نے بھی مسلمانوں کی اقتصادی بدحالی اور اس سے نمٹنے کے لئے کوئی پالیسی وضع نہ کی۔ اس موقع پر مولانا احمد رضا خان بریلوی نے اپنے معاشی نکات پیش کئے جن پر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے کوئی غوروفکر نہیں کیا تعلیم یافتہ مسلمان اپنی رہبری کے لئے مغربی علماء کا سہارا لے رہے تھے اور اس بات سے قطعاً" بے خبر تھے کہ اللہ تعالٰی نے خود انکے درمیان ایک ایسے باوصف انسان کو بھیج دیا ہے کہ جس کے ارشادات پر اگر مسلمان عمل کرتے تو کب کے اپنی غربت وافلاس سے چھٹکارا حاصل کرکے باعزت زندگی بسر کرنے لگتے۔

مولانا احمد رضا خان کا تیسرا نکتہ میرے نزدیک معاشی اعتبار سے انتہائی اہم ہے وہ مسلمانوں کو معاشی تحفظ دینا چاہتے تھے۔ روزگار اور تجارت کے میدان میں ہندو مسلمانوں سے بہت آگے

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

تھے۔ بنیوں کی ذہنیت اور فطرت یہی تھی کہ کس طرح زیادہ سے زیادہ روپیہ کمایا جائے۔ مسلمانوں کو اس میدان میں کوئی تجربہ نہ تھا اور اگر مسلمان تجارت کرنا بھی چاہتے تو اول تو ہندو اپنے مقابلے میں انہیں میدان سے بھگادیتے تھے اور دوسرے اپنوں کی بے اعتنائی ان کا دل توڑ دیتی تھی فاضل بریلوی پر یہ باتیں روز روشن کی طرح عیاں تھیں اس کا صرف ایک ہی علاج تھا اور وہ یہ کہ مسلمان مسلم تجارت پیشہ افراد کو تحفظ دیں اور خرید وفروخت صرف مسلمانوں ہی سے کریں یعنی فاضل بریلوی نے جدید اقتصادی زبان میں مسلمان دوکانداروں کے لئے مسلمان بھائیوں سے تامین کی اپیل کی۔ مسلمان دکانداروں کی مثال بالکل اس نوزائیدہ صنعت کی سی تھی جسے سخت ترین بیرونی مقابلے کا سامنا تھا اور ان کی بقاء اسی صورت میں تھی کہ مسلمان ان کی سرپرستی کریں۔ یہاں کسی ملکی صنعت کو تحفظ نہیں دینا تھا بلکہ اپنی قوم کی اس جماعت کی حفاظت مقصود تھی جو معاشی میدان میں آگے بڑھنے کے لئے کوشاں تھی۔

اب اگر مسلمانان ہند فاضل بریلوی کے ارشاد پر عمل کرتے تو اس کے اقتصادی نتائج کیا ہوتے؟ مسلمانوں کا پیسہ مسلمان دوکانداروں کے پاس جاتا۔ اپنے طور پر یہ مسلمان تاجر مسلمان تھوک فروشوں سے زیادہ سامان حاصل کرتے۔ مسلم تھوک فروش مسلم صنعت کاروں سے زائد اشیا خریدتے اور جب موثر طلب میں اس طرح اضافہ ہوتا تو مسلمان صنعت کار زیادہ اشیاء پیدا کرتے کیونکہ ان کی اشیاء کی طلب میں اضافہ ہوتا۔ اشیاء کو پیدا کرنے کے لئے وسائل پیدائش کی ضرورت ہوتی ہے یعنی زمین، محنت اور سرمائے کی۔ مسلمان صنعت کار جب اشیاء کی پیداوار میں اضافہ کرتے تو یقیناً وہ بے روزگار مسلمان جو تلاش روزگار میں سرگرداں تھے ملازمتیں حاصل کرلیتے اور جب ان افراد کی آمدنیوں میں اضافہ ہوتا تو ان کی موثر طلب بڑھ جاتی اور معاشیات کا وہ چکر شروع ہوجاتا جو کسی بھی معیشت کو خوشحال کردیتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان صنعت کار سرمایہ کہاں سے لاتے تو اس کا جواب مولانا احمد رضا خاں کے پہلے دو نکات میں پوشیدہ ہے کہ مسلمان بچت کریں اور صاحب حیثیت مسلمان بینک قائم کریں۔ بینک جن کا اولین مقصد پیداواری کاموں کے لئے سرمایہ فراہم کرنا ہوتا ہے۔

کینز کے نظریہ "روزگار و آمدنی" میں موثر طلب (Effective Demand) بے حد اہم کردار ادا کرتی ہے اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے تیسرے نکتہ میں موثر طلب کا خیال واضح طور پر موجود ہے۔ سارا کریڈٹ کینز کو جاتا ہے اور ہم اپنے عالم کے ارشادات سے قطعاً بے خبر مغربی ماہرین معاشیات کو داد دیتے رہتے ہیں۔ قسمت کی اس ستم ظریفی کو ہم کیا نام دیں گے۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

خوان نعمت ہمارے سامنے لگا ہوا ہے لیکن ہماری نگاہیں مغرب کی ڈنر ٹیبل پر لگی ہوئی ہیں۔

اب ذرا یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ فاضل بریلوی کے اس نکتے پر مغربی دنیا نے دوسری جنگ عظیم کے بعد کتنا عمل کیا ہے۔ مغربی یورپ کے ممالک مثلاً جرمنی، فرانس اور اٹلی وغیرہ اس جنگ میں تباہ و برباد ہوگئے تھے۔ خصوصاً جرمنی اور اٹلی کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی تھی۔ جنگ ختم ہونے کے بعد جرمنی کی "بندر بانٹ" ہوئی۔ ایک حصہ روسیوں کے پاس اور دوسرا اتحادیوں کے قبضے میں آیا۔ جرمنی دو حصوں میں تقسیم ہوکر مغربی جرمنی اور مشرقی جرمنی بن گیا۔ جرمنی کی اقتصادی و معاشی حالت بالکل تباہ ہوچکی تھی۔ یہی حالت فرانس اور اٹلی کی تھی۔ لیکن جرمنی نے جلد ہی اپنی حالت کی اصلاح کی طرف توجہ دی۔ وہاں کے دانش مندوں نے یہ بات بخوبی سمجھ لی تھی کہ جرمنی کو اگر زندہ رکھنا ہے تو اقتصادی بحالی فوقیت کے لحاظ سے اول نمبر پر ہے۔ جنگ کی تباہی کے بعد مغربی جرمنی تنہا اپنی معیشت کو بحال نہیں کرسکتا تھا۔ لہٰذا روم میں ایک کانفرنس ہوئی جس میں ایک معاہدہ پر دستخط ہوئے اور یوروپین مشترکہ منڈی (European Common Market) کا قیام عمل میں آیا جو کچھ مغربی یورپی ممالک پر مشتمل تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ عالمی سیاست میں امریکہ کا طوطی بول رہا تھا اور عالمی معیشت میں امریکی ڈالر کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہ تھا۔ اس منڈی کے قیام کے پس پشت جو نظریہ کار فرما تھا وہ بعینہ وہی تھا جس کی ہدایت مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے تیسرے نکتے میں فرمائی تھی یعنی مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔ معاہدہ روم جس کے تحت اس منڈی کا قیام عمل میں آیا تھا ان شرائط و ضوابط پر مشتمل تھا کہ منڈی کے اراکین ان اشیاء کو پیدا کریں گے جن کی پیدائش پر انہیں دوسرے ممالک پر فوقیت حاصل ہے۔ منڈی کے اراکین ممالک خود کو ایک وحدت خیال کریں گے۔ آپس میں تجارت آزادانہ ہوگی یعنی تجارت پر کوئی پابندی نہ ہوگی۔ وسائل پیدائش کی منتقلی پر پابندیاں نہ ہوں گی درآمدات پر بھاری ٹیکس لگائے جائیں گے اور برآمدات رعایتوں کی مستحق ہوں گی۔ جو اشیاء منڈی کے اراکین پیدا کرسکتے ہیں انہیں باہر سے نہیں منگوایا جائے گا۔ زیادہ سے زیادہ خرید و فروخت آپس ہی میں ہوگی۔

منڈی کے قیام کے وقت غالباً اراکین کو بھی اس کی کامیابی کا یقین نہ تھا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دنیا نے حیرت سے دیکھا کہ یہ ادارہ انتہائی مستحکم اقتصادی ادارہ بن گیا۔ منڈی کے اراکین کی معیشت انتہائی مضبوط خطوط پر قائم ہوئی۔ مالی اعتبار سے اراکین کی حیثیت بے حد مضبوط ہوگئی اور ہم نے دیکھا کہ عالمی اقتصادیات میں امریکن ڈالر کی حیثیت

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

ثانوی رہ گئی اور جرمن مارک دنیا کی مضبوط ترین کرنسی بن گیا۔

یوروپین مشترکہ منڈی کی اس شاندار کامیابی نے معاشیات کی ایک نئی شاخ کو جنم دیا جسے ہم (Theory of Economic Integeration) کے نام سے جانتے ہیں۔ اس پر اب تک بہت کچھ لکھا جاچکا ہے اور لکھا جارہا ہے۔

مشترکہ منڈی کی اس شاندار کامیابی سے متاثر ہوکر یورپ کے تقریباً دس ممالک نے جس میں برطانیہ بھی شامل تھا ایک یوروپین فری ٹریڈ ایریا (European Free trade Area) قائم کرلیا لیکن وہ کامیابی نصیب نہ ہوئی جو یوروپین مشترکہ منڈی کو ہوئی۔ پاکستان ' ایران اور ترکی کے مابین جو معاہدہ ہوا تھا اور جسے ہم آر سی ڈی کے نام سے جانتے ہیں۔ انہیں خطوط پر تھا لیکن اس ادارہ کو وہ کامیابی نہ ہوسکی جس کی توقع کی جاتی تھی۔ آر سی ڈی کو کامیاب بنانے کے لئے تینوں ممالک کے سربراہوں کی ایک کانفرنس ۲۶ اپریل ۱۹۷۶ء کو ازمیر (ترکی) میں منعقد ہوئی تھی۔ لیکن ابھی تک کوئی مثبت نتائج برآمد نہیں ہوئے ہیں۔ لیکن کوئی وجہ نہیں کہ اگر تینوں ممالک صدق دل اور نیک نیتی سے اس ادارے کی کامیابی کے لئے کوشش کریں تو کامیابی نصیب نہ ہو۔

بہرحال اس تمام بحث سے غرض یہ تھی کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے جو نکتہ بیان فرمایا تھا اگر مسلمان صدق دل سے اس پر عمل کرتے تو انہیں بھی یقیناً وہی کامیابی ملتی جو یوروپین مشترکہ منڈی کے حصے میں آئی۔ ہمارے ایک عظیم عالم دین نے ہمارے لئے چراغ جلا کر رکھ دیا تھا جس کی روشنی میں ہمیں صحیح راستے کا تعین کرنا تھا لیکن افسوس راستے کا تعین تو درکنار ہم نے اس شمع ہدایت کو بھی نظرانداز کردیا اسے ہم صرف اپنی بدنصیبی اور کوتاہ بینی سے تعبیر کرسکتے ہیں یا پھر یہ کہ معاشرتی' سیاسی اور تعلیمی اصطلاحات میں راہبران ملت ایسے الجھے کہ انہوں نے مسلمانوں کی اقتصادی اصلاح کی طرف توجہ نہ دی جو یقیناً حیرت انگیز اور قابل افسوس امر ہے جب کہ ان کی ہدایت کے لئے اتنے واضح نکات مولانا احمد رضا خاں نے ۱۹۱۲ء میں وضع فرمادیئے تھے۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا چوتھا نکتہ گوکہ اقتصادیات کے متعلق نہیں لیکن اس کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ:

(۴) "علم دین کی ترویج و اشاعت کریں"

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

یہ وہ زمانہ تھا کہ سرسید کی تعلیمی اصلاحات کی کوششیں رنگ لا رہی تھیں۔ مسلمان مغربی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھ رہے تھے۔ انگریزی تعلیم کا حصول بذات خود ایک اچھی بات تھی۔ مسلمانوں کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ ہدایت ہے کہ طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے لیکن جو بات تشویش ناک تھی اور جسے مولانا کی ذات گرامی نے اسی وقت محسوس کرلیا تھا وہ یہ تھی کہ انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ نوجوان نسل مغربی تہذیب کی بھی دلدادہ ہوتی جارہی تھی یعنی کوا ہنس کی چال اختیار کررہا تھا جو کہ ایک غیر فطری بات تھی۔ فاضل بریلوی نے سمجھ لیا تھا کہ اگر مسلمان علم دین سے بے بہرہ ہوگئے تو وہ اپنی حیثیت و انفرادیت کو گم کر بیٹھیں گے۔ نئی تہذیب ان کی وحدت کو ختم کردے گی اور ان کا وہی حال ہوگا کہ۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

اکبر الٰہ آبادی نے بھی یہ بات بخوبی محسوس کرلی تھی اپنی شاعری کے تیز و تند نشتروں سے انہوں نے مسلمانوں کو اس خطرے کا احساس دلایا۔ انہیں سمجھایا کہ اپنی اصلیت مت بھولو۔ تمہارا سب سے بڑا خزانہ تمہارا مذہب اور تمہاری تہذیب ہے۔ لیکن "رفارم" (Reform) کا چکر اتنا تیز تھا کہ مسلمان اس طرف متوجہ نہ ہوئے اور اکبر الٰہ آبادی نے فرمایا کہ۔

سید اٹھے جو گزٹ لے کے تو لاکھوں لائے

شیخ قرآن دکھاتے رہے پیسہ نہ ملا

اور یہ کہ۔

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں

کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

مغربی تہذیب نے ایسا رنگ جمایا اور نوجوانوں کو اپنی رنگینیوں کا ایسا متوالا بنایا کہ وہ اپنے معاشرے، تہذیب اور مذہب سے دور ہوتے چلے گئے اور فرنگی اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے گئے۔

مذہب سے بیگانگی نے برصغیر کے مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت کو بے حد نقصان پہنچایا لیکن جب قائد اعظم محمد علی جناح نے اسلام کے نام پر مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا چاہا تو مسلمان پروانہ وار ان کے گرد جمع ہوگئے۔ اسلامی غیرت و حمیت اس وقت بھی مسلمانان ہند میں موجود تھی جس کا نتیجہ تقسیم ہند کی صورت میں ظاہر ہوا۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

مسلمانوں کو ایک نیا ملک نصیب ہوا جو اس بنیاد پر وجود میں آیا تھا کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں۔ ان کی ثقافت و تہذیب ہندوؤں سے مختلف ہے مگر بد نصیبی تو ملاحظہ فرمائیں کہ اسلام کے نام پر علیحدہ مملکت تو وجود میں آگئی مگر ترویج دین کی طرف اہل اقتدار نے کوئی توجہ نہ دی۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ مملکت اسلامیہ پاکستان کو صحیح طور پر ایک اسلامی ملک بنایا جاتا۔ اسلامی تعلیمات کی اشاعت ہوتی۔ نوجوانوں کو مذہبی تعلیم سے روشناس کرایا جاتا۔ انہیں بتایا جاتا کہ پاکستان کے لئے برصغیر کے مسلمانوں نے کس لئے جدوجہد کی تھی اور بے شمار قربانیاں کیوں دی گئیں تھیں لیکن افسوس کہ اس طرف سے توجہ ہٹالی گئی۔ اقتدار کے لئے رسہ کشی شروع ہوگئی۔ ابھی ملک کی جڑیں مضبوط بھی نہ ہوئی تھیں کہ طوفان حوادث نے اسے آگھیرا۔ مذہب سے بیگانگی نے اور بھی غضب ڈھایا۔ ہم نے خود کو صوبوں سے خصوصیت دے لی اور یہ بھول گئے کہ ہم اول و آخر صرف مسلمان ہیں۔

ہمارے ملک پر جو آفات نازل ہوئیں ان کا بنیادی سبب ہماری مذہب سے بیگانگی تھا۔ اگر ابتداء ہی سے علم دین کی ترویج و اشاعت پر زور دیا جاتا تو ہمیں یہ برے دن ہرگز نہ دیکھنا پڑتے۔

آج ہمیں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہماری نئی نسل کو جو مغرب کی تقلید میں دیوانی ہوئی جارہی ہے۔ اسلامی تعلیم' اسلامی تہذیب اور اسلامی تاریخ سے روشناس کرایا جائے۔ اگر اس سلسلہ میں نیک نیتی سے کوششیں شروع کردی جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہماری نسل اپنی منزل کو نہ پالے۔ بقول شاعر مشرق علامہ اقبال۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

☆☆☆☆☆☆☆

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

سلامِ رضا کی شرح
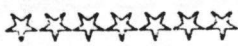
علامہ مفتی محمد خان قادری (لاہور)

حضرت علامہ مفتی محمد خان صاحب قادری ہمارے ممتاز عالم دین، معلم اور بہترین مصنف اور مولف ہیں۔ ان کے رشحات قلم نے اپنا ایک حلقہ پیدا کیا ہے اور ان کی تحریریں کتابی شکل میں ہوں یا مقالاتی انداز میں، اپنے قارئین کے لئے بڑا اہم مواد مہیا کرتے ہیں۔ "مرکزی مجلس رضا" کی فرمائش پر انہوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے مشہور سلام ---- **"مصطفے جان رحمت پہ لاکھوں سلام"** کی شرح لکھنے کے لئے آمادگی کا اظہار کیا اور اپنی علمی مصروفیتوں کے باوجود یہ اہم کام کرنے لگے۔ ابتدائے کار میں ہمارا خیال تھا کہ وہ ایک مختصر سی شرح تمبند کریں گے لیکن یہ اعلیٰ حضرت کے کہے ہوئے سلام کا اثر ہے یا حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام سے محبت اور عقیدت کا ثمرہ کہ مفتی صاحب کا قلم چلتا گیا، خیالات پھیلتے گئے، عقیدت کے پھول نچھاور ہوتے گئے، علمی اور معنوی نکتے تخلیق ہوتے گئے اور اس طرح آپ نے "سلام رضا" کو چار سو صفحات پر پھیلا دیا۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا مفتی صاحب کے اس کارنامے پر انہیں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔ انہوں نے فاضل بریلوی کے کہے ہوئے سلام کی اتنی مبسوط شرح سپرد قلم کی ہے کہ ابھی تک ہمارے سامنے اتنی بڑی شرح نہیں آئی۔ ہم قارئین "[illegible] رضا" کی خدمت میں صرف دو اشعار کی تشریح کو پیش کرتے ہیں۔

———— ادارہ

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

جس کے زیر لوا آدم و من سوا

اس سزائے سیادت پہ لاکھوں سلام

زیر۔ نیچے' آدم۔ اللہ تعالٰی کے پیغمبر' تمام انسانیت کے جد امجد' من سوا۔ ان کے علاوہ تمام مخلوق' سزائے۔ لائق' سیادت سرداری۔

یہ بھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامات عالیہ میں سے ایک مقام ہے کہ قیامت کے روز حضرت آدم علیہ السلام اور تمام انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں سمیت حضور کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوں گے۔ اس مرتبہ اور مقام کا ذکر متعدد دفعہ خود سرور عالم نے فرمایا۔

"لوائے حمد" میرے ہاتھ میں ہوگا : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' ہر نبی کو کسی نہ کسی خصوصی دعا کا حق دیا گیا ہے' جس کو اس نے اس دنیا میں ہی پورا کرلیا مگر میں نے اپنی امت کے لئے شفاعت کی دعا محفوظ رکھی ہوئی ہے۔ قیامت کے دن میں بنی آدم کا سردار ہوں گا' مجھے اس پر فخر نہیں۔ میں پہلا شخص ہوں گا جو زمین سے نمودار ہوگا۔

وبیدی لواء الحمد ولا فخر ادم فمن دونہ تحت لوائی ولا فخر (مسند احمد' ا : ۲۸۱)

اور "حمد" کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا مگر اس پر مجھے فخر نہیں آدم اور ان کے بعد آنے والے تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور مجھے اس پر بھی فخر نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : تمام انبیاء پر مجھے چھ ایسی چیزوں کے ساتھ فضلیت بخشی گئی ہے جو مجھ سے پہلے کسی اور نبی کو عطا نہیں کی گئیں۔ مجھے اگلے اور پچھلے لوگوں پر مغفرت کی بشارت دی گئی ہے۔ مجھ پر مال غنیمت حلال کردیا گیا۔ میری امت کو تمام امم سے بہتر اور تمام روئے زمین کو میری خاطر مسجد بنادیا گیا اور پاک کردیا گیا۔ مجھے حوض کوثر عطا کیا گیا۔ مجھے رعب و دبدبہ دیا گیا۔

والذی نفسی بیدہ ان صاحبکم لصاحب لواء الحمد یوم القیامۃ تحتہ ادم فمن دونہ (مجمع لزوائد' ۸ : ۲۶۹)

قسم مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے روز قیامت تمہارے نبی کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور اس کے نیچے آدم سمیت تمام انبیاء ہوں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

جب لوگوں کو اٹھایا جائے تو میں پہلا شخص ہوں گا جب لوگ اکٹھے ہو کر آئیں گے تو میں ان کا خطیب بنوں گا۔ لوگ جب مایوس ہو جائیں گے تو میں انہیں بشارت کے ذریعے سہارا دوں گا۔

لواء الحمد یومئذ بیدی وانا اکرم ولد ادم علی ربی ولا فخر

اس دن "حمد" کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہو گا اور میں اپنے رب کی بارگاہ میں نبی آدم میں سب سے مکرم و معزز ہوں مگر مجھے اس پر فخر نہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے آپ کا یہی ارشاد گرامی ان الفاظ میں مروی ہے۔

بیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ ادم فمن سواہ الا تحت لوائی۔ (الترمذی، کتاب المناقب)

حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہو گا مگر مجھے فخر نہیں اور حضرت آدم سمیت تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

تمام اولاد آدم میرے جھنڈے تلے ہوگی۔

سابقہ روایات میں گزرا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام حضور کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ اب آپ وہ ارشاد سنئے جس میں فرمایا، تمام اولاد آدم میرے جھنڈے تلے ہوگی۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ صحابہ نے آپ سے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل، حضرت عیسیٰ کو اپنا کلمہ و روح اور حضرت موسیٰ کو کلیم بنایا یا رسول اللہ! **فماذا اعطیت انت؟** آپ کو کونسا خصوصی درجہ دیا گیا ہے؟

آپ نے فرمایا :

ولد ادم کلھم تحت رایتی یوما القامیۃ وانا اول من تفتح لہ ابواب الجنۃ (الایمان بعوالم الاخرہ۔ ۱۶۵، بحوالہ ابن عساکر و ابو نعیم)

روز قیامت تمام اولاد آدم میرے جھنڈے تلے ہوگی اور میں ہی سب سے پہلا شخص ہوں گا جس کی خاطر جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی دوسری روایت میں مومنین کا ذکر بھی ہے۔ **وتحتہ ادم ومن دونہ و من بعدہ من المومنین** (دلائل النبوہ لابی نعیم ۱ : ۶۴) اس کے نیچے آدم و دیگر انبیاء اور تمام مومن ہوں گے۔ اس سے بڑھ کر کسی شخصیت کو کیا مرتبہ مل سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء اس کے دامن رحمت کی پناہ میں ہوں گے۔ "اعلیٰ حضرت" نے اسی مبارک منظر کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی اس قیادت وسیادت پر سلام عرض کیا ہے۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

دوسرے مقام پر بارگاہ خداوندی میں التجا کرتے ہیں کہ اس لواء کے صلے مجھے بھی حضور کی ثناء کا موقعہ عطا ہو۔

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے، وہ پھول کھلیں کہ دن ہوں بھلے
لواء کے تلے ثناء میں کھلے "رضا" کی زباں تمہارے لئے

اے اللہ ہمیں بھی آپ کے جھنڈے کے نیچے جگہ عطا فرما۔ آمین!
ان معانی کو ذہن نشین کرلینے کے بعد اب دوبارہ شعر پڑھیں گے تو آپ زیادہ لطف اندوز ہوں گے۔

(۲)

عرش تا فرش ہے جس کے زیر نگیں
اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

عرش اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کی جلوہ گاہ۔ سب سے بلند' تا۔ تک' فرش۔ روئے زمین' زیر نگیں۔ تابع' زیردست' ریاست۔ حکومت۔

یہاں آپ کی حکومت و سلطنت کا ذکر ہے کہ عرش سے لے کر فرش تک کائنات کی ہر شے اللہ کے حبیب کے حکم کے تابع ہے۔

قرآن مجید میں یہ واضح کردیا گیا ہے کہ زمین و آسمان کی ہر شے انسان کے تابع ہے' بشرطیکہ وہ خدا کا فرمانبردار رہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وسخر لکم مافی السموات ومافی الارض جمیعا منہ ان فی ذلک لایات لقوم یتفکرون۔

(الجاثیہ' ۱۳) اللہ نے تابع کردیا تمہارے لئے ہر اس چیز کو جو آسمانوں پر ہے اور ہر اس چیز کو جو زمین میں ہے تمام کی تمام اس میں تدبر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

دوسر مقام پر فرمایا!

الم تروا ان اللہ سخر لکم مافی السموات ومافی الارض واسبغ علیکم ظاہرا" وباطنتہ (لقمان' ۲۰)

کیا تم نہیں دیکھتے بلاشبہ اللہ نے تمہارے تابع کردیا ہر اس چیز کو جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور اس نے تم پر ظاہری و باطنی نعمتیں نچھاور فرمادی ہیں۔

"حاجی امداد اللہ مہاجر مکی" اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ یہ مقام و مرتبہ کسے نصیب ہوتا ہے۔ عارف کامل پر ایک مقام آتا ہے۔

دریں مرتبہ عارف متصرف عالم گردد **وسخر لکم مافی السموات ومافی الارض** ظہور پذیر دو

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

صاحب اختیار باشد۔ (ضیاء القلوب' ۲۹)

جس میں وہ تمام جہان پر متصرف ہوجاتا ہے اور **سخر لکم مافی السموات ومافی الارض** کا اظہار ہوتا ہے۔ اور وہ صاحب اختیار ہوجاتا ہے۔

آپ غور کیجئے جب یہ ایک امتی عارف کا مقام ہے تو پھر نبی اور پھر سید الانبیاء کا کیا مقام ہوگا؟ ہم یہاں چند احادیث کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مقام کی نشاندہی کررہے ہیں۔

زمین و آسمان پر حضور کی حکومت :

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' ہر نبی کے دو وزیر آسمان اور دو زمین پر ہوتے ہیں۔

فاما وزیری من اهل السماء فجبریل ومیکائیل واما وزیری من اول الارض فابوبکر وعمر۔ (الترمذی' باب المناقب)

میرے آسمانی وزیر جبریل ومیکائیل اور میرے زمینی وزیر ابوبکر وعمر ہیں۔

آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ کی ولادت مبارکہ کے بعد ان الفاظ میں اعلان ہوا۔ **قبض محمد علی الدنیا کلہ لم یبق خلق من اهلها الا دخل فی قبضه** (زرقانی'۱ : ۱۱۴) تمام دنیا محمد کے قبضہ میں ہے اور زمین و آسمان کی کوئی مخلوق ایسی نہیں جو ان کے زیر نگیں نہ ہو۔

خزائن زمین کی چابیاں :

یہ متفق علیہ روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا **بینا انا نائم اتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی۔** (البخاری' : ۲۱۸)

میں سورہا تھا کہ تمام خزائن زمین کی چابیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔

جنت کی چابیاں :

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا : **والی مفاتیح الجنته یوم القیامته ولا فخر:** "روز قیامت جنت کی چابیاں میرے پاس ہوں گی مگر مجھے اس پر فخر نہیں"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں۔

لواء الکرامته ومفاتیح الجنته ولواء الحمد یومئذ بیدی (دلائل النبوۃ لابی نعیم' ۱ : ۶۴'

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

۶۵) روز قیامت کرامت و حمد کا جھنڈا اور جنت کی چابیاں میرے پاس ہوں گی۔

جہنم کی چابیاں :

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن خازن نار اہل محشر سے مخاطب ہو کر کہے گا' اے اہل محشر **ان اللہ امرنی ان ادفع مفاتیح جھنم الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔** (الامن والعلی' ۴۳) اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ جہنم کی چابیاں محمد کو دے دوں۔

سورج اور چاند پر حکومت :

ڈوبا ہوا سورج آپ کے حکم پر واپس آ گیا اور انگلی کے اشارے پر چاند کے دو ٹکڑے ہو کر نیچے آگیا۔

درختوں پر حکومت :

احادیث میں متعدد واقعات کا تذکرہ ہے کہ سرور عالم نے جب بھی کسی درخت کو حکم دیا تو وہ چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اگر ٹہنی کو حکم دیا تو وہ کٹ کر حاضر ہو گی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضور کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ ایک اعرابی نے آپ کے سچا ہونے پر یہ دلیل چاہی کہ سامنے والا درخت آپ کی خدمت میں حاضری دے۔ آپ نے فرمایا۔ اس درخت کو جا کر کہو تجھے محمد یاد کر رہے ہیں۔ اس اعرابی نے جب درخت سے حضور کا ذکر کیا تو وہ **تخد الارض فما نقامت بین یدیہ فاستشھدھا ثلاثا ثم رجعت الیھی نبتھا** (شمائل الرسول' ۱ : ۲۹۷) زمین پھاڑتا ہوا آپ کے سامنے حاضر ہوا اور تین دفعہ اس نے آپ کے سچا ہونے کی گواہی دی اور پھر اپنے اصل مرکز کی طرف لوٹ گیا۔

حجر و شجر کا اپنے آقا پر سلام :

اس سلطنت و حکومت کا اظہار یوں بھی ہوتا ہے کہ حجر و شجر آپ کو سلام عرض کرتے۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہ سے مروی ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر پر نکلے۔

فما استقبلہ جبل ولا شجر الاقال السلام علیک یا رسول اللہ (شمائل الرسول' ۱ : ۳۱۸) ہر حجر و شجر استقبال کرتے ہوئے عرض کرتا' السلام علیک یا رسول اللہ!

ان مفاہیم کو سامنے رکھتے ہوئے دوبارہ شعر پڑھیں۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

امام احمد رضا اور اُردو ادب

پروفیسر ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی
(بہار یونیورسٹی۔ انڈیا)

امام احمد رضا عبقری شخصیت کے مالک تھے۔ وہ ایک بلند پایہ عالم دین' بے مثال فقیہ' بے عدیل محدث' لاجواب متکلم' عظیم مصنف اور ممتاز شاعر کی حیثیت سے برصغیر ہی نہیں سارے عالم اسلام میں امتیازی حیثیت رکھتے ہیں ان کی عظمت وجلالت آج بھی مسلم ہے ان کی گوناگوں خوبیوں اور متنوع کارناموں کا احاطہ آسان نہیں ہے جہاں تک اردو ادب سے ان کے تعلق کا سوال ہے تو ظاہر ہے ان کے رشحات قلم کا بیشتر سرمایہ اردو ہی میں ہے۔ بحیثیت شاعر اور بحیثیت نثرنگار انہوں نے اردو ادب کو جو کچھ بخشا ہے اس سے کسی ناواقف ہی کو انکار ہوسکتا ہے ان کی اردو شاعری انہیں ملک سخن کا تاجدار بناتی ہے۔ انہوں نے اپنی نعتیہ شاعری میں جو نفیس ولطیف اور کوثر و تسنیم میں دھلی ہوئی زبان استعمال کی ہے اور فکروفن کی جس تازگی ولالہ کاری کا مظاہرہ کیا ہے وہ اردو کے چند اساتذہ کے علاوہ اور کسی کو میسر نہیں' فن شاعری کے جملہ محاسن ولوازم سے ان کا کلام معمور ہے مگر یہ تاریخ ادب اردو کی حرماں نصیبی ہے کہ نعت گوئی کو تنقید و تاریخ میں اب تک وہ توجہ حاصل نہیں ہوئی جس کی وہ مستحق ہے مذہبی رنگ میں ہونے کے باوجود اگر مرثیے کو صنف سخن کی حیثیت سے اعتبار ووقار حاصل ہے تو نعت کی صنف اس سے کہیں زیادہ اپنا ادبی مرتبہ تسلیم کرانے کا حق رکھتی ہے شکر ہے کہ آج سے چوتھائی صدی پیشتر کلام رضا کی طرف سے جو مجرمانہ بے توجہی تھی اب نہیں رہی کوئے رضا سنسان نہیں آباد ہے' دھوم مچانے والے بیدار ہوگئے ہیں اور اسی کا نتیجہ ہے کہ سرزمین شعر ونغمہ لکھنؤ میں اس تاریخ ساز سیمینار کا انعقاد ہورہا ہے۔

امام احمد رضا کی شاعری پر توخیر خاصا کام ہوا ہے اور ہورہا ہے اس لئے میرا موضوع ان کی نثری کارناموں تک محدود ہے۔

ان کی نثری خدمات بے شمار تصنیفات وتالیفات پر مشتمل ہیں اور ان میں مذہبی مسائل فتاویٰ اور ترجمہ ہی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ظاہر ہے کہ ان موضوعات کی اپنی حدیں ہیں اور ان میں تخلیقات کی گنجائش نہیں اور ادبیت کا ایک حصہ تخلیقی جوہر سے ہی عبارت ہوتا ہے جبکہ فقہ' حدیث' قرآنیات اور علم کلام میں علمی زبان کا استعمال ہوتا ہے اہل نظر علمی اور ادبی زبان کے فرق سے آشنا ہیں فتاویٰ کے علاوہ جو کتابیں اور رسائل انہوں نے تحریر کئے ان کا ایک فکری نصب العین ہے چند مقاصد خاص کے تحت ہی انہوں نے متاع لوح وقلم کو عزت بخشی۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

انہوں نے موضوع ہی کو اصل واساس سعی تحریر سمجھا اس لئے ان کا سارا زور بیان اپنے افکار وخیالات کے موثر ابلاغ کے لئے وقف ہے۔ ان کی نظراس حقیقت سے واقف تھی کہ حقائق کی زمین اس قدر سنگلاخ ہوتی ہے کہ باطل خیالات شیشے کے برتن کی طرح ٹوٹ جاتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنے اسلوب نگارش کو مزین کرنے کی کوئی شعوری کوشش نہیں کی۔ اس کے باوجود ان کے جملوں کی ترتیب میں ایک مخصوص آہنگ ملتا ہے جو عربی وفارسی الفاظ وتراکیب سے مملوہونے کے باوجود سماعت کو ناگوار نہیں معلوم ہوتا بلکہ کانوں میں رس گھولتا نظر آتا ہے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائے۔

"زیر نظر مسئلہ کے متعلق سرائے سخن کے کناروں سے دو چمکتے ہوئے ستارے لائے ہیں۔ ایک کالشمس و ضحٰھا اور دوسرا کالقمراذا تلٰھا۔ جو شخص صحتمند آنکھ اور قابل نور علم دل رکھتا ہے اس کی بصارت وبصیرت کو ان ستاروں کی کاشف ظلمات تجلیات سے اچھی طرح کامیابیاں مہیا اور مبارک ہوں۔"

(مجموعہ رسائل رد مرزائیت ناشر رضا فاؤنڈیشن جامعہ رضویہ لاہور صفحہ ۱۲۹)

امام احمد رضا کے عہد میں اگرچہ علی گڑھ تحریک کے زیراثر سلیس وبامحاورہ نثر نگاری کی روایت چل پڑی تھی تاہم بہت سارے اہل قلم حضرات قدیم اسلوب نگارش سے پیچھا نہیں چھڑا سکے تھے۔ فارسی کے مخصوص طرز کے زیراثر ایسے اہل قلم اپنی تحریروں میں صنائع وبدائع کا استعمال کرتے تھے اور اپنی قادر الکلامی' زور بیان کی نمائش کی غرض سے مقفی عبارت آرائی کے بھی دلدادہ تھے۔ لیکن امام احمد رضا نے کبھی ایسی پر تصنع عبارت آرائی کی کوشش نہیں کی۔ ان کا مقصد اعظم دین کی تجدید و تبلیغ تھا اور ایک مجدد و مبلغ مصنوعی طرزبیان سے کام نہیں لیتا۔ اس لئے انہوں نے ہر جگہ فطری انداز بیان اختیار کیا تاکہ ان کی زبان میں ازدل خیزد بردل ریزد کی شان باقی رہے لیکن اس احتیاط کے باوجود ان کا اشہب قلم مستی وروانی میں ادب ولطافت کی پھلجھڑیاں چھوڑتا ہوا گزر گیا ہے اور بے ساختہ مقفی جملہ ان کے نوک قلم سے ٹپک پڑتے ہیں۔ اس طرح کی ایک خوبصورت مثال ملاحظہ کیجئے۔

"نصوص کے دریا ہیں چھلکتے اور حب مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے چاند چمکتے' اور تعظیم حضور کے سورج دمکتے اور ایمان کے تارے جھلکتے اور حق کے باغ مہکتے اور تحقیق کے پھول مہکتے اور ہدایت کے بلبل چہکتے اور بدعت کے کوئے مہکتے اور وہابیت کے بوم بلکتے اور مذبوم گستاخ پھڑکتے" (خالص الاعتقاد صفحہ ۷۴ ناشرسنی رضوی اکیڈمی مار بشش)

اس طرح کی ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائے۔

"پیٹ بھر کر قیام لیل کا شوق رکھنا بانجھ سے بچہ مانگنا ہے۔ جو بہت کھائے گا' بہت پیئے گا'

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

جو بہت سوئے گا آپ ہی خیرات وبرکات کھوئے گا۔" (امام احمد رضا اور تصوف صفحہ ۸۳ مرتبہ مولانا احمد اعظمی مصباحی)

امام احمد رضا کی تصنیفات کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو قدرت نے ایک خامہ زرنگار عطا فرمایا تھا اگر وہ شعوری طور پر انشاء پردازی کے میدان میں قدم رکھتے تو اردو نثر کے عناصر خمسہ محمد حسین آزاد، شبلی، حالی، سرسید اور نذیر احمد پر سبقت لے جاتے۔ مگر اس عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دین کے داعی ومفسر کو اتنی فرصت کہاں کہ اپنے اسلوب نگارش کو نکھارنے کی طرف توجہ کرتا۔ یہ میرا دعوئ محض نہیں، میں نے جوش عقیدت میں کوئی نعرہ مستانہ نہیں بلند کیا ہے بلکہ بڑی ادبی دیانتداری اور ذمہ داری سے اس بات کا اعلان واظہار کررہا ہوں کہ نثر میں شاعری کرنا امام احمد رضا کے لئے کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ مندرجہ ذیل اقتباسات دیکھئے۔

> "تجلی جمال کے آثار سے لطف ونرمی وراحت وسکون ونشاط و انبساط ہے، جب یہ قلب عارف پر واقع ہوتی ہے، دل خود بخود ایسا کھل جاتا ہے جیسے ٹھنڈی نسیم سے تازہ کلیاں، یا بہار کے مینہ سے درختوں کی کنپھیاں، اور تجلی جلال کی آثار سے قہر وگرمی و خوف وتعب جب، اس کا ورود ہوتاہے قلب بے اختیار مرجھاتا ہے؛ بلکہ بدن گھلنے لگتا ہے"
>
> (کشف حقائق واسرار دقائق صفحہ ۴)

> "وہی آن نور ہے کہ جب قریب افق جانب مشرق سے طولانی شکل پر چمکتا ہے، اس کا صبح اول نام رکھتے ہیں پھر جب پھیلتا ہے وہی صبح صادق ہوتی ہے، پھر جب سرخی لاتا ہے وہی شفق ہے، جب دن نکلتا ہے وہی دھوپ ہے"
>
> کشف حقائق واسرار دقائق صفحہ ۵)

مندرجہ بالا عبارات کا جمالیاتی حسن زبان حال سے یہ ادعا کررہا ہے کہ امام احمد رضا مسلک سخت کے ہی تاجدار نہیں بلکہ اقلیم نثر کے بھی شہریار ہیں جیسا موضوع ہوتا، ویسا ہی پیرائیہ بیان اختیار فرماتے ہیں۔ اور ایسا وہی کرسکتا ہے جس کو زبان و بیان پر غیر معمولی عبور حاصل ہو عربی وفارسی سے طبیعت کی گہری مناسبت کے باوجود وہ ٹھیٹ ہندوستانی الفاظ کے استعمال پر بھی قادر

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

تھے اور اقتضائے مقام کے تحت وہ روزمرہ کی زبان میں بھی بلا تکلف گفتگو کرسکتے تھے مثال کے طور پر یہ عبارت دیکھئے۔

"حال کے زمانے میں صناع ایسی ایسی چڑیاں بنالیتے ہیں کہ بولتی بھی ہیں' ہلتی بھی ہیں' دم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعے سے پرواز بھی کرتی ہیں' بمبئی اور کلکتے میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں اور ہر سال نئے نئے نکلتے آتے ہیں۔" (مجموعہ رسائل رد مرزائیت صفحہ ۶۱)

کتنی سادہ بے تکلف زبان ہے' مگر سپاٹ پن نام کو نہیں ایک خاص لطف ودلکشی کا احساس ہوتا ہے۔ بلاشبہ وہ اردو ادب کے مزاج شناس تھے۔ ہر موقعہ پر ہر مقام پر وہی اسلوب اختیار کیا ہے جو اس کا اقتضا تھا وہ جو کچھ لکھتے تھے کامل غور وفکر کے بعد۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اسلوب میں دلائل کی بھرمار ہوتی تھی مگر دلائل کی کثرت نے ان کے اسلوب کی شگفتگی کو کہیں مجروح نہیں کیا ہے اور اردو نثر میں یہی ان کا سب سے بڑا کارنامہ ہے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ کی نفی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"کیوں تسلیم کا مقام حالی دیکھتا ہوں' خلاف کا چہرہ خوش' انصاف کا چہرہ شرم وحیا سے زرد' اور کاغذ کی پیشانی شرمناک باتوں سے سیاہ' خدا کی پناہ' لیکن قادر مطلق جل وعلا جس نے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نور خاص سے پیدا فرمایا اور خورشید درخشاندہ وبدر درخشندہ کو ان کی سرکار کا ادنیٰ گداگر بنایا' کیا وہ یہ نہیں کرسکتا کہ ہمارے سرور جاں فزا کو بغیر سایہ کے پرورش فرمائے اور وہ شاخ گل جس کے ہر رگ وبرگ پر ہزاروں چمنستان قربان ہوں پاکیزگی کی نہر پر گل زمین لطافت سے ہر قسم کی کثافت سے پاک پیدا ہو۔" (مجموعہ رسائل مسئلہ نور و سایہ صفحہ ۱۳۹)

یہاں زور بیان نے ان کی عبارت کا وزن و وقار بڑھادیا ہے اور قوت استدلال نے اس کے حسن میں چار چاند لگادیئے ہیں۔

امام احمد رضا کی ادبیت اس مقام پر شوکت 'دبدبہ کے ساتھ نمودار ہوتی ہے جب وہ کسی گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکوبی کررہے ہوں یا باطل خیالات کے بخیے ادھیڑ رہے ہوں' یہاں ان کی تحریروں میں شمشیر کی تیزی اور بحر مواج کی سی کیفیت نظر آتی ہے بخوف طوالت مثالوں سے صرف نظر کرتا ہوں۔ میں نے محض رسائل وکتب کے حوالے سے امام احمد رضا کی ادبیت کے موضوع پر اک تشنہ وناتمام سی گفتگو کی ہے اگر ان کے تمام رسائل وکتب سامنے ہوں (جو مجھے دستیاب نہیں) تو اس موضوع پر بھرپور کام ہوسکتا ہے کیونکہ

ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوئے لالا

□ ○ □

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

رضا بریلوی کا
قصیدہ معراجیہ

از مرزا نظام الدین بیگ جام بنارسی (کراچی)

زیر نظر مقالہ محترمی جناب نظام الدین بیگ صاحب ایم اے شعبہ مخطوطات نیشنل میوزیم کراچی کی کاوش قلم ہے موصوف نے جس انداز میں قصیدہ معراجیہ پر قلم اٹھایا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ موصوف کا مفصل مقالہ زیر طبع ہے ادارہ معارف رضا شکریہ کے ساتھ مقالہ کی تلخیص شائع کرنے کا شرف حاصل کررہا ہے۔

عمر ہا در کعبہ وبت خانہ می نالد حیات
تاز بزم عشق یک دانائی راز آید برون

بلاشبہ حیات ایک مدت تک کعبہ وبت خانہ میں سرگرم فغاں رہی۔ تب کہیں بزم عشق محمدی میں امام احمد رضا جیسا دانائے راز نمودار ہوا۔ وہ بزم پیام محمدی کے آداب شناسی دانائے راز بھی تھے۔ اور جام بادہ احمدی کے خود آگاہ بادگسار بھی تھے۔ ان جیسی نابغہ روزگار ہستیاں صدیوں بعد منصہ شہود پر جلوہ آرا ہوتی ہیں۔ ان کی شخصیت جامع صفات تھی۔ وہ دنیائے اسلام کے ایک فقید المثال محقق تھے۔ علوم دینی ودنیوی کا مہتمم بالشان مینارہ نور تھے۔ جس کی ہر شعاع ظلمتوں میں بھٹکتے ہوئے راہی کی راہوں کا تعین کرتی ہے۔ دینی اور دنیوی علوم کا شاید ہی کوئی شعبہ ایسا ہو جسے ان کی جولانئ طبع نے اپنی تگ وتاز کا مرکز نہ بنایا ہو۔ ساتھ ہی ساتھ وہ ایسے سالک راہ طریقت بھی تھے جو ایقان کی منزل سے گزر کر اپنے پیچھے رشدو ہدایت کی تاباں کہکشاں چھوڑجاتا ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ ۱۴ جون ۱۸۵۶ء میں جہاد حریت سے ایک سال قبل شہر بریلی (اترپردیش بھارت) میں پیدا ہوئے ۱۴ سال کی عمر میں علوم متداولہ کی تکمیل کرکے تصنیف وتالیف میں مشغول ہوگئے۔ اور ۵۴ سال تک مسلسل دینی اور علمی خدمات انجام دیتے رہے۔ عربی، فارسی اور اردو میں مختلف علوم پر ایک ہزار کتب آپ سے منسوب کی جاتی ہیں۔ ۱۹۲۱ء میں آپ نے وفات پائی۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

ایک ایسی پہلودار نور بداماں شخصیت جس کا ہر رخ خیرہ کن ہے مجھ جیسے بے مایہ اور بے بضاعت انسان کے لئے اس کے کسی ایک رخ پر ہی سہی خامہ فرسا ہونا بہت دشوار مرحلہ ہے۔ ان کی قد آور شخصیت کا تنوع کچھ ایسا ہمہ گیر ہے کہ بیک وقت سب کا احاطہ ممکن ہی نہیں وصف شناس، اہل علم ودانش ان کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر قلم اٹھاتے رہے ہیں اس وقت میرے اشہب فکر کو ان کی جس صفت نے مہمیز کیا وہ ان کی ذات گرامی کا داخلی حسن اور قلبی لطافت ہے۔ جس کا عکس ان کی نعتیہ شاعری میں جلوہ فگن ہے۔

پیش نظر معراج نامہ قصیدے کے انداز میں ہے جس میں ۶۷ اشعار ہیں اس کی تکنیک ماقبل کے سارے معراج ناموں سے بالکل مختلف جن کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس میں معراج کی روایات کا بیان نہیں ہے بلکہ یہ شب معراج کا تہنیت نامہ ہے جس میں بہجت آگین افکار کی نغمگی کا بہاؤ پورے قصیدے کو اپنے لپیٹ میں لئے ہوئے ہے۔

زبان

اس کی زبان نہایت سادہ، شائستہ اور بامحاورہ ہے۔ روزمرہ کا برمحل اور مناسب صرف قریب قریب ہر شعر میں نظر آتا ہے۔ زبان کی سلاست یہاں تک ملحوظ رکھی گئی ہے کہ آیت کریمہ یا احادیث کی تلمیحات تک سے امکانی طور پر کلام کو بچانے کی کوشش کی گئی ہے جبکہ معراج کے ذکر میں ایسا کرنا بہت دشوار ہے۔ ایسا نہیں کہ امام موصوف کی فکر نے ان مقامات کو چھوا نہیں جہاں تلمیح کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ بلکہ ان مقامات کو ایسے سلیس انداز میں بیان کرتے ہیں جہاں اس کی ضرورت ہی ختم ہوجاتی ہے۔ اور مطلب واضح ہوجاتا ہے مثلاً قاب قوسین، کی ترجمانی دیکھئے۔

"محیط ومرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل کمان حیرت میں سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے۔"

عربی اور فارسی کے ایسے الفاظ جو صوتی اعتبار سے ساعت پر گراں گزرتے ہیں بہت کم استعمال ہوئے ہیں۔ بیشتر خالص اردو کے مترنم الفاظ مصرعوں میں نگینے کی طرح جڑے ہوئے ہیں ملاحظہ ہو۔

خبر یہ تحویل مہر کی تھی کہ رت سہانی گھڑی پھیرے گی
وہاں کی پوشاک زیب تن کی یہاں کا جوڑا بڑھا چکے تھے
اٹھی جو گرد رہ منور وہ نور برسا کہ راستے بھر
گھرے تھے بادل بھرے تھے جل تھل امنڈ کے جنگل ابل رہے تھے

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد رضا کی زبان کی یہ شستگی مرئی اور غیر مرئی دونوں تھی۔ مرئی اس لحاظ سے کہ فن شاعری کے ذوق نے انہیں اساتذہ فن کے افکار سے آشنا کیا ہوگا ان کا زمانہ بہ اعتبار ترقی زبان کلاسیکی عہد ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں داغ دہلوی کی فصیح البیانی اور سحر طرازی کا طوطی بول رہا تھا کوئی وجہ نہیں کہ داغ کی شریں بیانی امام موصوف کے گوش زمزمہ نیوش نہ ہوئی ہو جبکہ ان کے برادر خورد مولانا محمد حسن رضا داغ کے شاگرد تھے۔ لہٰذا زبان کی سادگی اور صفائی پر بطور خاص ان کی توجہ رہی ہوگی۔

زبان کی سادگی غیر مرئی اس لحاظ سے کہہ رہا ہوں کہ ان کے تہنیت نامہ معراج میں مضامین کی آورد نہیں بلکہ آمد ہی آمد ہے۔ بیان میں تصنع کے بجائے خلوص کی کارفرمائی ہے ان کی فکر شعری کے سوتے ذہن سے نہیں بلکہ قلب کی گہرائیوں سے پھوٹتے ہیں۔

اپنے معراج نامہ میں امام احمد رضا نے عروس فن کے لب و رخسار کو خالص اردو الفاظ اور بندشوں کے سامان آرائش سے سجایا ہے اور اس کاوش میں ایک ماہر فن کی چابک دستی کا پورا پورا ثبوت فراہم کردیا ہے۔

بہ الفاظ دیگر اس میں فن کے وہ تمام محاسن موجود ہیں جو ایک اچھے فن پارے میں ضروری سمجھے جاتے ہیں۔

حسن کلام

بندشیں چست اور برمحل شریں الفاظ کا دروبست' تشبیہات کی سادگی' اور نکھار' استعارات کی جودت' لہجے میں گھلاوٹ اور وارفتگی' طرز ادا میں نفاست' جذبات میں خلوص اور بے ساختگی فکر میں رعنائی اور رفعت خیال کی شادابی اور طہارت' ان ہی عناصر کے امتزاج سے امام رضا کے تہنیت نامہ کے چہرہ کا غازہ تیار ہوا ہے۔ انداز بیاں کا نکھار ملاحظہ ہو۔

یہ جوشش نور کا اثر تھا کہ آب گوہر کمر کمر تھا
صفائے رہ پھسل پھسل کر ستارے قدموں پہ لوٹتے تھے

وہ ظل رحمت وہ رخ کے جلوے کہ ستارے چھپنے نہ کھلنے پاتے
سنہری زربفت اودی اطلس یہ تھان سب دھوپ چھاؤں کے تھے

اتار کر ان کے رخ کا صدقہ یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا
کہ چاند سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے

وہی تو اب تک چھلک رہا ہے وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے
نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھرلئے تھے

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

یہ ان کی آمد کا دبدبہ تھا نکھار ہر شئے کا ہو رہا تھا
نجوم وافلاک جام ومینا اجالتے تھے کھنگالتے تھے
وہ باغ کچھ ایسا رنگ لایا کہ غنچہ وگل کا فرق اٹھایا
گرہ میں کلیوں کے باغ پھولے گلوں کے تکمے لگے ہوئے تھے
بچا جو تلووں کا ان کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ وروغن
جنہوں نے دولہا کی پائی اترن وہ پھول گلزار نور کے تھے

منظر نگاری

اس تہنیت نامہ میں سرور ونشاط کی کیفیت نے ایک متحرک بہاریہ فضا پیدا کردی ہے جس کی عکاسی امام احمد رضا نے نہایت وارفتہ اور پر کیف انداز میں کی ہے۔ ان کے لہجے کی گھلاوٹ کیف ومستی کے تصوراتی منظر کو ہماری آنکھوں کے سامنے مجسم کردیتی ہے اور ہم اس کی سرمستیوں کے بہاؤ میں بہنے لگتے ہیں ملاحظہ ہو۔

وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھی دھومیں
ادھر سے انوار ہنستے آتے ادھر سے نفحات اٹھ رہے تھے
وہ چھوٹ پڑتی تھی ان کے رخ کی عرش تک چاندنی تھی پھیلی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے
نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا
حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے
خوشی کے بادل امنڈ کے آئے دلوں کے طاؤس رنگ لائے
وہ نغمہ نعت کا سماں تھا حرم کو خود وجد آرہے تھے
یہ چھوما میزاب زر کا جھومر کہ آرہا کان پر ڈھلک کر
پھوہار برسی تو موتی جھڑ کر حطیم کی گود میں بھرے تھے
دلہن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیم گستاخ آنچلوں سے
گلاب مشکیں جو اڑ رہا تھا غزال نافے بسا رہے تھے
پہاڑیوں کا وہ حسن تزئین وہ اونچی چوٹی وہ نازو تمکیں
صبا سے سبزے میں لہریں آئیں دوپٹے دھانی چنے ہوئے تھے
نہا کے نہروں نے وہ چمکتا لباس آب رواں کا پہنا
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حباب تاباں کے تھل لگے تھے

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

پرانا پر داغ ملگجا تھا اٹھادیا فرش چاندنی کا
ہجوم تارنگہ سے کوسوں قدم قدم فرش بادلے تھے

خدا ہی دے صبر جان پر غم دکھاؤں کیونکر تجھے وہ عالم
جب ان کو جھرمٹ میں لے کے قدسی جناں کا دولہا بنارہے تھے

ملاحظہ کیجئے منظر کشی کتنی فطری ہے وارفتگی بیان میں رنگ بیان کہیں شوخ نہیں ہونے پاتا۔ پوری سنجیدگی کے ساتھ ایک لطیف نشاطیہ رو ہے جو پورے منظر پر چھائی ہوئی ہے۔ پرواز تخیل کا سنبھالا ہوا اور متوازن انداز ہے جو بیل بوٹے سجائے گئے ہیں ان میں مقامی بو باس ہے یعنی امام رضا کی Imegery میں ملکی رنگ پوری طرح غالب ہے جو اردو شاعری کا اپنا مزاج ہے۔

موسیقی

شاعری اور موسیقی کا چولی دامن کا ساتھ ہے شعر میں موسیقی کا دارومدار بحر کے انتخاب پر منحصر ہے۔ امام رضا کے مزاج کی نغمگی ملاحظہ کیجئے اپنے تہنیت نامہ کے لئے جس بحر کا انتخاب کیا گیا ہے وہ بالذات مترنم بحر ہے اس تہنیت نامہ میں کوئی شعر ایسا نہیں جس میں موسیقی کا زیروبم موجود نہ ہو۔ اس کے سانچے میں جو ہلکے پھلکے خالص اردو الفاظ جوڑے گئے ہیں ایک سیال نغمے میں ڈھل گئے ہیں چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل وفرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

براق کے نقش سم کے صدقے وہ گل کھلائے کہ سارے رستے
مہکتے گلبن مہکتے گلشن ہرے بھرے لہلہا رہے تھے

زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں
بھنور کو یہ ضعف تشنگی تھا کہ حلقے آنکھوں میں پڑگئے تھے

شاعرانہ نکتہ سنجی

ان کے معراج نامہ میں شاعرانہ نکتہ سنجیوں کے ایسے فنکارانہ نمونے نظر آتے ہیں کہ ذوق جمال جھوم اٹھتا ہے۔ ان کو کسی خیال کی توجیہ شاعرانہ پیش کرنے کا بڑا پاکیزہ سلیقہ آتا ہے۔ یہ شعر ملاحظہ کیجئے۔

ستم کیا کیسی مت کٹی تھی قمر وہ خاک انکے رہگزر کی
اٹھا نہ لایا کہ ملتے ملتے یہ داغ دیکھنا سب مٹے تھے

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال وجلال کی کیفیت کا پرتو اور اس کے اثرات ملاحظہ ہوں۔

نقاب الٹے وہ مہر انور جلال رخسار گرمیوں پر
فلک کو ہیبت سے تپ چڑھی تھی تپکتے انجم کے آبلے تھے

اب ذرا اسی خیاں کا عروج بھی دیکھئے۔

وہ ظل رحمت وہ رخ کے جلوے کہ تارے چھپتے نہ کھلنے پاتے
سنہری زر بفت اوری اطلس یہ تھان سب دھوپ چھاؤں کے تھے

سدرۃ المنتہی

واقعات معراج میں مقام سدرۃ المنتہی ایک نازک مقام ہے شعراء نے طرح طرح سے اس کی ترجمانی کی ہے۔ لیکن امام رضا کا فکری پیانہ اس مقام کی ترجمانی میں سب سے الگ چھلکتا نظر آتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

چلا وہ سرِ جمال خراماں نہ رک سکا سدرہ سے بھی داماں
پلک جھپکتی رہی وہ کب کے سب این وآں سے گزر چکے تھے
جھلک سی اک قدسیوں پہ آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی
سواری دولہا کی دور پہنچی برات میں ہوش ہی اڑے تھے
تھکے تھے روح الامیں کے بازو چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو
رکاب چھوٹی امید ٹوٹی نگاہ حسرت کے ولولے تھے
روش کی گرمی کو جس نے سوچا دماغ سے اک بھبوکا پھوٹا
خرد کے جنگل میں پھول چمکا دہر دہر حل رہے تھے
جلو میں جو مرغ عقل اڑے تھے عجب برے حالوں گرتے پڑتے
وہ سدرہ ہی پر رہے تھے تھک کر چڑھا تھا دم تیورا گئے تھے
قوی تھے مرغان وہم کے پر اڑتے تو اڑنے کو اور دم بھر
اٹھائی سینے کی ایسی ٹھوکر کہ خون اندیشہ تھوکتے تھے

مقام اعلیٰ کی ترجمانی میں ان کی فکر کی چابک دستی کا کمال یہ ہے کہ وارفتگی اور سرشاری میں بھی کوئی فرق نہیں آیا اور احتیاط کا دامن بھی فکر کے ہاتھوں سے چھوٹنے نہیں پایا۔ پوری کیفیت کے ساتھ اس نازک مقام سے گزرگئے انداز بیاں کا شاعرانہ حسن اور لہجے کی شگفتگی بھی

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

پوری طرح برقرار رہی۔ باوجود سرشاری اور طرب انگیزی کے ان کا شاعرانہ شعور بے خود نہیں ہونے پایا۔ نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدود کا احساس چونکا دیتا ہے ارشاد ہوتا ہے۔

طرب کی نازش کہ ہاں لچکیئے ادب وہ بندش کہ ہل نہ سکیئے
یہ جوش ضدین تھا کہ پودے کشاکش ارہ کے تلے تھے

ساکنان سماوی کا ردعمل

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم میمنت لزوم کا عرشیوں پر ردعمل جس شاعرانہ نکتہ سنجیوں کے ساتھ بیان ہوا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

سنا یہ اتنے میں عرش حق نے کہ لے مبارک ہوں تاج والے
وہی قدم خیر سے پھر آئے جو پہلے تاج شرف ترے تھے
یہ سنکے بے خود پکار اٹھا نثار جاؤں کہاں ہیں آقا
پھر ان کے تلووں کا پاؤں بوسہ یہ میری آنکھوں کے دن پھرے تھے

جھکا تھا مجرے کو عرش اعلیٰ گرے تھے سجدے میں بزم بالا
یہ آنکھیں قدموں سے مل رہا تھا وہ گرد قربان ہو رہے تھے
ضیائیں کچھ عرش پر جو آئیں تو ساری قندیلیں جھلملائیں
حضور خورشید کیا چمکتے چراغ منہ اپنا دیکھتے تھے
یہ ان کی آمد کا دبدبہ تھا نکھار ہر شئے کا ہو رہا تھا
نجوم و افلاک جام و مینا اجالتے تھے کھنگالتے تھے

نہ حکیمانہ موشگافیاں ہیں نہ صوفیانہ وقیقہ سنجیاں بلکہ لہجے میں خالص شاعرانہ رچاؤ ہے۔ محب و محبوب کی قربتوں اور فاصلوں کی گنگا جمنی بھی دیکھتے چلئے۔

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے
سراغ این متی کہاں تھا نشان کیف والی کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگ منزل نہ مرحلے تھے
ادھر سے پیہم تقاضے آنا ادھر تھا مشکل قدم بڑھانا
جلال وہیبت کا سامنا تھا جمال ورحمت ابھارتے تھے

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے حیاء سے جھکتے ادب سے رکتے
جو قرب انہیں کی روش پہ رکھتے تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے
ہوا یہ آخر کہ ایک بجرا تموج بحر ہو میں ابھرا
دنا کی گودی میں ان کو لے کر فنا کے لنگر اٹھادیئے تھے
کسے ملے گھاٹ کا کنارہ کدھر سے گزرا کہاں اتارا
بھرا جو مثل نظر طرارا وہ اپنی آنکھوں سے خود چھپے تھے

معراج کے ان نازک مقامات کی عکاسی کتنے پرکشش انداز میں ہوئی ہے خیال بھی بلند ہے اور اظہار خیال بھی ارفع مطالب الفاظ اور بندشوں کے سلاسل میں کہیں مقید نہیں یعنی تعقید خیال کہیں محسوس نہیں ہوتی بلکہ تخیلات کی ایک بسیط کہکشاں ہے جو فکر کے افق پر پھیلی ہوئی نظر آرہی ہے۔

لامکانی کی کیفیت کی ترجمانی

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب سدرۃ المنتہیٰ سے آگے بڑھے تو عقل انسانی نے سپر ڈال دی کہ یہ لامکان کی کیفیت تھی۔ واقعہ معراج میں اس اہم کیفیت کی ترجمانی دنیا کے عظیم شعراء نے کی ہے۔ یہاں میں دو بہت بڑے فارسی شعراء کے معراج نامہ سے ان کے وہ اشعار پیش کررہا ہوں۔ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تمام جہات سے آزاد ہوکر وحدت کلی میں جذب ہوگئی اس خیال کی ترجمانی نظامی گنجوی اس طرح کرتے ہیں۔

بازار جہت بہم شکستی
وز زحمت فوق وتحت رستی

مقام قوب قوسین کی ترجمانی ملاحظہ ہو۔

قاب قوسین دراں اثناء
ازدنی شد بقاب اودنی

ان ہی مقامات کو جناب امیر خسرو نے اس طرح بیان کیا ہے۔

گریباں جہت راپارہ کردہ
جہاں بے جہت نظارہ کردہ
جلوہ کردہ ازورائی کونینش
سربدر گاہ قاب قوسینش

اب اسی خیال کو امام احمد رضا کے یہاں بھی دیکھئے کتنی تمکنت اور کیسے وقار کے ساتھ بیان ہوا ہے۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

خبر سے کہدو کہ سر جھکالے گماں سے گزرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے
پر ان کا بڑھنا تو نام کو تھا حقیقتاً فعل تھا ادھر کا
تنزلوں میں ترقی افزا دنیٰ تدلّٰی کے سلسلے تھے

وحدت کلی میں گم ہونے کی کیفیت جس شاعرانہ لطافت سے امام احمد رضا علیہ الرحمتہ نے پیش کی ہے نظامی جیسا دردی کش بادہ عرفاں اور لیلیٰ سخن کا اداشناس بھی نہ پیش کرسکا۔ ہاں امیر خسرو نے لامکانی کی کیفیت اچھے انداز میں پیش کی ہے لیکن امام رضا کی فکر نے جونادر پیرایہ اختیار کیا ہے اس کی ہمہ گیری ان دونوں اساتذہ سے کہیں زیادہ ہے۔ ان کے دوسرے شعر میں مسئلہ وحدت جس بلاغت سے پیش ہوا ہے وہ امام رضا ہی کی فکر رسا کے بس کی بات تھی "تنزلات" وحدت الوجد کی اصطلاح ہے جب ذات احدیت عالم کثرت میں نزول کرتی ہے اس عالم کو تنزلات کہتے ہیں نقطہ وحدت بلواسطہ تجلیات دائرہ موجودات ممکنہ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے محمود شیستری نے اپنی مثنوی "گلشن راز" میں اس کی وضاحت یوں کی ہے۔

یکی خط است زاول تابہ آخر
برو خلق جہاں گشتہ مسافر

اب ذرا یہ شعر دیکھیے۔

پر ان کا بڑھنا تو نام کو تھا حقیقتاً فعل تھا ادھر کا
تنزلوں میں ترقی افزا دنیٰ تدلّٰی کے سلسلے تھے

مصرع ثانی میں تصوف کی اصطلاح "تنزلات" کے ساتھ آیات کریمہ کے لفظ دنیٰ نے مل کر کتنے بلیغ معنی پیدا کردیئے ہیں "تدلّٰی" کا ٹکڑا اضافی ہے۔ جو زور کلام کے لئے لایا گیا ہے۔ یہی نہیں بیان کی قدرت دیکھئے انداز بدل کر اسی خیال کو یوں پیش کرتے ہیں۔

کمان امکاں کے جھوٹے نقطو تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے
وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اسکی طرف گئے تھے

ان نازک مقامات کو اسی کی فکر چھوسکتی ہے جو بحر علم کا شناور بھی ہو وادی عرفان کا مالک بھی اور ساتھ ہی عروس سخن کا اداشناس بھی۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

بلاشبہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کا معراج نامہ اردو کی نعتیہ شاعری میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے اس معراج نامہ میں مروجہ روش سے ہٹ کر ایک نئے انداز کا گہرا رنگ ہے جس میں معراج کی روایتی تفصیل کے بجائے ایک تاثراتی فضا پورے قصیدے پر پھیلی ہوئی ہے جس میں سازو آہنگ کا ارتعاش روح کو بالیدگی عطا کرتا ہے یہ معراج نامہ موضوعاتی ہوتے ہوئے ان کے انداز بیان کی وجہ سے تاثراتی فضا میں ڈھل گیا ہے اور یہی اس کی بنیادی صفت ہے جو اس کو دوسرے معراج ناموں سے ممتاز کرتی ہے۔ خوش ذوقی فنی مہارت' بالغ نظری جمالیاتی احساس' قادر الکلامی 'ندرت فکر وخیال اور جذباتی صداقت' یہی وہ عناصر ہیں جن کی ترکیب سے اس کی تشکیل ہوئی ہے اس کا نمایاں پہلو خلوص ہے امام رضا نے اپنے خیالات کو ہمارے سامنے عقل وذہن کی سطح سے اتار کر احساس اور جذبے کی گہرائیوں میں ڈبو کر پیش کیا ہے۔ اسی لئے انکا خیال ہمارے دلوں میں اترجاتا ہے ان کا انداز بیان نہ خطیبانہ ہے نہ صوفیانہ بلکہ شاعرانہ ہے۔ ان کی فکر نے معراج نامہ کی زبان اور بیان کو ایک نیا اور دلکش پیکر دیا ہے وہ تخیل سے واقعات کی تفصیلات کا کام نہیں لیتے بلکہ تاثر کے بہاؤ کو جذبے کی صداقت اور خلوص کی گہرائی کے ذریعہ مربوط طور پر پیش کرتے ہیں یہی تاثراتی ارتباط خیال اور اس کی خوبصورت پیشکش جو ان کے سلیس مترنم کلام کے ذریعہ ابھرتی ہے اس معراج نامہ میں انکا فنی اسلوب بن گئی ہے۔ اپنے اسی انفرادی انداز کی وجہ سے وہ محسن کاکوروی پر بھی فائق ہیں محسن کے معراج نامہ میں انداز بیان کا نکھار فارسی کی کلاسیکی بندشوں کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اسکے برعکس معراج نامہ رضا میں ان کے ہلکے پھلکے مترنم خالص اردو الفاظ نے جو سحر آفرین کیفیت پیدا کی ہے اس کی لذت بہت گہری ہے اور یہی انکے نطق کا اعجاز ہے جو خلوص انفاس کے بغیر ممکن نہیں۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

امام احمد رضا

اور
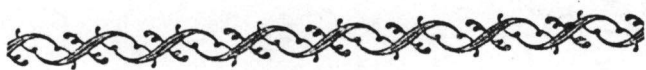
اردو نعتیہ شاعری

پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں
(سابق صدر شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی)

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمتہ اپنے دور کے بے مثل علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے فضل و کمالات، ذہانت وفطانت، طباعی اور دراکی کے سامنے بڑے بڑے علماء فضلا، یونیورسٹیوں کے اساتذہ، محققین اور مستشرقین نظروں میں نہیں جچتے۔ مختصر یہ ہے کہ وہ کون سا علم ہے جو انہیں نہیں آتا تھا؟ وہ کون سا فن ہے جس سے وہ واقف نہیں تھے، شعروادب میں بھی ان کا لوہا ماننا پڑتا ہے اور میرا تو ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے کہ اگر صرف محاورات، مصطلحات، ضرب الامثال میں بھی اور بیان وبدیع کے متعلق تمام الفاظ ان کی جملہ تصانیف کے یکجا کرلئے جائیں تو ایک ضخیم لغت تیار ہوسکتی ہے ہم یہاں اجمالی طور پر ان کی اردو شاعری کا ذکر کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت چونکہ عالم تبحر اور فاضل کامل ومکمل تھے اس لئے ان کی اردو شاعری میں بکثرت قرآنی آیات کے حوالے آتے ہیں مثلاً۔

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا ترا

انت فیھم نے عدو کو بھی لیا دامن میں
عیش جاوید مبارک تجھے شیدائی دوست

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا جو کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا تیرے شہر وکلام بقاء کی قسم

مجرم بلائے آئے ہیں جاءوک ہے گواہ
پھر رد ہو کب؟ یہ شان کریموں کے در کی ہے

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

مومن ہوں، مومنوں پہ رؤف الرحیم ہو
سائل ہوں سائلوں کو خوشی لانہر کی ہے

سوف یعطیک ربک فترضی
حق نموودت چہ پاسدار یہا

لیلتہ القدر میں مطلع الفجر حق
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

معنی قد رای مقصد ماطغی
نرگس باغ قدرت پہ لاکھوں سلام

فاذا فرغت فانصب یہ ملا ہے تجھ کو منصب
جو گدا بنا چکے اب اٹھو! وقت بخشش آیا کرو قسمت عطایا

یعجب الزراع کا لماء المعین
کہ یغیظا الکفرین الظالمین

غنچے ماأوحی کے جو چٹکے دنیٰ کے باغ میں
بلبل سدرہ تک انکی بو سے بھی محرم نہیں

ایسا امی کس لئے منت کش استاذ ہو
کیا کفایت اسکو اقراء ربک الاکرم نہیں

رحمتہ للعالمین تیری دہائی دب گیا
اب تو مولی بے طرح سر پر گنہ کا بار ہے

قرآنی آیات کی طرح احادیث مبارکہ بھی بہت آتی ہیں مثلاً۔

ان کے قدم سے سلعہ غالی ہوئی جناں
واللہ میرے گل سے ہے جاہ و جلال گل

نہ عرشِ ایمن نہ انی ذاہبٌ میں مہمانی ہے
نہ لطف اُدن یا احمد نصیب لن ترانی ہے

کھلے کیا راز محبوب و محب مستانِ غفلت پر
شراب قد رای الحق زیب جام من رانی ہے

ایک ہی زمین کے اشعار میں احادیث مبارکہ کا استعمال دیکھیے مثلاً۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

من زار تربتی و جبت لہ شفاعتی

ان پر درود جن سے نویدانِ بشر کی ہے

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے

حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

ان کی نبوت ان کی ابوت ہے سب کو عام

اُمّ البشر عروس انہیں کے پدر کی ہے

ظاہر میں میرے پھول' حقیقت میں میرے نخل

اس گل کی یاد میں یہ صدا ابو البشر کی ہے

یہ پیاری پیاری کیاری تیرے خانہ باغ کی

سرد اس کی آب و تاب سے آتش سقر کی ہے

کہنا نہ کہنے والے تھے جب سے تو اطلاع

مولیٰ کو قول و قائل و ہر خشک و تر کی ہے

ان پر کتاب اتری بیانا لکل شیٍٔ

تفصیل جس میں ماعبر و ما غبرَ کی ہے

ہم گرد کعبہ پھرتے تھے کل تک اور آج وہ

ہم پر نثار ہے یہ ارادت کدھر کی ہے

چھائے ملائکہ ہیں لگاتار ہے درود

بدلے ہیں پہرے بدلی میں بارش درر کی ہے

طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند

سیدھی سڑک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے

ماؤ شما تو کیا کہ خلیلِ جلیل کو

کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے

○

اعلیٰ حضرت نے تلمیحات بھی بہت استعمال کی ہیں مثلاً ایک ہی غزل میں یہ تلمیحات ملاحظہ ہوں۔

بندہ ملنے کو قریبِ حضرتِ قادر گیا

لمعۂ باطن میں گمنے جلوۂ ظاہر گیا

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

تیری مرضی پا گیا سورج پھر الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجا چِر گیا

بندھ گئی تیری ہوا، ساوہ میں خاک اڑنے لگی
بڑھ چلی تیری ضیاء، آتش پہ پانی پھر گیا

تیری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا
تیرے صدقے سے نجی اللہ کا بجرا تِر گیا

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

رحمتہ للعالمین! آفت میں ہوں، کیسی کروں
میرے مولا میں تو اس دل سے بلا میں گھر گیا

میں ترے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ
جن سے اتنے کافروں کا دفعتاً" منہ پھر گیا

کیوں جناب بوھریرہ تھا وہ کیسا جام شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ بھر گیا

○

پھر اعلیٰ حضرت کے تبحر علمی کا تقاضا بھی یہی تھا کہ وہ کوئی ایسی نعت لکھتے جو بے مثل ہوتی چنانچہ ایک نعت انہوں نے صنعت ملمع میں لکھی۔ در اصل ملمع اس صنعت کو کہتے ہیں کہ ایک مصرع یا شعر عربی کا ہو اور دوسرا مصرع یا دوسرا شعر فارسی کا ہو۔ اس میں زیادہ سے زیادہ بیس اشعار ہوا کرتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ملمع مکشوف یعنی جب ایک مصرع عربی میں اور ایک فارسی میں (۲) ملمع محجوب یعنی جب ایک شعر عربی میں ہو اور دوسرا فارسی میں لیکن اعلیٰ حضرت نے ایسے ملمع میں اشعار لکھے ہیں جن میں عربی، فارسی، ہندی (بھاشا) اور اردو چار زبانوں کے الفاظ ہیں۔

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سرسو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

البحر علا والموج طغی من بیکس وطوفاں ہوش ربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

یا شمس نظرت الی لیلی چو بطیبہ رسی عرضے بکنی

توری جوت کی جھلجھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا

لک بدر فی الوجہ الاجمل خط ہالہ مہ زلف ابراجل

تورے چندن چندر پرو کنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا

انا فی عطش وسخاک اتم اے گیسوئے پاک اے ابرکرم

برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند اِدھر بھی گرا جانا

سبحان اللہ کیسے پیارے اشعار ہیں کہ پڑھنے والا جھومنے لگتا ہے یہ کل دس اشعار ہیں اور مقطع یہ ہے۔

بس خامہ خام نوائے رضا نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا

ارشادِ احبا ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

○

اس شعر سے ظاہر ہے کہ عقیدت مندوں کی درخواست پر اعلیٰ حضرت نے یہ ملمع لکھا ہوگا پھر ایک غزل محاسبہ نفس کے لئے ہے اور ایسی مرصع ہے کہ جدید اردو شاعری بھی اس پر ناز کرے گی اس کے چند اشعار یہ ہیں۔

سونا جنگل رات اندھیری، چھائی بدلی کالی ہے

سونے والو جاگتے رہیو، چوروں کو رکھوالی ہے

آنکھ سے کاجل صاف چرالیں، یاں وہ چور بلا کے ہیں

تیری گٹھڑی تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

یہ جو تجھ کو بلاتا ہے، یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھے گا

ہائے مسافر دم میں نہ آنا مت کیسی متوالی ہے

سونا پاس ہے، سونا بن ہے، سونا زہر ہے اٹھ پیارے

تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تیری مت ہی نرالی ہے

جگنو چمکے، پتا کھڑکے، مجھ تنہا کا دل دھڑکے

ڈر سمجھائے کون پون ہے یا اگیا بے تالی ہے

بادل گرجے بجلی تڑپے، دھک سے کلیجہ ہوجائے

بن میں گھٹا کی بھیانک صورت کیسی کالی کالی ہے

ساتھی کہہ کے پکاروں ساتھی ہو تو جواب آئے

پھر جھنجلا کر سر دے پٹکوں چل رے مولا والی ہے

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

پھر پھر کر ہر جانب دیکھوں کوئی آس نہ پاس کہیں

ہاں اک ٹوٹی آس نے ہارے جی سے رفاقت پالی ہے

تم تو چاند عرب کے ہو پیارے، تم تو عجم کے سورج ہو

دیکھو مجھ بیکس پر سب نے کیسی آفت ڈالی ہے

○

پھر ایک قصیدہ مرصع بھی ہے جس کے ہر پہلے مصرع کے آخر میں بالترتیب حروف تہجی آتے ہیں مطلع یہ ہے۔

کعبے کے بدرالدجےٰ تم پہ کروروں درود

طیبہ کے شمس الضحےٰ تم پہ کروروں درود

یعنی یہاں پہلے مصرعے میں ردیف سے پہلے الف ہے۔ چند اشعار کے بعد پہلے مصرع کا آخری حرف "ب" آتا ہے۔

ذات ہوئی انتخاب، وصف ہوئے لاجواب

نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کروروں درود

ایسے دو شعر ہیں پھر "ت" آخری حرف پہلے مصرع میں آتا ہے۔

تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا ثبات

اصل سے ہے ظل بندھا تم پہ کروروں درود

اس ترتیب سے اشعار آخر تک آتے ہیں۔

ان کے علاوہ صنعت اتصال تربیعی، صنعت سوال وجواب وغیرہ کا استعمال بھی ہے اور فارسی کی رباعیوں کے قوافی میں بھی حروف تہجی کی ترتیب ملحوظ رکھی ہے۔

○

اعلیٰ حضرت کے شعری محاسن میں زبان وبیان کی بکثرت خصوصیات ہیں یہاں چند خصوصیات اجمالاً عرض کی جاتی ہیں دوسرے مجموعہ کلام میں تجنیس مماثل، تجنیس مستوفی، تجنیس زائد وغیرہ کی بکثرت مثالیں پائی جاتی ہیں ہم آسانی کے لئے ان مصطلحات کو ترک کر کے صرف اسقدر عرض کریں گے کہ اعلیٰ حضرت الفاظ کی تکرار سے بات سے بات پیدا کر دیتے ہیں مثلاً۔

واہ کیا جودو کرم ہے شہ بطحا تیرا

"نہیں" سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

تو ہے سایہ نور کا، ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

میں تو کہا ہی چاہوں کہ بندہ ہوں شاہ کا
پر لطف جب ہے کہدیں اگر وہ "جناب" ہوں

ہوئے کم خوابیِ ہجراں میں ساتوں پردے کمخوابی
تصور خوب باندھا آنکھوں نے استار تربت کا

بدکار رضا خوش ہو، بدکام بھلے ہوں گے
وہ اچھے میاں پیارا اچھوں کا میاں آیا

تاج والوں کا یہاں خاک پہ ماتھا دیکھا
سارے داراؤں کی دارا ہوئی دارائی دوست

طور پر کوئی، کوئی چرخ پہ، یہ عرش سے پار
سارے بالاؤں پہ بالا رہی بالائی دوست

محمد برائے جنابِ الٰہی
جناب الٰہی برائے محمد

دم نزع جاری ہو میری زباں پر
محمد محمد خدائے محمد

میں قربان کیا پیاری پیاری ہے نسبت
یہ آن خدا وہ خدائے

سرتا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول، بدن پھول

دنداں کا نعت خواں ہوں نہ پایاب ہوگی آب
ندی گلے گلے مرے آب گہر کی ہے

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

اس میں زمزم ہے کہ تھم تھم، اس میں جم جم ہے کہ بیش
کثرت کوثر میں زمزم کی طرح کم کم نہیں

جنت ہے ان کے جلوے سے جویائے رنگ وبو
اے گل ہمارے گل سے ہے گل کو سوال گل

تیرے بے دام کے بندے ہیں رئیسان عجم
تیرے بے دام کے بندی ہیں ہزاران عرب

دیکھ کے حضرت غنی پھیل پڑے فقیر بھی
چھائی ہے اب تو چھاؤنی حشر ہی آنہ جائے کیوں

ہے تو رضا نراستم جرم پہ گر لجائیں ہم
کوئی بجائے سوزغم، ساز طرب بجائے کیوں

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہادیئے ہیں، در بے بہا دیئے ہیں

○

پھر اشفاق شبہ اشتقاق، تجنیس مسطرف، تجنیس محرف وغیرہ کی بکثرت مثالیں ہیں ہم رعایت لفظی کے ذیل میں انکا ذکر محض سہولت کے لئے کردیتے ہیں۔

یہ کتاب کن میں آیا طرفہ آیہ نور کا
غیر قائل کچھ نہ سمجھا کوئی معنی نور کا

ابن زہرا سے ترے دل میں ہیں یہ زہر بھرے
بل بے او منکر بے باک یہ زہرا تیرا

بڑھا یہ سلسلہ رحمت کا دور زلف والا میں
تسلسل کالے کوسوں رہ گیا عصیاں کی ظلمت کا

یہاں چھڑکا نمک واں مرہم کافور ہاتھ آیا
دل زخمی نمک پر وردہ ہے کس کی ملاحت کا

مشکبو کوچہ یہ کس پھول کا جھاڑا ان سے
حوریو عنبر سارا ہوئے سارے گیسو!

سونا پاس ہے سونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا میٹھی نیند ہے تیری مت ہی نرالی ہے

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

تف بخدیت، نہ کفر نہ اسلام سب پہ حرف
کافر اِدھر کی ہے نہ اُدھر کی، اَدھر کی ہے

مدینہ جان جنان وجہاں ہے وہ سن لیں
جنہیں جنون جناں سوئے زاغ لے کے چلے

○

پھر ایک جگہ تو لفظ کی رعایت سے کتنے مضامین تیار کیے ہیں فرماتے ہیں۔

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماوا ہے ہمارا
خاکی تو وہ آدم جد اعلیٰ ہے ہمارا

اللہ ہمیں خاک کرے اپنی طلب میں
یہ خاک تو سرکار سے تمغہ ہے ہمارا

جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سید عالم
اس خاک پہ قرباں دل شیدا ہے ہمارا

اس نے لقب خاک شہنشاہ سے پایا
جو حیدر کرار کہ مولیٰ ہے، ہمارا

اے مدعیو! خاک کو تم خاک نہ سمجھے
اس خاک میں مدفوں شہ بطحا ہے ہمارا

ہے خاک سے تعمیر مزار شہ کونین
معمور اسی خاک سے قبلہ ہے ہمارا

ہم خاک اڑائیں گے جو وہ خاک نہ پائی
آباد رضا جس پہ مدینہ ہے ہمارا

○

حسن تعلیل کی بڑی نادر مثالیں ملتی ہیں مثلاً۔

نہ ہو آقا کو سجدہ، آدم ویوسف کو سجدہ ہو
مگر سدِّ ذرائع داب ہے اپنی شریعت کا

مہر کس منہ سے جلوداری جاناں کرتا
سایہ کے نام سے بیزار ہے یکتائی دوست

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

ڈوبا ہوا ہے شوق میں زمزم اور آنکھ سے

جھالے برس رہے ہیں یہ حسرت کدھر کی ہے

دیکھو قرآن میں شب قدر ہے مطلع فجر

یعنی نزدیک ہیں عارض کے وہ پیارے گیسو

چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں' یاں اس کے خلاف

تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا

شرم سے جھکتی ہے محراب کہ ساجد ہیں حضور

سجدہ کرواتی ہے کعبہ سے جبین سائی دوست

یہ ان کے جلوے نے کیں گریاں شب اسریٰ

کہ جب سے چرخ میں ہیں نقرہ وطلائے فلک

لف ونشر کی عمدہ مثالیں بھی پائی جاتی ہیں مثلاً۔

دل بستہ' بے قرار' جگر چاک' اشکبار

غنچہ ہوں' گل ہوں' برق تپاں ہوں' سحاب ہوں

دنداں ولب وزلف ورخ شاہ کے فدائی

ہیں دُرِّ عدن' لعل یمن' مشک ختن پھول

ہیں چتر وتخت' سایۂ دیوار وخاک در

شاہوں کو کب نصیب یہ دھج کروفر کی ہے

آپ نے اس کثرت سے محاورات اور استعارات استعمال کئے ہیں کہ ان سب کو جمع کیا جائے تو ایک لغت تیار ہو سکتی ہے۔ دیکھئے صرف قصیدے کے اشعار میں کتنے محاورات ہیں۔

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا

تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا

اغنیا پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا

اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستہ تیرا

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں

خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں

کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

آنکھیں ٹھنڈی ہوں جگر تازے ہوں جانیں سیراب
سچے سورج وہ دل آراء ہے اجالا تیرا

دل عبث خوف سے پتا سا اڑا جاتا ہے
پلہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسہ تیرا

ایک میں کیا، میرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سولاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

مفت پالا تھا کبھی کام کی عادت نہ پڑی
اب عمل پوچھتے ہیں ہائے نکما تیرا

تیرے ٹکڑوں سے پلے، غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

میری تقدیر بری ہو تو بھلی کردے کہ ہے
محو و اثبات کے دفتر پہ کڑوڑا تیرا

تو جو چاہے تو ابھی میل میرے دل کے دھلیں
کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا

کس کا منہ تکئے کہاں جایئے کس سے کہیے
تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا

تو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا
تو کریم اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا

موت سنتا ہوں ستم، تلخ ہے زہرا بہ ناب
کون لادے مجھے تلووں کا غسالہ تیرا

تیرے صدقے مجھے اک بوند بہت ہے تیری
جس دن اچھوں کو ملے جام چھلکتا تیرا

حرم و طیبہ وبغداد جدھر کیجئے نگاہ
جوت پڑتی ہے تری، نور ہے چھنتا تیرا

اس کے بعد حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطاب ہے اور اس منقبت میں بکثرت محاورات ہیں ایک اور مشہور قصیدہ ہے جس میں بکثرت محاورات مستعمل ہیں، کچھ اشعار یہ ہیں۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارہ نور کا

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

بینی پرنُور پر رخشاں ہے بکّہ نور کا
ہے لواء الحمد پر اڑتا پھریرا نور کا

مصحف عارض پہ ہے خط شفیعا نور کا
لو سیہ کار و مبارک ہو قبالہ نور کا

آب زر بنتا ہے عارض پر پسینا نور کا
مصحف اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نور کا

تیرے آگے خاک پر جھکتا ہے ماتھا نور کا
نور نے پایا تیرے سجدے سے سیما نور کا

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

کیا بنا نام خدا اسریٰ کا دولہا نور کا
سر پہ سہرا نور کا بر میں شہانہ نور کا

صبح کردی کفر کی، سچا تھا مژدہ نور کا
شام ہی سے تھا شب تیرہ کو دھڑکا نور کا

نسخ ادیان کرکے خود قبضہ بٹھایا نور کا
تاجور نے کرلیا کچا علاقہ نور کا

بھیک لے سرکار سے لا جلد کاسہ نور کا
ماہ نوٗ طیبہ میں بٹتا ہے مہینہ نور کا

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

یاں بھی داغ سجدہ طیبہ ہے تمغہ نور کا
اے قمر! کیا تیرے ہی ماتھے ہے ٹیکا نور کا

شمع ساں ایک ایک پروانہ ہے اس با نور کا
نور حق سے لو لگائے دل میں رشتہ نور کا

کس کے پردے نے کیا آئینہ اندھا نور کا
مانگتا پھرتا ہے آنکھیں ہر نگینہ نور کا

آنکھ مل سکتی نہیں در پر ہے پہرہ نور کا
تاب ہے بے حکم پر مارے پرندہ نور کا

سبزہ گردوں جھکا تھا بہرِپا بوس براق
پھر نہ سیدھا ہوسکا کھایا وہ کوڑا نور کا

تاب سُم سے چوندھیا کر چاند انہیں قدموں پھرا
ہنس کے بجلی نے کہا دیکھا چھلاوا نور کا

عکس سم نے چاند سورج کو لگائے چار چاند
پڑگیا سیم و زر گردوں پہ سکہ نور کا

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

محاورات کی چند اور مثالیں ملاحظہ ہوں۔

گردنیں جھک گئیں سر بچھ گئے' دل ٹوٹ گئے
کشف ساق آج کہاں' یہ تو قدم تھا تیرا

شاخ پر بیٹھ کے جڑ کاٹنے کی فکر میں ہے
کہیں نیچا نہ دکھائے تجھے شجرہ تیرا

گنہ مغفور دل روشن' خنک آنکھیں' جگر ٹھنڈا
تعالی اللہ ماہ طیبہ عالم تیری طلعت کا

بندھ گئی تیری ہوا' ساوہ میں خاک اڑنے لگی
خضر کی جاں ہو ' جلادو ماہیان سوختہ

شب بھر سونے کی غرض تھی
تاروں نے ہزار دانت پیسے

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

اے عشق تیرے صدقے جلنے سے چھٹے سستے

جو آگ بجھادے گی وہ آگ لگائی ہے

آنسو بہا کے بہہ گئے کالے گنہ کے ڈھیر

ہاتھی ڈوباؤ جھیل یہاں چشم تر کی ہے

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے

کلیاں کھلیں دلوں کی' ہوا یہ کدھر کی ہے

اے دل! یہ سلگنا کیا جلنا ہے تو جل بھی اٹھ

دم گھٹنے لگا ظالم' کیا دھونی رمسائی ہے

اعلیٰ حضرت کی شاعری کی یہ چند خصوصیات عرض کی گئیں اگر مزید غور کیا جائے تو اور بھی محاسن نظر آئیں گے لیکن ان تمام محاسن پر غالب ایک چیز ہے اور وہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم' ان کی تعلیم اور ان کا پیام بھی صرف یہی ہے۔

ٹھوکریں کھاتے پھروگے ان کے در پر پڑ رہو

قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا

پھر کس بے قراری سے یہ شعر صفحہ قرطاس پر آیا ہے۔

جان ودل' ہوش وخرد' سب تو مدینہ پہنچے

تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

Digitized by

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا

www.imamahmadraza.net

تذکارِ رضا

چند واقعات وروایات

ڈاکٹر محمد ایوب قادری۔ کراچی

فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں ۱۸۵۶ء' ۱۹۲۱ء اپنے عہد کے نامور عالم ' فقیہ ' ریاضی داں ' مصنف اور عبقری تھے۔ علوم و ریاضی میں وہ مجتہدانہ دسترس رکھتے تھے اسی طرح علم فقہ میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے فاضل بریلوی سے متعلق چند واقعات وروایات جو مختلف اوقات میں بزرگان بدایوں و بریلی سے خاکسار تک پہنچی ہیں ان کو یہاں پیش کیا جارہا ہے۔

(۱)

ضلع بریلی میں قصبہ آنولہ ' تحصیل کا صدر مقام اور مشہور تاریخی بستی ہے روہیلوں کے زمانہ عرصہ تک یہ قصبہ صدر مقام رہا۔ قلعہ ' مقبرے اور مساجد وغیرہ بہت سے تاریخی آثار موجود ہیں قصبہ میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور قرآن کریم کے حفاظ اچھی تعداد میں موجود ہیں۔

انگریزی دور حکومت میں شیوخ کلال کا خاندان (محلہ قلعہ) مشہور رہا اس خاندان کی نامور شخصیت حکیم سعادت علی خاں ابن شیخ حکیم مردان علی تھے جو انگریزی حکومت میں تحصیلدار تھے پھر ریاست رام پور میں مدارالمہام ہوئے انہوں نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے موقع پر انگریزی حکومت کی خدمات انجام دیں اور روہیل کھنڈ میں انگریزی حکومت کے مفاد کا تحفظ کیا لہٰذا حسن خدمات کے صلہ میں ان کو زمینداری اور انعام واکرام ملا۔ ایک انگریزی خاتون سے انہوں نے شادی کی جس کے دو لڑکے اصغر علی اور وہاب علی ہوئے خاندانی بیوی سے چار صاحبزادے تھے ۱۲۸۳ھ میں حکیم سعادت علی خاں کا انتقال ہوا۔

۵-۱۹۰۴ء میں اس خاندان میں بعض نوجوان قادیانی تحریک سے متاثر ہوگئے۔ جن میں خان بہادر حکیم معظم علی خان عرف مکہ میاں ابن واحد علی خاں ابن حکیم سعادت علی خان خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ایک اور بزرگ مولوی اسد علی خاں (ف ۱۹۵۶ء) کا رجحان بھی ادھر ہوگیا تھا

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

اور اس حلقہ کو وسعت ہونے لگی چنانچہ اس موقعہ پر قصبہ آنولہ کے بعض اہل الرائے حضرات نے ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد کیا جس میں بدایوں سے مولانا عبدالمقتدر بدایونی (ف ۱۹۱۵ء)، مفتی حافظ بدایونی (ف ۱۹۲۱ء)، امروہہ سے مولانا احمد حسن امروہی، پیلی بھیت سے مولانا وصی احمد محدث سورتی اور بریلی سے مولانا احمد رضا خاں تشریف لائے۔ علمائے کرام کی تقریریں ہوئیں اس میں فاضل بریلوی اور محدث امروہوی کی تقاریر حاصل جلسہ تھیں علمائے کرام کے سامنے حکیم معظم علی خاں عرف مکہ میاں اور مولوی اسد علی خان خاص طور سے پیش ہوئے انہوں نے توبہ کی اور اس طرح یہ فتنہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس قصبہ سے ختم ہوگیا اگرچہ حکیم معظم علی خاں کے پاس ان کی حیات (مارچ ۱۹۵۱ء) تک قادیان سے پراپیگنڈہ لٹریچر آتا رہا۔

شاید یہاں یہ ذکر بھی بے محل نہ ہو کہ مولوی اسد علی خاں مرحوم قادیان گئے تھے اور مرزائے قادیان سے ملے تھے مرزا نے بیک وقت مسیح موعود اور کرشن کے اوتار ہونے کا بھی دعویٰ کیا تھا۔ مولوی اسد علی خان نے مرزا سے پوچھا تھا کہ اگر آپ کی موت واقع ہوجائے تو آپ کا کریہ کرم کرشن کے اوتار کے طریقے پر ہوگا یا مسیح موعوف کے انداز پر۔ مرزا یہ سن کر لاجواب ہوگیا تھا۔ وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مرزا کی نبوت کا سارا کھیل حکم نوالدین بھیروی اور مولوی محمد احسن امروہوی کے علم وفضل کا کرشمہ تھا۔

(۲)

حکیم سعادت علی خاں مرحوم کے فرزند مذکورالصدر وہاب علی سے فاضل بریلوی مولانا احمد رضا کی سوتیلی پھوپھی مستجاب بیگم منسوب تھیں۔

(۳)

مولانا مولوی حافظ عبدالمجید ولد شیخ عبدالکریم (ف ۱۹۴۳) جب مدرسہ قادریہ بدایوں سے فارغ التحصیل ہوکر اپنے وطن آنولہ آئے تو حاجی بلاقی، شیخ رمضان بخش بزاز اور مولانا حکیم سعید اللہ قادری ۱۹۰۷ء) کی کوششوں سے ایک مدرسہ اسلامیہ محلہ گنج میں (پیش دروازہ حاجی بلاقی مرحوم) قائم ہوا حضرت مولانا عبدالمجید اس مدرسہ کے صدر مدرس مقرر ہوئے مدرسہ کے افتتاح کے موقع پر بدایوں سے حضرت مولانا شاہ عبدالمقتدر اور مفتی حافظ بخش اور بریلی سے حضرت مولانا رضا خاں تشریف لائے اس موقع پر فاضل بریلوی کا یادگار وعظ ہوا۔

یہ مدرسہ جلد ہی ختم ہوگیا کیونکہ مولانا عبدالمجید باہر تشریف لے گئے مولانا مرحوم کے سمدھی شیخ حبیب اللہ مرحوم (ف ۱۹۵۰ء) جنہوں نے اس مدرسہ میں مولانا صاحب سے گلستان کے چند

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

سبق پڑھے تھے فرمایا کرتے تھے کہ کسی صاحب نے حضرت مولانا عبدالمجید مرحوم کو ایک ٹھلیا چھاج بطور ہدیہ دیا تھا مولانا موصوف وہ ٹھلیا خود اپنے مکان واقع محلہ بذریہ لے گئے تھے یہ ان کا انکسار تھا۔

(۴)

حضرت مولانا حافظ عبدالمجید صاحب فاضل بریلوی کا بڑی محبت سے ذکر کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں نماز کے موقعہ پر موجود ہوتا تھا تو فاضل بریلوی مجھے نماز پڑھانے کا حکم دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے حافظ صاحب نماز پڑھائیں گے۔ مولانا عبدالمجید مرحوم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ۱۹۰۰ء میں جب پٹنہ میں مشہور جلسہ ہوا تو میری تقریر کے بعد مغرب کی نماز ہوئی علمائے کرام کے اس عظیم الشان جلسہ میں بھی فاضل بریلوی نے حسب معمول فرمایا کہ ہمارے حافظ صاحب نماز پڑھائیں گے۔

(۵)

شیخ المشائخ حضرت شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی کے چہیتے مرید مولوی صوفی عبدالمجید اشرفی (ف ۱۹۴۵ء) ساکن قصبہ او جھیانی (ضلع بدایوں تھے) صوفی صاحب کا کتب خانہ نہایت اعلیٰ تھا۔ اس کی خصوصیت یہ تھی کہ بدایوں، بریلی پیلی بھیت اور مراد آباد کے علمائے کرام کی تصانیف خاص طور سے جمع کی گئی تھیں فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں کی تمام مطبوعہ تصانیف تھیں بعض خطی رسائل بھی تھے جو حضرت شاہ علی حسین اشرفی میاں کے ذریعہ سے ملے تھے فاضل بریلوی کے بعض خطوط بھی صوفی مرحوم کے والد شیخ نعیم الدین (ف ۱۹۳۱ء) کے نام تھے جماعت رضا مصطفیٰ کا تمام لٹریچر، یادگار رضا کا مکمل فائل اور الرضا کا پہلا پرچہ بھی تھا صوفی صاحب کے انتقال کے بعد کتب خانہ کا بڑا حصہ کچھوچھہ شریف بھیج دیا گیا۔

(۶)

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایوانی (ف ۱۹۰۱ء) اور فاضل بریلوی سے خصوصی تعلقات تھے۔ مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی (ف ۱۸۷۲ء) کے عرس میں فاضل بریلوی اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں (ف ۱۸۸۰ء) کی معیت میں شرکت ہوتے تھے۔ فاضل بریلوی کی تقاریر کا آغاز اسی عرس قادری بدایونی سے ہوا۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

(۷)

۱۲۹۴ھ میں فاضل بریلوی اور مولانا نقی علی خاں بدایوں حضرت مولانا محب رسول عبدالقادر بدایونی کے پاس تشریف لائے اور پھر علماء اکابر بدایوں حضرت شاہ اچھے میاں مارہروی کے عرس میں شرکت کے لئے مارہرہ پہنچے۔ مولانا عبدالقادر بدایونی کی تحریک وتعارف پر حضرت فاضل بریلوی اور ان کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں حضرت شاہ آل رسول مارہروی زیب سجادہ درگاہ عالیہ مارہرہ شریف سے بیعت ہوئے اسی لئے حضرت فاضل بریلوی نے قصیدہ چراغ انس (۱۳۱۵) میں فرمایا ہے۔

تیری نعمت کا شکر کیا کیجئے
تجھ سے کیا کیا ملا محب رسول
اور تو اور شیخ تجھ سے ملا!
اس سے بڑھ کر ہے کیا محب رسول

۱۲۹۶ء میں حضرت شاہ آل رسول مارہروی کا وصال ہوگیا حضرت شاہ ابوالحسین نوری میاں نے فاضل بریلوی کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اور اسد الخلفا کا خطاب دیا۔

(۸)

فاضل ریلوی ' مولانا عبدالقادر بدایونی سے ملاقات تبادلہ خیال اور علمی مذاکرات کے سلسلہ میں مدرسہ قادریہ بدایوں تشریف لے جاتے تھے کبھی کبھی کسی علمی مسئلہ کی تحقیق کے سلسلہ میں مولانا عبدالقادر بدایونی کو پہلے سے لکھ دیتے تھے۔ چنانچہ مولانا عبدالقادر بدایونی اس مسئلہ کو ذہن نشین فرماتے اور اس مسئلہ سے متعلق جملہ کتب' کتب خانہ سے نکلواکر رکھ لیتے تھے۔ اس سے ان دونوں حضرات کے تعلق خاطر کا اندازہ ہوتا ہے۔

(۹)

فاضل بریلوی نے ۱۳۱۵ھ میں باسم تاریخی قصیدہ "چراغ انس" حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی کی مدح میں لکھا ہے وہ شاہکار قصیدہ ہے شعر وانشار اور زبان وبیان کے علاوہ وہ اس دور کی مذہبی وعلمی کیفیت کا بھی آئینہ دار ہے وہ قیصدہ اسی زمانہ میں شائع بھی ہوگیا تھا پھر مولانا حسن رضا خان مرحوم نے نہایت صحت واہتمام سے اپنے پیش لفظ کے ساتھ مشہور رسالہ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) (ذی قعدہ ذی الحجہ ۱۳۱۸) میں شائع کیا تھا۔ خوش قسمتی سے یہ رسالہ ہمارے ذخیرہ علمیہ میں محفوظ ہے۔ مندرجہ ذیل شعر سے اس قصیدہ کا آغاز ہوتا ہے۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

اے امام الہدیٰ محب رسول
دین کے مقتدیٰ محب رسول

(۱۰)

اسی سال ۱۳۱۵ھ میں فاضل بریلوی نے حضرت شاہ ابوالحسین نوری میاں مارہروی کی شان میں قصیدہ نوری باہم تاریخی "مشرقستان قدس" لکھا۔ مذاق میاں بدایونی کے حلقہ کی طرف سے اس قصیدہ پر فنی وعروضی اعتراض کئے گئے اور ایک کتابچہ "مراۃ الغیب" کے نام سے شائع ہوا۔ مولانا علی احمد خان اسیر بدایونی (ف ۱۹۲۷ء) نے مراۃ الغیب کے جواب اور مشرقستان قدس کی تائید میں ایک رسالہ مشرقستان اقدس لکھا جو مولوی نواب سلطان احمد خان بریلوی کے نام سے شائع ہوا ہے اس قصیدہ کا پہلا شعر ہے۔

ماہ سیما ہے احمد نوری
مہر جلوہ ہے احمد نوری

بعض لوگوں نے کچھ لگائی بجھائی کی تھی جس کے نتیجہ میں یہ قصیدہ لکھا گیا تھا چنانچہ درج ذیل اشعار میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

میرے حق میں مخالفوں کی نہ سن
حق یہ میرا ہے احمد نوری
تو ہنسا دے کہ نفس بدنے ستم
خون رولایا ہے احمد نوری

اس قصیدۂ نوری کے تتبع میں بدایوں کے دو بزرگ حاجی عطا محمد عطا بدایونی اور محمد نبی سوز بدایونی نے بھی حضرت نوری میاں کی شان میں قصیدے لکھے تھے اول الذکر قصیہ ہماری نظر سے گزرا ہے۔

(۱۱)

۱۳۱۷ھ میں فاضل بریلوی نے اپنا مشہور قصیدہ نور لکھا جس کا پہلا شعر

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

اور آخری شعر ہے۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے
ہوگئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

سب سے پہلے یہ قصیدہ عرس قادری بدایوں میں ۵ جمادی الآخر ۱۳۱۷ھ کو پڑھا گیا جس میں ہندوستان کے نامور علماء اور مشائخ مولانا عبدالقادر بدایونی، مولانا وصی احمد محدث، مولانا ہادی علی خاں سیتاپوری، مولانا ہدایت رسول، شاہ محمد فاخر الہ آبادی، مولانا عبدالصمد سہوانی، شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی، شاہ تجمل حسین شاہجہانپوری وغیرہ موجود تھے۔ حضرت شاہ ابوالحسین نوری میاں صدر مشائخ تھے۔ حضرت فاضل بریلوی بھی تشریف فرما تھے۔ بدایوں کے مشہور نعت خواں حبیب قادری مرحوم نے اپنے مخصوص انداز میں قصیدہ نور پڑھا۔ لوگ بیان کرتے تھے کہ محفل سراپا نور بن گئی ایک ایک شعر چار چار پانچ پانچ مرتبہ پڑھا گیا کیف وسرور کی ایک کیفیت برپا تھی تحسین وآفرین کے نعرے تھے دس بجے یہ قصیدہ شروع ہوا اور قبل ظہر ختم ہوا۔

حضرت شاہ احمد نوری قدس سرہ نے جو گردن جھکائے مراقب نظر آرہے تھے گردن اٹھائی اور دست بدعا ہوئے حضرت فاضل بریلوی والہانہ انداز کے ساتھ اٹھے اور بے ساختہ ایک چیخ نکلی اور حضرت میاں صاحب قبلہ کے زانوئے مبارک پر سر رکھ دیا۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔

(۱۲)

مولانا علی احمد خاں اسیر نے بھی اسی زمین میں ایک قصیدہ نور لکھا تھا جو اسی روز رات کو بعد اختتام وعظ پڑھا گیا۔ اس قصیدہ کا مطلع ہے۔

مرحبا آیا عجب موسم سہانا نور کا
بلبلیں گاتی ہیں گلشن میں ترانہ نور کا

قصیدہ کا اختتام اس طرح ہوا۔

ہوں مقلد میں رضا کا اس زمین نور میں
میں نے بھی جاگیر میں پایا علاقہ نور کا
دوجہاں میں رات دن یارب رضا کے ساتھ ساتھ
بہر ذوالنورین رکھنا ہم پہ سایہ نور کا
نور کی بارش جھما جھم ہوتی آتی ہے اسیر
لو رضا کے ساتھ بڑھ کر تم بھی حصہ نور کا

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

اس قصیدہ کی بھی خوب دھوم رہی۔

شاید یہاں یہ ذکر بھی بے محل نہ ہوگا کہ مولانا ضیاء الدین بدایونی مرحوم(ف ۱۹۷۰ء) نے بھی اسی زمین میں ایک قصیدہ ۱۳۷۶ھ میں باسم تاریخی "نور خورشید" لکھا جس کا مطلع ہے۔

اوج عشرف پاک سے چمکا ستارا نور کا
صبح میلاد نبی عالم ہے سارا نور کا

آخر کے دو شعر ملاحظہ ہوں۔

ہے منور نور سے قبر رضا قبر اسیر
ان کے صدقے یہ قصیدہ بھی ہو سارا نور کا
اے عرب کے چاند چمکادے مری لوح جبیں
ہو ضیا کو پھر مدینہ میں نظارا نور کا

(۱۳)

مولانا محمد علی قادری ساکن قصبہ آنولہ حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلوی کے خاص شاگرد اور تربیت یافتہ تھے ان کا بیان ہے کہ جب میں حفظ قرآن اور ابتدائی اردو فارسی کتابوں سے فارغ ہوا تو میرے والد مرحوم نے بریلی کے مدرسہ میں بھیجنے کا ارادہ کیا۔ حضرت فاضل بریلوی کا آخری زمانہ حیات تھا جب والد صاحب بریلی پہنچے تو براہ راست اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے نہایت شفقت ومحبت کا اظہار فرمایا۔ اور میرا نام پوچھا میں نے عرض کیا محمد علی، نام سن کر بہت دعائیں دیں اور حضرت مولانا حامد رضا خاں کو بلوایا اور ان کے سپرد کیا کہ یہ تمہارے ایڈیٹر مولانا محمد علی ہیں ان کی تعلیم وتربیت کرو۔

مولانا محمد علی فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا حامد رضا خاں مرحوم کی غایت درجہ شفقت ومحبت میرے حال پر رہی ان کی حسن تعلیم وتربیت کا فیض ہے کہ میں بریلی سے فارغ التحصیل ہوا اور جب رسالہ یادگار رضا کا اجراء ہوا تو مجھے ایڈیٹر مقرر کیا گیا اس موقع پر مولانا حضرت حامد رضا خاں نے فرمایا کہ ان کو تو خود اعلیٰ حضرت ایڈیٹر فرما گئے ہیں۔

مولانا محمد علی مرحوم فرماتے تھے کہ حضرت ابا میاں مرحوم حضرت شاہ ابوالحسین نوری میاں سے بیعت تھے لہٰذا یہ ساری شفقتیں اور محبتیں اس تعلق سے تھیں۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

حاجی عبدالجامع جامی بدایونی (ف۱۹۶۵ء) بدایوں کے ثقہ شاعر اور مرفہ الحال بزرگ تھے ان کے والد حاجی عبدالقدیر حضرت شاہ آل رسول مارہروی کے خاص مرید تھے چنانچہ حضرت کے وصال پر حاجی عبدالقدیر جو مرثیہ باسم تاریخی "مرثیہ آل رسول مقبولہ الہ" (۱۲۹۶ھ) لکھا ہے اور افضل المطابع کھیڑہ بزرگ (بدایوں) سے شائع ہوا ہے حاجی صاحب کا بیان ہے کہ والد صاحب نے اس مرثیہ کو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کو دکھانے کے بعد شائع کیا ہے۔

اسی وقت ایک مرثیہ باسم تاریخی "مرثیہ قطب زمانہ آل رسول" ۱۲۹۶) منظومہ غلام غوث قادری المتخلص وحشت مذاقی (مطبوعہ احمد المطابع دہلی) بھی شائع ہوا مگر اول الذکر کو خاص مقبولیت حاصل ہوئی۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net
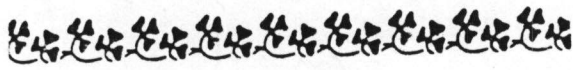
رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد نقی علی خاں بریلوی

والدِ ماجد، امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ السامی

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری (جامعہ کراچی)

رئیس المتکلمین، قدوۃ المتقین، تاج العلماء، حامی سنت ماحی بدعت بقیۃ السلف حجت الخلف علیہ الرحمہ جماد الاخریا رجب المرجب میں ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء میں محلّہ ذخیرہ بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔{۱} آپ کے آباؤ اجداد قندھار کے معزز قبیلہ بڑھیچ کے پٹھان تھے جو مغلیہ دور میں لاہور آئے اور مقتدر عہدوں پر فائز رہے۔ لاہور کا تاریخی شیش محل انہیں کی جاگیر تھا۔{۲} آپ کے خاندان کے مورث اعلیٰ سعید اللہ خاں ترک وطن کرکے قندھار سے لاہور پہنچے جہاں ان کی بہت پذیرائی ہوئی۔ لاہور کا شیش محل رہائش کے لئے عطا ہوا، شاہی مہمان نوازی ہونے لگی۔ جلد ہی دہلی پہنچے اور چند ہی دنوں میں فوج کے بڑے عہدے پر فائز ہوگئے اور روہیل کھنڈ کے صدر مقام بریلی میں آپ کو صوبہ دار بنایا گیا جو اس وقت کے گورنر کے مقام کا عہدہ سمجھا جاتا تھا۔ آپ کو ایک جاگیر بھی عطا ہوئی جو بعد میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے موقعہ پر ضبط کرلی گئی اس کے بعد ریاست رامپور کے حوالے کردی گئی۔{۳}

سعید اللہ خاں نے اپنی آخ ی میں متوکلانہ گزاری اس وقت تک ان کے صاحبزادے سعادت یار خاں وزیر دربار دہلی ہوچلے تھے۔ جنہوں نے دہلی میں وزارت کی دو نشانیاں یادگار چھوڑی ہیں ایک "بازار سعادت گنج" اور دوسری "سعادت خاں کی نہر"۔ سعادت یار خاں کے نبیرہ حافظ کاظم علی خاں ابن محمد اعظم خاں کے دور میں مغلیہ سلطنت کا زوال شروع ہوگیا تھا جس کی وجہ سے حافظ کاظم علی خاں دہلی سے لکھنؤ آگئے۔ آپ نے اودھ کی سلطنت میں کارہائے نمایاں انجام دیئے جس کے صلے میں آپ کو اودھ میں جاگیر عطا ہوئی۔{۴}

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

حافظ کاظم علی خاں نے اپنے دو بیٹے اپنے پیچھے چھوڑے ایک مولانا مولوی رضا علی خاں اور دوسرے حکیم تقی علی خاں جنہوں نے فن طب میں خاصی مہارت اور شہرت حاصل کی اور ریاست جے پور میں طبیب خاص ہوئے۔{۵}

مولانا محمد رضا علی خاں بریلوی کی ولادت (ا) ۱۲۲۴ھ / ۱۸۰۹ء میں بریلی شریف میں ہوئی۔ جملہ علوم و فنون کی تکمیل ۲۳ برس کی عمر میں مولانا خلیل الرحمٰن ولد ملا عرفان رامپوری سے ٹونک راجستھان میں ۱۲۴۷ھ میں کی' فقہ میں خاص دسترس حاصل ہوئی آپ سعید اللہ خاں کے خاندان کے پہلے فرد ہوئے جنہوں نے خاندان میں "مسند افتا" کی بنیاد ڈالی{۶} جو آج چھٹی پشت یعنی مفتی سبحان رضا خاں بریلوی ابن مفتی ریحان رضا خاں بریلوی (المتوفی ۱۴۰۵/ ۱۹۸۵) ابن مفتی ابراہیم رضا عرف جیلانی میاں (المتوفی ۱۳۸۵/ ۱۹۶۵ء) ابن مفتی حامد رضا خاں بریلوی (المتوفی ۱۳۶۲/ ۱۹۴۳ء) ابن مجدد دین و ملت مولانا احمد رضا خان بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) ابن مفتی نقی علی خاں بریلوی (المتوفی ۱۲۹۷ھ) میں بھی جاری ہے۔ آپ ہی نے اس خاندان میں تلوار کے جہاد کے ساتھ ساتھ جب مختلف باطل فرقوں نے جنم لینا شروع کیا تو اس کے خلاف قلم سے جہاد کی بھی بنیاد ڈالی جس کو آپ کے لائق پوتے مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے بھرپور قلمی جہاد کرتے ہوئے پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور مجدد ہونے کا اس خاندان میں اعزاز حاصل کیا۔

مولانا محمد رضا علی خاں بریلوی جو حریت پسند تھے اور اہل سنت کے علماء کی جانب سے جب انگریزوں کے خلاف ۱۸۵۷ء میں جہاد کا فتویٰ دیا گیا تو آپ نے نہ صرف فتویٰ کی حمایت کی بلکہ بھرپور

(ا) امام احمد رضا بریلوی نے اپنے جد امجد مولانا محمد رضا علی خان بریلوی کی ولادت' ختم درس اور وصال کے متعلق جو تاریخیں کہیں ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

جدی کان عالما" --------- لم یر مثلہ النظر

قلت فکیف نہتدی --------- قال رضاءنا القمر ۱۲۲۴ھ

قلت ختام درسہ --------- اخار الدرر ۱۲۴۷ھ

قلت فعام نقلہ --------- قال محجل اغر (۱۲۸۲)

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (۱۲۸۲ھ)

(ماخوذ حیات مولانا احمد رضا مؤلف ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۸۵)

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

جہاد میں حصہ لیا۔ مجاہدین کو ہر امکانی مدد کرتے اور ان کو گھوڑے بھی مہیا کرتے۔{۲} مجاہدین کو کھانا پہنچانے کی ذمہ داری آپ کے فرزند مولانا نقی علی خاں پوری کرتے۔ آپ نے جنرل بخت خاں جن کا تعلق بھی قبیلہ بڑھیچ سے تھا کے ساتھ مل کر بریلی میں انگریزوں کو شکست دی جس کے بعد خاں بہادر کو بریلی کا حکمراں مقرر کیا گیا دوسری طرف انگریز نے اپنی شکست کے باعث مولانا رضا علی خاں کے سر قلم کرنے کی بھاری رقم کا اعلان بھی کردیا جس کی رقم اس وقت ۵۰۰ روپے مقرر ہوئی مگر جنرل ہڈسن نہ آپ کو قتل کراسکا نہ ہی گرفتار کرسکا البتہ آپ کی جاگیریں ضبط ہوگئیں اور بہت سے گھوڑے چوری کرلئے گئے۔{۷} آپ کا وصال ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۶ء میں ہوا اور بریلی ہی میں تدفین ہوئی۔

مولانا محمد رضا علی خاں کی علمی حیثیت کو ہندوستان کے معروف مؤرخ مولوی حکیم عبدالحئی لکھنوی (المتوفی ۱۳۰۴ھ) نے اپنی مشہور تالیف نزھتہ الخواطر میں ان الفاظ میں سراہا ہے :-

"مولانا محمد رضا علی خاں نے ۲۳ برس کی عمر میں علوم منقولہ و معقولہ سے فراغت حاصل کی، اپنے ہم عصروں میں بہت ممتاز ہوئے اور علم فقہ میں بڑی مہارت حاصل کی۔{۸}

مولانا نقی علی خاں بریلوی نے تمام علوم نقلیہ و عقلیہ کی تعلیم اپنے والد ماجد ہی سے حاصل کی تھی علوم متداولہ کے حصول کے بعد اپنے والد ماجد کی مسند افتا کی ذمہ داری بھی سنبھال لی آپ کو ۴۳ سے بھی زیادہ مختلف علوم و فنون پر دسترس حاصل تھی۔ آپ نے تصنیف کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کی طرف بھی بھرپور توجہ دی۔ آپ کا درس مشہور تھا۔ طلباء دور دور سے آپ کے دولت کدہ پر اکتساب علم کے لئے آتے۔ اسی سلسلے کو آگے بڑھانے کے لئے آپ نے ایک مدرسہ "مصباح التہذیب" کے نام سے بریلی میں قائم کیا۔ تاریخ میں اس کا نام "مصباح العلوم" بھی ملتا ہے۔{۹}

مولانا نقی علی خاں بریلوی علیہ الرحمتہ نے ۵ جمادی الاول ۱۲۹۴ھ میں اپنے سب سے بڑے

---

(۲) مولانا رضا علی خان کا گھر انقلاب ۱۸۵۷ء میں گھوڑوں کا اصطبل اور حریت پسندوں کا لنگر خانہ تھا۔ گھوڑا سواری چونکہ سپہ گری کے لوازمات میں سے ہے اس لئے یہ مشغلہ آپ کا خاندانی اور پسندیدہ تھا غالباً اسی کے اثر کے باعث آپ کے بعد آپ کی پشتوں میں بھی گھوڑا سواری کا شوق باقی رہا یہاں تک کہ کوئی بکاؤ گھوڑا آجاتا تو گھوڑے کی منہ مانگی قیمت ادا کرکے گھر میں بچوں کا شوق پورا کیا جاتا تاکہ اجداد کی فطری شجاعت اور سپاہیانہ مہارت قائم رکھی جاسکے (ماخوذ تذکرہ جمیل ص ۱۰۸، مولانا ابراہیم خوشتر)

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

صاحبزادے امام احمد رضا خاں بریلوی کے ہمراہ مارہرہ شریف کے سجادہ نشین سید الواصلین، سند الکاملین، قطب زمانہ سیدنا شاہ آل رسول قادری برکاتی مارہروی (۳) (المتوفی ۱۲۹۶ھ) سے شرف بیعت حاصل کیا۔ پیر روشن ضمیر نے اسی وقت باپ بیٹے دونوں کو جمیع سلاسل میں خلافت و اجازت عطا (۴) فرمائی اور ساتھ ہی سند حدیث بھی عطا فرمائی۔{۱۰}

مولانا نقی علی خاں بریلوی علیہ الرحمتہ نے ۱۲۹۵ھ میں باوجود شدت علالت و قوت ضعف اپنے بیٹے امام احمد رضا خاں بریلوی کے ہمراہ فریضہ حج و زیارت بھی ادا کیا۔{۱۱} اس موقع پر مکہ مکرمہ کے جید علماء کرام سے شرف ملاقات حاصل ہوا اور باپ بیٹے دونوں کو شیخ الحرم، اجل العلماء اکمل الفضلاء حضرت الشیخ السید احمد زین دحلان مکی علیہ الرحمتہ (المتوفی ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء) سے مکرر سند حدیث حاصل فرمائی جس کا ذکر مولوی عبدالحئی لکھنوی نے بھی کیا آپ رقمطراز ہیں :-

"الشیخ الفقیہ نقی علی خاں بن رضا علی خاں بن کاظم علی خاں بن اعظم شاہ بن سعادت یار خان الافغانی البریلوی احد الفقہا الحنیفتہ اسند الحدیث عن شیخ احمد بن زین دحلان المکی الشافعی ۱۲"

مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمتہ کو اللہ تعالیٰ نے جو دقت نظر، وحدت فکر، فہم صائب اور رائے

---

(۳) حضرت آل رسول ملقب خاتم الاکابر ابن سید شاہ آل برکات ۱۲۰۹ ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم شاہ سلامت اللہ کشفی بدایونی، مولانا انوار صاحب فرنگی محلی، ملا نور اور شاہ نور الحق رزاقی لکھنوی سے حاصل کی۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے دورۂ حدیث کی تکمیل فرمائی آپ نے خلافت سید آل احمد اچھے میاں سے حاصل کی۔ آپ سلسلہ قادریہ کے ۳۷ ویں امام و شیخ طریقت ہیں اور آپ تیرھویں صدی کے اکابر اولیا میں شمار ہوتے ہیں آپکی شان میں امام احمد رضا نے فارسی کے ۴۲ اشعار قلمبند کئے ہیں آپ کا وصال ۱۲۹۶ھ میں مارہرہ شریف میں ہوا۔ (ماخوذ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ ص ۳۷۰)

(۴) اس موقع پر کسی مرید نے شاہ آل رسول علیہ الرحمہ سے دریافت فرمایا کہ آپ نے ۲۲ سالہ نوجوان عالم کو تمام سلاسل میں کیونکر اجازت و خلافت عطا فرمائی تو آپ نے جواب دیا۔

"تم کیا جانو یہ (نوجوان صاحبزادے) بالکل تیار آئے تھے انہیں صرف نسبت کی ضرورت تھی تو یہاں آکر وہ ضرورت بھی پوری ہو گئی یہ فرما کر آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا کہ رب العزت دریافت فرمائے گا کہ آل رسول ہمارے لئے کیا لایا تو میں اس وقت احمد رضا کو پیش کروں گا۔" (سیرت اعلیٰ حضرت ص ۵۴)

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

ثاقب عطا فرمائی تھی وہ معاصرین میں کم دیکھنے میں آتی ہے، عقل معاد اور عقل معاش دونوں کے بھی جامع تھے، سخاوت و شجاعت، (۵) علو ہمت، مروت و صدقات و خیرات میں پیش پیش رہتے۔ غریبوں سے ملتے اور امیروں سے کنارہ کش رہتے۔ گستاخان رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ڈٹ کر مقابلہ فرماتے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سرفروشانہ محبت آپ کا طرہ امتیاز ہے اس سلسلے میں آپ کی تصانیف اس امتیاز کا واضح ثبوت ہیں۔

آپ کی حیات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک اثر کی بنا پر یہ مسئلہ معرکتہ الارا بنا ہوا تھا کہ باقی چھ زمینوں پر نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مثل انبیاء ہوئے ہیں یا نہیں۔{۱۳} ایک گروہ جس کے سرخیل مولوی شمس العلماء امیر احمد سہسوانی (المتوفی ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء){۱۴} تھے۔ بڑے شد و مد سے اس کی حمایت کرتا رہا۔ اس موقعہ پر مولوی امیر احمد سہسوانی نے ایک کتاب "مناظرہ احمدیہ" کے نام سے شائع بھی کرادی مگر مولانا نقی علی خاں بریلوی اور ان کے ہم عصر علماء اہلسنت نے مولوی سہسوانی کے موقف کی سختی سے مخالفت کی اور ایک مناظرہ دینی کا اعلان بنام تاریخ "اصلاح ذات بین" (۱۲۹۳ھ/ ۱۸۷۵ء) شائع کرادیا{۱۵} مگر مخالفین کی جانب سے کوئی جواب نہ پایا۔

مولانا نقی علی خاں بریلوی علیہ الرحمتہ کے تین لڑکے اور تین ہی لڑکیاں تھیں۔{۱۶} آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے مولانا امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی ہیں جن کو دنیاء عرب و عجم ۱۳ویں صدی کا مجدد دین و ملت تسلیم کرتی ہے{۱۷} جن کو وقت کا امام ابو حنیفہ ثانی قرار دیا جاتا ہے{۱۸}، جنہوں نے اپنے والد کی مسند افتاء پر ۱۴ سال کی کم عمری سے فتویٰ نویسی کی اور مسلسل ۵۴ سال{۱۹} یہ خدمت فی سبیل اللہ انجام دی جس کے نتیجے میں ۱۲ مجلدات پر مشتمل ضخیم فتاویٰ ملقب بہ "فتاویٰ رضویہ" وجود میں آیا جو حقیقتاً فقہی مسائل کا ایک عظیم انسائیکلو پیڈیا ہے اور جن کی آج چوتھی پشت یہ خدمات انجام دے رہی ہے، جنہوں نے تن و تنہا قلم سے وہ جہاد کیا کہ ہزار{۲۰} سے زیادہ تصانیف ۷۰ سے{۲۱} زیادہ مختلف علوم و فنون پر یادگار چھوڑی ہیں اور جن کا نام ہی آج

---

(۵) انگریز اقتدار کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے علماء اہلسنت نے جہاد کا فتویٰ صادر فرمایا تھا اس فتویٰ کے مطابق جہاد کی تیاری اور عملاً جہاد کا آغاز کرنے کے لئے جہاد کمیٹی علماء اہل سنت پر مشتمل بنائی گئی تھی۔ حضرت مولانا نقی علی خاں اس کمیٹی کے فعال رکن تھے۔ انگریزوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے مجاہدین کو مناسب مقامات پر گھوڑے اور دیگر سامان پہنچانے کی ذمہ داری آپ کے سپرد تھی جس کو آپ نے بحسن خوبی انجام دیا۔ (ماخوذ حیات مفتی اعظم ہند مرزا عبدالوحید بیگ ص ۳۷)

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

اہل سنت (سنی) ہونے کی کسوٹی قرار پا گیا۔{۲۲}

مولانا نقی علی خاں کے چھوٹے صاحبزادے یا منجھلے صاحبزادے مولانا محمد حسن رضا خاں قادری بریلوی ہیں جن کی پیدائش ۱۲۷۶ھ میں ہوئی اور انتقال ۱۳۲۶ھ میں ہوا۔ آپ کو شعر گوئی میں ملکہ حاصل تھا اور شاعری میں استاد داغ کے شاگرد تھے{۲۳} اور نعتیہ کلام میں بڑے بھائی امام احمد رضا کے شاگرد تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے اور صاحب دیوان بھی۔ آپ کا نعتیہ دیوان "ذوق نعت" مشہور و معروف ہے۔

مولانا نقی علی خاں کے سب سے چھوٹے صاحبزادے مولانا محمد رضا خاں قادری بریلوی کا ذکر تذکروں میں نہیں ملتا۔ سینہ بسینہ روایات سے پتہ چلا کہ آپ بھی عالم تھے اور علم فرائض میں خاصا ملکہ حاصل تھا اور گھر کی زمینداری آپ کی سپرد تھی آپ کی اکلوتی بیٹی کا نکاح اعلیٰ حضرت نے اپنے چھوٹے فرزند مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی ۱۹۱۱ء میں کر دیا تھا۔{۲۴}

مولانا نقی علی خاں بریلوی حج سے واپسی کے دو برس بعد ہی وصال فرما گئے ۵۱ برس اور پانچ مہینے کی عمر میں ذی القعدہ پنجشنبہ وقت ظہر ۱۲۹۷ھ{۲۵} میں انتقال فرمایا اور شب جمعہ اپنے والد ماجد مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمتہ کے پہلو میں بریلی شریف میں دفنائے گئے۔ آپ کے صاحبزادے مولانا احمد رضا خاں بریلوی اپنے والد ماجد کی رحلت کا پس منظر خود تحریر فرماتے ہیں :

> روز وصال نماز فجر پڑھ لی تھی اور ہنوز ظہر کا وقت باقی تھا کہ انتقال فرمایا۔ نزع میں سب حاضرین نے دیکھا کہ آنکھیں بند کئے متواتر سلام فرماتے تھے۔ جب چند انفاس باقی رہے ہاتھوں کو اعضاء وضو پر یوں پھیرا گویا وضو فرماتے ہیں یہاں تک کہ استنشاق بھی فرمایا سبحان اللہ! وہ اپنے طور پر حالت بے ہوشی میں نماز ظہر بھی ادا فرما گئے۔ جس وقت روح پر فتوح نے جدائی فرمائی فقیر سرہانے حاضر تھا۔ واللہ العظیم! ایک نور ملیح علانیہ نظر آیا کہ سینے سے اٹھ کر برق تابندہ کی طرح چہرہ چمکا۔ اور جس طرح لمعان خورشید آئینہ میں جنبش کرتا ہے یہ حالت ہو کر غائب ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی روح بدن میں نہ تھی۔ پچھلا کلمہ کہ زبان فیض ترجمان سے نکلا لفظ "اللہ" تھا بس اور آخر تحریر کہ دست مبارک سے ہوئی "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" تھی کہ انتقال سے دو روز پہلے ایک کاغذ پر لکھی تھی۔ بعدہ فقیر نے حضور پیر و مرشد برحق حضرت سید آل رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رویا میں دیکھا کہ والد ماجد قدس سرہ الماجد کے مرقد پر تشریف لائے۔ غلام نے عرض کی کہ حضور یہاں کہاں "او

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

لفظا" هذا معناه" فرمایا آج سے یا فرمایا اب سے ہم یہیں رہیں گے۔{۲۶}

امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمتہ نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمتہ کے وصال کے موقعہ پر جو تواریخ وفات تحریر فرمائیں وہ مندرجہ ذیل ہیں :-

(۱) خاتم اجلتہ الفقہا ۱۲۹۷ھ

(۲) امین اللہ فی الارض ابنا ۱۲۹۷ھ

(۳) کان نہایتہ جمع العظما ۱۲۹۷ھ

(۴) ان موتتہ العالم موتتہ العالم ۱۲۹۷ھ

(۵) ان فقد فتلک کلمتہ بہا یہتدی ۱۲۹۷ھ

(۶) وفاۃ عالم الاسلام ثلمتہ فی جمع الانام ۱۲۹۷ھ

(۷) خلل فی باب العباد لا ینسد الی یوم القیام ۱۲۹۷ھ

(۸) امنحہ جنتہ اعدت للمتقین ۱۲۹۷ھ

(۹) کمل لہ ثوابک یوم النشور ۱۲۹۷ھ

(۱۰) یا غفور ۱۲۹۷ھ

(۱۱) وادخلی فی جنتی و عبادی ۱۲۹۷ھ

(۱۲) صلی اللہ تعالی علی سیدنا محمد والہ و اهلہ اجمعین ۱۲۹۷ھ

(۱۳) {۲۷} ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ الوھاب ۱۲۹۷ھ

امام احمد رضا نے اپنے والد ماجد کی ولادت کی بھی کئی تواریخ نکالی تھیں چند درج کی جارہی ہیں۔

(۱) جاء ولی نفی الثوب علی الشان ۱۲۴۶ھ

(۲) رضی الاحوال بہی المکان ۱۲۴۶ھ

(۳) ھو اجل محقق الافاضل ۱۲۴۶ھ

(۴) شہاب المدققین الاماثل ۱۲۴۶ھ

(۵) قمر فی برج الشرف ۱۲۴۶ھ

(۶) بری من الخسوف والکلف ۱۲۴۶ھ

(۷) افضل سباق العلماء ۱۲۴۶ھ

(۸) اقلم حذاق الکرما ۱۲۴۶ھ {۲۸}

مولانا نقی علی خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی نمایاں خدمت

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

انجام دی اور اپنے پیچھے ۲۶ تصانیف یادگار چھوڑ گئے جن میں سے آدھی سے زیادہ شائع بھی ہو چکی ہیں لیکن اکثر کتابوں کے نسخے اب کمیاب ہیں۔ آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ حاصل نہ ہو سکا مگر آپ ن چند ہی تصانیف اس بات کی غماز ہیں کہ آپ کا پایہ علم بہت بلند تھا۔ آپ کے قلمی رشحات کی تفصیل کچھ یوں ہے :۔

۱۔ الکلام الاوضح فی تفسیر سورہ الم نشرح	سورہ الم نشرح کی ضخیم تفسیر جس میں سیرت اور فضائل رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بڑا ذخیرہ جمع کیا ہے۔
۲۔ وسیلتہ النجاۃ	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ
۳۔ سرور القلوب بذکر المحبوب	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف جلیلہ و کمالات عظیمہ
۴۔ جواہر البیان فی اسرار الارکان	(۶) ارکان اسلام کے فضائل اور اسرار پر بے مثال کتاب
۵۔ اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد	رد نجدیت
۶۔ ہدایتہ البریتہ الی الشریعتہ الاحمدیتہ	دس فرقوں کا حکیمانہ رد
۷۔ فضل العلم والعلماء	علم اور علماء پر مختصر مگر جامع کتاب
۸۔ اذقتہ الاثام لمانعی عمل المولود القیام	(۷) میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواز پر مدلل کتاب
۹۔ ازالتہ الاوہام	رد نجدیہ
۱۰۔ الکواکب الزہر فی فضائل العلم وآداب العلماء	(۸) فضائل علم پر مدلل کتاب
۱۱۔ تزکیتہ الایقان	تقویت الایمان کا رد
۱۲۔ الروایتہ الرویتہ فی الاخلاق النبویتہ	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمانہ
۱۳۔ النقادۃ النقدیتہ فی الخصائص النبویتہ	خصائص مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

(۶) امام احمد رضا بریلوی نے اس کتاب کے صرف ابتدائی ۲۵۰ صفحات کی ایک مبسوط شرح "زواہر الجنان من جواہر البیان" لکھی تھی جس کا تاریخی نام "سلطنت مصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ" (۱۲۹۷ھ) رکھا گیا اور جس کتاب کا اعلیٰ حضرت نے خود اپنی تحریروں میں اکثر ذکر بھی کیا ہے مگر افسوس کہ یہ قلمی نسخہ ہنوز مفقود الخبر ہے

(۷) امام احمد رضا بریلوی نے اس کتاب کی شرح تحریر فرمائی ہے جس کا تاریخی نام "رشاقتہ الکلام فی شرح اذقتہ الاثام" رکھا گیا۔ یہ کئی دفعہ شائع ہو چکی ہے۔

(۸) اس رسالے کی احادیث کی تخریج امام احمد رضا بریلوی نے خود فرمائی جس کا تاریخی نام "النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب۔"

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

۱۴- لمعتہ النبراس فی اداب الا کل واللباس	کھانے پینے اور لباس کے آداب
۱۵- التمکن فی تحقیق مسائل التزین	زیب و زینت کے مسائل
۱۶- احسن الدعاءفی اداب الدعا	(۹) دعا کے آداب و فضیلت
۱۷- خیر المخاطبتہ فی المحاسبتہ المراقبتہ	محاسبہ نفس اور مراقبے کے مسائل
۱۸- ہدایتہ المشتاق الی سیر الانفس والافاق	سیر نفس اور سیر کائنات کی تفصیلات و مسائل
۱۹- ارشاد الاحباب الی اداب الاحتساب	طلب، ثواب اور اس کے آداب
۲۰- اجمل الفکر فی مباحث الذکر	ذکر کے مسائل
۲۱- عین المشاہدۃ لحسن المجاہدۃ	مجاہدہ نفس کے مباحث
۲۲- تشوق الاداۃ الی طرق حجنۃ اللہ	محبت الٰہی کے طریقے اور راستے
۲۳- نہایتہ السعادۃ فی تحقیق الہمہ والارادۃ	ہمت اور ارادہ کی معنوی تحقیق
۲۴- اقوی الذریعتہ الی تحقیق الطریقتہ والشریعتہ	شریعت اور طریقت کا باہمی تعلق
۲۵- تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال	
۲۶- اصلاح ذات بین {۲۹}	

مولانا نقی علی خاں بریلوی کی کئی تصنیفات پر اہل علم حضرات نے تقاریظ یا تاثرات قلم بند کئے ہیں یہاں چند کا ذکر کیا جارہا ہے تاکہ آپ کی قلمی رشحات کا اندازہ لگایا جاسکے۔

سرور القلوب بذکر المحبوب :-

آپ نے اس کتاب میں ۹ ابواب باندھے ہیں اس کتاب پر مولوی نیاز احمد ہوش بریلوی (۱۰) کی

---

(۹) امام احمد رضا خاں بریلوی نے اس پر بھی حاشیہ چڑھایا ہے اور یہ شرح "ذیل المدعا لاحسن الدعاء" کے نام سے شائع بھی ہوئی ہے پاکستان میں ادارہ تصنیفات امام احمد رضا نے اس کو شائع کیا ہے۔

(۱۰) مولوی نواب نیاز احمد خاں (المتوفی ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۲ء) (عرف بنے میاں) خلف نواب نیاز محمد خاں کا نسب چوتھی پشت میں حافظ الملک حافظ رحمت خاں (المتوفی ۱۷۷۴ء) والی روہیل کھنڈ سے ملتا ہے۔ نواب نیاز احمد خاں نے فارسی کی تعلیم خلیفہ امیر الدین آزاد بریلوی سے حاصل کی کتب درسیہ معقولہ و منقولہ بریلی کے علماء سے پڑھیں شاعری میں حکیم محسن علی جوش بریلوی کے شاگرد ہوئے۔ آپ کا دیوان کلیات ہوش ۱۸۹۶ء میں لکھنؤ سے شائع ہوا۔ آپ بریلی کے استاد، شعراء اور صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ تاریخ روہیل کھنڈ، مثنوی ترانہ ہوش، حدیقہ نعت آپ کی مطبوعہ تصانیف ہیں۔ غیر مطبوعہ کتب میں شہادت نامہ بے نظیر، فسانہ غرائب اور واسوخت ہوش ہیں۔ آپ قصیدہ، غزل، سلام سب کچھ کہتے ہیں آپ کے انتقال پر جناب خواہاں بریلوی نے جو رباعی کہی وہ آپ کی قبر پر بھی کندہ ہے۔

بقیہ اگلے صفحہ پر

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

تقریظ کا اقتباس نقل کیا جارہا ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے :-

فی الحال ان کے نخل کمال سے ایک گل تازہ کھلا چمن علم فصاحت و بلاغت بھی پھولا پھلا یعنی انہوں نے نسخہ باب و تاب موسوم بہ لب لباب معروف بہ "سرور القلوب فی ذکر المحبوب" تالیف کیا ہے۔ یہ رنگ برنگ کے مضامین رنگین سے میدان بیان کو خجلت وہ باغ رضواں بنا دیا ہے۔ گلہائے وعظ و پند کی شگفتگی سے عین الیقین ہوتا ہے کہ یہ کتاب جواب گلستان بلکہ رنگینی عبارت کی روش سے کھلتا ہے کہ واقعی عین گلستان ہے نزہت اور شگفتگی میں سراسر ہم پلہ بوستان ہے لفظوں میں ہزار ہا معنی مناسب رنگ برنگ کے پوشیدہ نظر آتے ہیں۔ مردم دیدہ بھی جن کے دیکھنے سے ہردم ترو تانگ پاتے ہیں۔ ہزار ہا دقائق و نکات علمیہ سے یہ کتاب بھری ہے یا شجرہ علم

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

اٹھ گیا فخر خانداں کیسا
صدمہ جاوداں ہے دنیا کو
نام نامی نیاز احمد خاں
بر زباں ہر زباں ہے دنیا کو
تھا حکیم و مورخ و شاعر
جوہر اس کا عیاں ہے دنیا کو
لکھو تاریخ فوت اے خواہاں
غم بنے میاں ہے دنیا کو

۱۳۰۹ھ

مولوی نیاز احمد کے کلام کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں

نمونہ کلام فارسی :-

مہر تاباں ازمہ رخسار تست
حشر برھم ورھم از رفتار تست
از خواب ناز یار بپا شد قیامتے
بربست چشم را و در فتنہ باز کرد
اے ہوش خاک پائے بتاں ہست کیمیا
ایں رو' زمال و جاہ مرا بے نیاز کرد

بقیہ اگلے صفحہ پر

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

کی نکلی ہے۔ اہل اسلام کی نظروں میں ہر باب اس کا غیرت افزائے باغ جناں ہے اس کی ہر فصل پر بلا مبالغہ فصل بہاری کا گمان ہے۔ ہوائے مطالعہ اس کی بداعتقادوں کی چمن طبع کے لئے سر بسر صرصر ہے۔ خوش اعتقادوں کو اس کی سیر کلگشت فردوس کے برابر ہے حاسدوں کا غنچہ بینی اسے دیکھ کر مرجھاتا ہے گل طبع میں صم بکم کا رنگ نظر آتا ہے۔۔

کیوں نہ پژمردہ ہوں گلہائے مضامین عدو
باغ حاسد کے لئے باد خزانی یہ ہے

کسی مقام پر ایک قرینہ سے بیان غفاری ہے کسی جگہ طریقے سے ذکر قہاری ہے کہیں رزم کہیں بزم کہیں سراپا تحریر ہے۔ ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس علوشان اور طرز بیان کے ساتھ ادا کیا ہے کہ ہر شخص کے لئے متشابہ تفسیر ہے۔{۳۰}

مولانا نقی علی خاں بریلوی کی تصنیف "سرور القلوب فی ذکر المحبوب" پر ایک تقریظ آپ کے ہمعصر علامہ سید ہدایت علی ہدایت بریلوی (۱۱) (المتوفی ۱۳۲۲ھ) کی بھی ہے جس میں آپ نے مولانا

پچھلے صفحہ کا بقیہ

انتخاب قصیدہ :۔

عروج اتنا بڑھا ہے فضل رب سے طبع انور کا
کہ بے شک اوج مضموں پر ہے معراج پیمبر کا
یہ پایا رتبہ فیض آفتاب نعت حضرت سے
کہ میں بھی ایک ذرہ ہوں رسول اللہ کے در کا
مرے اے ہوش ملتے ہیں لب تند مکرر سے
ادا کرتا ہوں جب میم مشدد میں محمد کا

(ماخوذ تاریخ شعراء روہیل کھنڈ شایان بریلوی ص ۱۲۱۲)
و تاریخ روہیل کھنڈ مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی ص ۲۹۴

(۱۱) مولانا ہدایت علی بریلوی نے علامہ فضل حق خیر آبادی سے تحصیل علم کیا۔ درسیات میں مفتی محمد عوض عثمانی بدایونی (م ۱۸۱۶ء) سے بھی استفادہ کیا اور شاعری میں خلیفہ امیرالدین آزاد بریلوی کے شاگرد تھے اردو اور فارسی دونوں زبان میں کلام کہا ہے۔ نعتیہ دیوان اردو "ہدایت فیاض" ۱۸۹۴ء میں چھپا تھا مگر اب نایاب ہے مولانا ہدایت علی کی نعتیں برصغیر میں بڑے ذوق و شوق سے پڑھی اور

بقیہ اگلے صفحہ پر

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

نقی علی خاں کے لئے جو القاب و آداب قلمبند کئے ہیں وہ آپ کے روحانی، علمی منصب کے آئینہ دار ہیں آپ تحریر فرماتے ہیں :-

"مجمع مکارم و اخلاق، منبع جود و اشفاق، قبول گاہ رب العالمین، مداح سید المرسلین ہادی امت رسول خدا، بحر معراج علم صدق و صفا، افضل علماء زماں مولوی محمد نقی علی خاں ابن مولوی محمد رضا علی خاں کی تعریف میں زبان قلم لال ہے، انسان سے ان کی خوبیوں کا بیان ہونا محال ہے۔" {۳۱}

آگے چل کر منظوم خراج عقیدت پیش فرماتے ہیں :-

وہ عطا کی خدا نے یکتائی	کسی کی طاقت کرے جو ہمتائی
فاضل بے بدل کو سیم و خلیق	ذکر محبوب حق کا شیدائی
عالم باعمل فصیح و بلیغ	واہ رے علم و فضل و دانائی

پچھلے صفحہ کا بقیہ

سنی جاتی تھیں یہاں چند اشعار نقل کئے جا رہے ہیں۔

کیں شب معراج باتیں آپ نے اللہ سے
سامعہ نے لطف اٹھایا خوبی تقریر کا
ایک مدت صرف کی نعت رسول پاک میں
حشر میں اللہ سے لوں گا صلہ تحریر کا

مولانا ہدایت نے مسدس فضائل درود و سلام میں ۶۱ بند کہے تھے ان میں ایک پیش کیا جا رہا ہے۔

دونوں جہاں میں حامی و یاور درود ہے
آرام بخش عرصہ محشر درود ہے
فرحت فزائے خاطر مضطر درود ہے
قرآن کے بعد افضل و بہتر درود ہے
مطلب ملے مراد ملے مدعا ملے
دیدار پاک روئے نبی ہو خدا ملے

آپ کے تلامذہ میں مولانا فضل حق رام پوری، ابو الحسین احمد نوری برکاتی اور مولانا یونس علی بدایونی مشہور ہوئے ہیں آپ کا وصال ۱۳۲۲ھ میں ہوا۔

(ماخوذ 1، تذکرہ شعراء روہیل کھنڈ و تذکرہ علماء اہلسنت)

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

شانِ اللہ کی نظر آجائے　گر کریں خود اہل بینائی
وقت تقریر پھول جھڑتے ہیں　بلبلیں کہتی ہیں بہار آئی
ائے ہدایت بیان فیض ہوگیا　گم ہوا نام حاتم طائی

{۳۲}

امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ نے بھی اپنے والدماجد کی تصنیف لطیف "سرور القلوب فی ذکر المحبوب" (۱۲۸۴ھ) کی تکمیل پر جو قطعہ تاریخ کہا تھا وہ یہاں پیش کیا جارہا ہے خیال رہے اس وقت اعلیٰ حضرت کی عمر شریف صرف ۱۲ سال تھی کیونکہ آپ کی پیدائش ۱۲۷۲ھ ہے :

میرے والد نے جب کیا تصنیف　یہ رسالہ بوصف شاہ ہدے
جس کا ہر صفحہ تختہ فردوس　ہر ورق سدرہ و طوبے
گیسوئے حور ہے سواد حروف　مردم چشمہ حور ہر نقطہ
یا قلم اس کا ابر نیساں ہے　ہر ورق اس کا علم کا دریا
ہر سطر رشک موج صافی ہے　دائروں کا صدف لکھوں تو بجا
نقطے جس کے ہیں گوہر شہوار　قیمت ان کی ہے جنت الماویٰ

سال تالیف میں رضا نے کہا{۳۳}
وصف خلف رسول امی کیا

. -----۱۲۸۴ھ-----　(امام احمد رضا)

مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمتہ کی جب یہ تصنیف ۱۲۸۸ھ میں طبع ہوئی تو اس وقت بھی آپ کے لائق فرزند ارجمند نے قطعہ تاریخ تحریر فرمایا جو فارسی زبان میں ہے اور غالباً یہ آپ کا پہلا فارسی کلام ہے :

شد چو مطبوع این کتاب عجیب　بود در فکر سال طبع رضا
ناگہاں داد ہاتف اش آواز　ذکر ہادی چہ مرہم جانہا

{۳۴}

۱۲۸۸ھ

تفسیر الم نشرح :-

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے مولانا نقی علی خاں کی تفسیر سورہ الم نشرح کے صرف مقدمے سے

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

متاثر ہو کر ایک مقالہ بعنوان "عشق ہی عشق" تحریر فرمایا جس کے چند اقتباسات یہاں درج کئے جارہے ہیں۔ آپ اس کا تعارف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :-

"قرآن کریم کی آٹھ مختصر آیتوں کی تفسیر بڑے سائز کے ۴۳۸ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے یہ امام احمد رضا کے والد ماجد علامہ محمد نقی علی خاں کی تفسیر ہے جو پہلے ہندوستان سے شائع ہوئی اور پھر پاکستان سے شائع ہوئی---- اس تفسیر کو جب غور سے پڑھا تو آنکھیں کھل گئیں---- صفحہ نمبر ۴ سے پڑھتے پڑھتے جب صفحہ ۱۱ پر پہنچا تو یوں محسوس ہوا جیسے ساحل سمندر پر موتی بکھرے ہوں یا جیسے دامن کوہ پر لعل بکھرے ہوں ---- ہر لعل رشک صد لعل بدخشاں---- خواجہ میر درد کا ایک شعر یاد آیا"

سرسری تم جہاں سے گزرے
ورنہ ہر جا جہان دیگر تھا

آگے چل کر مفسر کے قلمی رشحات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"تفسیر میں ایک طرف مفسر کے عشق و محبت کا عالم نظر آتا ہے تو دوسری طرف ان کے علم و فضل کی شان نظر آتی ہے---- بے شمار علوم عقلیہ و نقلیہ کی **مصطلحات** اور کتابوں کے نام آٹھ صفحات میں اس طرح پرو دیئے ہیں جیسے لڑی میں موتی--- بے شک علم، خادم عشق ہیں---- انہوں نے علم کو عشق کی چوکھٹ پر جھکا کر بتا دیا کہ حاصل علم، عشق و محبت کے سوا کچھ نہیں---- صفحہ ۴ پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آیا، بس پھر کیا تھا---- ذہن بھی رواں، دل بھی رواں، زباں بھی رواں، قلم بھی رواں---- زبان رکتی نہیں، قلم ٹھہرتا نہیں---- ایک سیل رواں ہے کہ چلتا جا رہا ہے---- نام نامی اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فکر و خیال کے افق پر طلوع ہوا تو جھوم جھوم گئے---- ایسا معلوم ہوتا ہے سراپائے مقدس سامنے آگیا ہو ۔

کھینچی ہے سامنے تصویر یار کیا کہنا

مدح و ثنا میں زبان فیض ترجمان ایسی کھلی کہ الفاظ و حروف کا ایک سیلاب امنڈنے لگا۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

کون یہ جان تمنا عشق کی منزل میں ہے
جو تمنا دل سے نکلی پھر جو دیکھا دل میں ہے

الفاظ کی خوشبوؤں سے مشام جاں معطر ہو رہے ہیں۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ! ہاں

مطرب خوش نواگو
تازہ بتازہ نو بہ نو

ہاں ذرا آنکھیں کھولئے، عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہاریں دیکھئے--- محب کو دیکھئے، محبوب کو دیکھئے--- عشق و محبت کی جولانیاں دیکھئے--- حسن و جمال کی سحر آفرینیاں دیکھئے---ہاں۔

حریم حسن کے پردے اٹھے ہوئے ہیں
جگر

{۳۵}

مولانا نقی علی خاں بریلوی کی عشق و محبت کی جولانیاں ملاحظہ کیجئے جس میں وہ اپنی ذات میں منفرد نظر آتے ہیں کہ علوم نقلیہ و عقلیہ کی کتابوں کے نام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت بیان کرنے کے لئے اس طرح پرودئے ہیں کہ پڑھنے والا جھوم جھوم جاتا ہے۔

قلزم درر قلائد درج جواہر عقائد
تیسیر اصول تاسیس روضہ گلستان تقدیس
احیاء علوم و کمالات مطلع اشعتہ لمات
مقدمہ طبقات بنی آدم رہنمائے دین محکم و مسلم
وسیلہ امداد فتاح سبب نزہت ارواح
خازن کنز دقائق درمختار بحر رائق
ذخیرہ جواہر تفسیر مشکوٰۃ مفاتیح تیسیر
جامع اصول غرائب معالم مصدر صحاح بخاری و مسلم
عمدۃ فتوحات رحمانیہ مخزن مواہب لدنیہ
نتیجہ دلائل خیرات لمعان مطالع مسرات

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

مولانا نقی علی خاں بریلوی قدس سرہ نے اردو زبان میں اس طرح کے ۲۶۵ القاب و آداب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح سرائی کے لئے استعمال کئے ہیں اور پھر آگے چل کر عربی زبان میں بھی ۲۴۸ القاب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں لکھے ہیں جو خود ایک مکمل نعت ہے ملاحظہ کیجئے :۔

شارع الشریعۃ البیضاء بارع الرسل والانبیاء
راکب النجیب و البراق صاحب العوالم و الافاق
عز العرب و العجم خطیب الانبیاء والامم
شمس الفلاح والھدیٰ صاحب المقام الاعلیٰ
المحمد فی الکلام القدیم الموفق بالخلق العظیم
الحریص علی مسلمین الرؤف الرحیم بالمئومنین

{۳۷}

پروفیسر ڈاکٹر محمود مسعود احمد نے "عشق ہی عشق" میں اپنے تاثرات آخر میں اسطرح قلمبند کرتے ہیں :

"اللہ اللہ! عشق خانہ ویراں ساز نے کیسا مست و بے خود بنادیا؟----
محبوب کا ذکر آیا---- جذبات کا ایک سیلاب امنڈ پڑا---- کہاں سے چلا تھا اور کہاں تھما؟---- پھر بھی پیاس باقی ہے---- دل چاہتا ہے کہ ابھی اور فکر کیجئے' ہاں۔

قلم بشکن' سیاہی ریز' کاغذ سوز' دم درکش
حسن ایں قصہ عشق ست در دفتر نمی گنجد

یہ ہیں امام احمد رضا قدس سرہ کے والد ماجد علامہ محمد نقی علی بریلوی علیہ الرحمہ---- امام احمد رضا کے سینے میں آپ نے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایسا نقش جمایا کہ پورا وجود سراپا عشق بن گیا اور پھر اس پیکر عشق و محبت نے ملت اسلامیہ میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی روح پھونکی کہ مشرق و مغرب صلوٰۃ و سلام کے نغموں سے گونجنے لگے ہیں۔

مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

{۳۸}

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

مولانا محمد نقی علی خاں بریلوی قدس سرہ العزیز ایک با کرامت ولی اللہ تھے آپ کی کئی کرامتیں مشہور ہیں مگر یہاں صرف دو واقعات نقل کئے جا رہے ہیں جو خود ان کے صاحبزادے کی زبان سے بیان ہوئے۔ امام احمد رضا خاں اپنا ایک خواب ملفوظات میں بیان فرماتے ہیں :

"ہاں تو خواب میں دیکھا کہ مولوی برکات احمد صاحب بھی حضرت والد ماجد قدس سرہ العزیز کے ہمراہ میری عیادت کو تشریف لائے ہیں۔ دونوں حضرات نے مزاج پرسی فرمائی۔ میں شدت مرض سے تنگ آچکا تھا' زبان سے نکلا کہ حضرت دعا فرمائیں کہ اب خاتمہ ایمان پر ہو جائے۔ یہ سنتے ہی والد ماجد قدس سرہ الشریف کا رنگ مبارک سرخ ہو گیا اور فرمایا! ابھی تو ۵۲ برس مدینہ شریف میں : واللہ العالم اس ارشاد کے کیا معنی تھے مگر اس کے بعد جو دوبارہ حاضری مدینہ طیبہ میں ہوئی ہے اس وقت مجھے ۵۲ واں ہی سال تھا یعنی ۵۱ برس ۵ مہینے کی عمر تھی۔ یہ چودہ برس کی پیشن گوئی حضرت نے فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلامان غلام کے کفش بردار ہیں علوم غیب دیتا ہے اور وہابیہ کو جناب سرکار سے انکار ہے۔{۳۹}"

اعلیٰ حضرت دوسرا خواب بیان فرماتے ہیں :-

"ابھی چند ماہ ہوئے ماہ رجب میں حضرت والد ماجد قدس سرہ الشریف خواب میں تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا : اب کی رمضان میں مرض شدید ہوگا' روزہ نہ چھوڑنا' ویسا ہی ہوا اور ہر چند طبیب نے کہا : میں نے بحمد اللہ روزہ نہ چھوڑا' اور اس کی برکت نے بفضلہ تعالیٰ شفا دی کہ حدیث میں ارشاد ہوا : صوموا تصحوا روزہ رکھو تندرست ہو جاؤ گے۔"{۴۰}

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

ماخذ و مراجع

۱۔ مولانا نقی علی خاں بریلوی "جواہر البیان فی اسرار الارکان" (حالات مصنف از مولانا احمد رضا خاں) ص ۶ مکتبہ حامدیہ ۱۹۷۱ء

۲۔ مولانا محمد ظفرالدین قادری بہاری "حیات اعلیٰ حضرت" ص ۲ مکتبہ رضویہ کراچی۔

۳۔ مولانا محمد حسنین رضا خاں بریلوی "سیرت اعلیٰ حضرت" ص ۴۰ بزم قاسمی برکاتی کراچی ۱۹۸۶ء

۴۔ مولانا محمد حسنین رضا خاں بریلوی "سیرت اعلیٰ حضرت" ص ۴۰۔۴۱ بزم قاسمی برکاتی کراچی ۱۹۸۶ء

۵۔ مولانا محمد حسنین رضا خاں بریلوی "سیرت اعلیٰ حضرت" ص ۴۱ بزم قاسمی برکاتی کراچی ۱۹۸۶ء

۶۔ مولوی رحمان علی "تذکرہ علماء ہند" ص ۶۴ مطبع نول کشور انڈیا ۱۳۳۲ھ

۷۔ ماہنامہ "ترجمان اہلسنت" شمارہ جولائی (جنگ آزادی نمبر) ۱۹۷۵ء

(ب) مرزا عبدالوحید بیگ "حیات مفتی اعظم ہند" ص ۲۳۔۳۳ ادارہ تحقیقات مفتی اعظم ہند بریلی ۱۹۹۰ء

(ج) مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی "تذکرہ جمیل" (ص ۹۵۔ ۹۷) سنی رضوی اکاڈمی ماریشس ۱۴۰۸ھ

(د) پروفیسر محمود حسین بریلوی استاد شعبہ عربی بریلی کالج (ایم۔اے، ایم۔فل) نے بتایا کہ انہوں نے یہ واقعات انڈین گزٹ میں بھی دیکھے ہیں افسوس کہ یہاں صحیح حوالہ نہ دیا جاسکا۔

(۸) مولوی عبدالحئی لکھنوی "نزھتہ الخواطر" ج ۷ ص ۱۷۹ مجلس دائرۃ العارف حیدر آباد دکن ۱۳۷۸ھ

(۹) مرزا عبدالوحید بیگ "حیات مفتی اعظم ہند" ص ۳۴ ادارہ تحقیقات مفتی اعظم ہند بریلی انڈیا ۱۴۱۱ھ

(۱۰) مولوی عبدالحئی لکھنوی "نزھتہ الخواطر" ج ۷ ص ۵۹ حیدر آباد دکن ۱۳۷۸ھ

(۱۱) مولوی رحمان علی "تذکرہ علماء ہند" ص ۵۳۲ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی

(۱۲) مولوی عبدالحئی لکھنوئی "نزھتہ الخواطر" ج ۷ ص ۵۱ حیدر آباد دکن ۱۳۷۸ھ

(ب) مولانا عبدالاول جونپوری "فقہ اسلامی" ضمیمہ ص ۲۹۰ مکتبہ غوثیہ ملتان ۱۴۰۱ھ

(۱۳) مولانا نقی علی خاں بریلوی "جواہر البیان فی اسرار الارکان" (حالات مصنف از امام احمد رضا) ص ۶ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء

Digitized by

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا

www.imamahmadraza.net

(۱۴) مولوی رحمان علی "تذکرہ علمائے ہند" ص ۵۶۲ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی۔
(۱۵) مولانا محمد ظفرالدین قادری بہاری "حیات اعلیٰ حضرت" ص ۷ مکتبہ رضویہ کراچی۔
(۱۶) مرزا عبدالوحید بیگ "حیات مفتی اعظم ہند" ص ۴۳ ادارہ تحقیقات مفتی اعظم ہند بریلی انڈیا ۱۴۱۱ھ
(۱۷) ڈاکٹر محمد مسعود احمد "امام احمد رضا اور عالم اسلام" ص ۶۴-۶۵ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۳ء
(۱۸) مولانا یاسین اختر مصباحی "امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں" ص ۹۴ مکتبہ رضویہ کراچی۔
(۱۹) مولانا ظفرالدین قادری بہاری "حیات اعلیٰ حضرت" جلد اول ص ۲۸۰ مکتبہ رضویہ کراچی۔
(۲۰) اعجاز ولی خاں "المعتقد المنتقد" ضمیمہ ص ۲۶۶ مطبوعہ لاہور
(ب) مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی "تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ" ص ۴۱۴ اکیڈمی مشائخ قادری رضوی بنارس ۱۹۸۹ء
(۲۱) پروفیسر مجید اللہ قادری "قران سائنس اور امام احمد رضا" ص ۸۷ (بحوالہ معارف رضا) شمارہ نہم ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۳ء
(۲۲) ڈاکٹر مسعود احمد "امام احمد رضا اور عالم اسلام" ص ۶۷ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۳ء
(۲۳) مولانا محمود احمد قادری "تذکرہ علماء اہل سنت" ص ۹۷ سنی دارالاشاعت فیصل آباد ۱۹۹۲ء
(۲۴) مرزا عبدالوحید بیگ "حیات مفتی اعظم ہند" ص ۵۶ ادارہ تحقیقات مفتی اعظم ہند بریلی انڈیا ۱۴۱۱ھ
(۲۵) مولوی عبدالحیٔ لکھنوی "نزھتہ الخواطر" ج ۷ ص ۵۹ مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۳۷۸ھ
(۲۶) مولانا نقی علی خاں بریلوی "جواہر البیان" (حالات مصنف از احمد رضا خاں) ص ۱۱ مکتبہ حامدیہ لاہور ۱۹۷۱ء
(۲۷) مولانا احمد رضاں خاں قادری بریلوی "حدائق بخشش" حصہ سوم ص ۸۷ مکتبہ پیلی بھیت انڈیا
(۲۸) مولانا احمد رضاں خاں قادری بریلوی "حدائق بخشش" حصہ سوم ص ۸۸ مکتبہ پیلی بھیت انڈیا

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

(۲۹) ڈاکٹر حسن رضا اعظمی "فقیہ اسلام" ص ۱۳۷-۱۳۸ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۴ء

(۳۰) مولانا نقی علی خاں بریلوی "سرور القلوب فی ذکر المحبوب" تقریظ مولوی نیاز احمد خاں مطبوعہ لاہور ۱۹۸۵ء

(۳۱) مولانا نقی علی خاں بریلوی (بحوالہ مرزا عبدالوحید بیگ حیات مفتی اعظم ہند) ص ۵ مطبوعہ انڈیا۔

(۳۲) مولانا نقی علی خاں بریلوی (بحوالہ مرزا عبدالوحید بیگ حیات مفتی اعظم ہند) ص ۵ مطبوعہ انڈیا۔

(۳۳) مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی "حدائق بخشش" حصہ سوم ص ۸۳ مکتبہ پیلی بھیت انڈیا

(۳۴) مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی "حدائق بخشش" حصہ سوم ص ۸۳ مکتبہ پیلی بھیت انڈیا

(۳۵) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد "عشق ہی عشق" ص ۷-۸ رضا اکیڈمی لاہور ۱۹۹۰ء

(۳۶) مولانا نقی علی خاں بریلوی "تفسیر سورہ الم نشرح" ص ۶ مکتبہ رضا پیلی بھیت انڈیا

(۳۷) مولانا نقی علی خاں بریلوی "تفسیر سورہ الم نشرح" ص ۸ مکتبہ رضا پیلی بھیت انڈیا

(۳۸) ڈاکٹر محمد مسعود احمد "عشق ہی عشق" ص ۳۶ رضا اکیڈمی لاہور ۱۹۹۰ء

(۳۹) مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں "ملفوظات" (امام احمد رضا) حصہ دوم ص ۱۴۲ حامد اینڈ کمپنی لاہور

(۴۰) مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں "ملفوظات" (امام احمد رضا) حصہ دوم ص ۱۴۳ حامد اینڈ کمپنی لاہور

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

مولانا سید سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ

شاگرد و خلیفۂ مجاز امام احمد رضا قدس اللہ سرہ العزیز

تحریر: علامہ شبیر احمد غوری (علیگڑھ۔ بھارت)

حواشی: علامہ سید نور محمد قادری (گجرات۔ پاکستان)

مجھے حضرت مولانا سید سلیمان اشرف رحمتہ اللہ علیہ کے شرف تلمذ کی سعادت دو مرتبہ حاصل ہوئی، پہلی مرتبہ ۱۹۳۱ء اور ۱۹۳۲ء میں جب کہ میں بی اے تھرڈ ایر میں پڑھتا تھا اور دوسری مرتبہ ۱۹۳۷ء اور ۱۹۳۸ء میں جبکہ میں بی ٹی ایچ فائنل کا طالب علم تھا۔ مگر یہ سعادت صرف کلاس روم میں حاضری تک محدود تھی۔ ان کی بارگاہ عالی میں باریابی کا شرف ہم جیسے طالب علموں کے لئے ناقابل تصور تھا۔ حضرت مولانا کی ذات گرامی مرجع اکابر و اعیان تھی۔ ان کی بارگاہ میں نہ صرف یونیورسٹی کے اکابر بلکہ ضلع علی گڑھ کے رؤسائے عالی مقدار اور شہر کے وجوہ و اعیان حاضر ہوتے تھے۔ مشہور تو یہاں تک تھا کہ وائس چانسلر صاحب کو بھی اگر کسی اہم مسئلہ میں مولانا سے مشورہ کرنا ہوتا تو انہیں اپنے یہاں آنے کی زحمت نہیں دیتے تھے بلکہ خود وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ان نامساعد حالات میں خود حضرت مولانا سے ان کی نجی زندگی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا کیا امکان ہوسکتا تھا پھر بھی دیگر ذرائع سے جو کچھ معلوم ہوسکا اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

ابتدائی زندگی:

حضرت مولانا بہار شریف (صوبہ بہار) کے ایک ممتاز خاندان سادات کے چشم و چراغ تھے۔ والد بزرگوار کا نام سید محمد عبداللہ تھا۔ ابتدائی تعلیم مولانا محمد احسن ستھانوی سے حاصل کی۔

اعلیٰ تعلیم

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

اعلیٰ تعلیم کے لئے خیر آبادی خانوادہ علمیہ کے مشہور رکن مولانا ہدایت اللہ خان جونپوری(۱) کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا' انہیں سے فاتحہ فراغ پڑھا اور پھر استاد کے دم واپس تک ان کی خدمت میں کمالات علمیہ کا اکتساب کرتے رہے۔ شفیق استاد کے ساتھ حضرت مولانا کی عقیدت عشق کے درجہ تک پہنچ گئی تھی چنانچہ جب بھی ان کا ذکر کرتے وہ اس والہانہ عقیدت کا اظہار ہوتا۔

ملازمت

شفیق استاد کی وفات (۱۹۰۸ء) کا عقیدت مند شاگرد پر گہرا اثر پڑا مگر اسی زمانہ میں ایم اے او کالج علی گڑھ کے لئے دینیات کے لیکچرار کے لئے درخواستیں مانگی گئیں۔ احباب نے مولانا کا غم غلط کرنے کے لئے انہیں اس کے لئے کسی نہ کسی طرح آمادہ کرلیا۔ انٹرویو کے لئے بلائے گئے اور معجزہ پر ایک مقالہ لکھنے کی فرمائش کی گئی جسے حضرت نے بغیر کتب مراجع کی استمداد کے رات بھر میں مکمل کرکے پیش کردیا۔ بعد ازاں نماز جمعہ کے بعد توحید کے موضوع پر تین گھنٹے کی مسلسل تقریر کی جس سے علی گڑھ کے حلقوں میں غیر معمولی شہرت حاصل ہوگئی۔ حضرت مولانا کا

۱۔ مولانا ہدایت اللہ خان صاحب کے بارے میں سید سلیمان ندوی صاحب تحریر کرتے ہیں۔

"مدرسہ اسلامیہ امام بخش جونپور کے آخری نامور مدرس مولانا ہدایت اللہ خان رامپوری' شاگرد مولانا فضل حق خیر آبادی تھے۔ جن کے فضل وکمال کے آوازہ سے ابھی تک ہندوستان پر شور ہے۔ ۱۸۷۰ء میں مدرس ہوئے' ان کے لائق شاگردوں میں مولانا شیر علی صاحب' مولانا احسن بہاری صاحب' مولانا سلیمان اشرف صاحب بہاری اور مولانا لطف الرحمٰن صاحب بردوانی تھے' مولانا شبلی نے بھی ان سے چند روز پڑھا تھا۔"

(حیات شبلی مرتب سید سلیمان ندوی مطبوعہ اعظم گڑھ' ص ۹)

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

تقرر بحیثیت لیکچرار شعبہ دینیات ہوگیا۔(۲) جیسا کہ آگے مفصلاً عرض کیا جائے گا مولانا اس جگہ کے لئے Misfit تھے۔ حکمت و کلام کا دریائے ناپید اکنار جو شیخ بو علی سینا اور امام ابوالحسن اشعری بلکہ ارسطو وافلاطون اور حضرت محمد بن حنفیہ اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے سے

۲۔ مولانا کی تقرری کے واقعہ کو حافظ غلام غوث صاحب نبیرہ مولانا ہدایت اللہ خان صاحب جونپوری اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"مولانا سید سلیمان اشرف صاحب صوبہ بہار کے ایک علمی خانوادہ کے فرد فرید تھے۔ آپ نے جونپور کے مدرسہ حنفیہ میں تعلیم حاصل کی' جہاں مولوی ہدایت اللہ خاں صاحب رام پوری مدرس تھے۔ جب ان کا وصال ہوگیا تو مولانا کا جونپور سے دل اچاٹ ہوگیا۔ اسی زمانے میں ایم اے او کالج علی گڑھ میں دینیات کے ایک لیکچرار کی ضرورت کا اشتہار نکلا۔ طلبائے جونپور نے نواب وقار الملک مشتاق حسین صاحب سے جو کالج کے سیکریٹری تھے درخواست کی کہ اس جگہ پر اگر مولانا سلیمان اشرف صاحب کا تقرر کرلیا جائے تو مناسب رہے گا۔ نواب صاحب نے دینیات کی کمیٹی کے ارکان سے مشورہ کیا اور شروانی صاحب کو جو اس کمیٹی کے سیکریٹری تھے ہدایت فرمائی کہ انٹرویو کے لئے مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کو بھی بلایا جائے۔ سید علی جواد صاحب کے ذریعے' جو اس زمانے میں جونپور کے مدرسہ میں تعلیم پارہے تھے' مولانا کو اطلاع پہنچائی گئی۔ مولانا صاحب سے رزاق بخش قادری صاحب کے بڑے بھائی ستار بخش صاحب کے بہت گہرے مراسم تھے اور مولانا جب بھی علی گڑھ تشریف لاتے انہی کے یہاں قیام کرتے۔ چنانچہ اطلاع ملتے ہی مولانا علی گڑھ آئے اور کمیٹی کے سامنے پیش ہوئے۔ کمیٹی کے ممبران نے ان کا انتخاب کیا لیکن تحریر و تقریر کا امتحان لینا ضروری سمجھا۔ چنانچہ مولانا سے کہا گیا کہ وہ "معجزہ" پر ایک مضمون قلم بند فرمائیں اور اس سلسلے میں اگر کتابوں سے استفادہ کی ضرورت ہو تو حبیب گنج تشریف لے جائیں اور وہاں کے کتب خانے سے معلومات حاصل کریں۔ مولانا نے برجستہ جواب دیا کہ مجھے الحمد اللہ کسی کتاب کے مطالعہ کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف کاغذ اور قلم دوات فراہم کردیا جائے۔ چنانچہ یہ چیزیں ان کے حوالے کردی گئیں اور مولانا نے نماز عشاء کے بعد سے صبح کی نماز تک ایک ہی نشست میں بائیس فل اسکیپ کاغذ پر معجزہ پر مفصل ومدلل اور مکمل مضمون تیار کرکے شروانی صاحب کی خدمت میں پیش کردیا۔ جس کے مطالعہ سے نہ صرف ارکان کمیٹی متاثر ہوئے بلکہ شروانی صاحب پر مولانا کی علمی لیاقت کا سکہ بیٹھ گیا اور انہوں نے نواب وقار

بقیہ اگلے صفحہ پر

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

ٹھاٹھیں مارتا ہوا چلا آرہا تھا' کالج کی دینیات کی لیکچراری میں مقید ہوکر رہ گیا جس کی حیثیت بیش از۔

تجھ سے زینت نہیں ہے گھر کے لئے
رکھ لیا ہے نجر گجر کے لئے

نہیں تھی۔ علی گڑھ کالج کے نصاب بلکہ خود مسلم یونیورسٹی کی امتیازی خصوصیت یہاں کے مسلمان طلباء کے لئے دینیات کا لازمی ہونا ہے۔ مگر یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ اس لزوم والتزام کے باوجود نصاب دینیات کا معیار کچھ اونچا نہ تھا جیسا کہ دوسرے مضامین مثلاً انگریزی حتی کہ اردو کا تھا۔ اظہار فخامت کے لئے نصاب میں "چند ابواب ہدایہ(۳)" ضرور تھے مگر اتنے فخیم نصاب کا معیار مفتی کفایت اللہ کی "تعلیم الاسلام" اور مولانا امجد علی کی "بہار شریعت" سے اگر کم تر نہیں تھا تو برتر بھی نہیں تھا۔ یہی تلخ حقیقت بی ٹی ایچ اور ایم ٹی ایچ کے نصاب پر بھی صادق آتی تھی جو دینیات کی انڈر گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ ڈگریاں تھیں۔

پچھلے صفحہ کا بقیہ۔

الملک صاحب سے پرزور الفاظ میں سفارش کی کہ مولانا کا فوراً تقرر کرلیا جائے لیکن نواب صاحب نے بہ نظر احتیاط فرمایا کہ مولانا کی خطابت کا اندازہ کرلیا جائے۔ چنانچہ کالج کی جامع مسجد میں بعد نماز جمعہ مولانا سے کہا گیا کہ "توحید" پر تقریر فرمائیں۔ اس نماز میں جملہ ارکان دینیات کمیٹی' شروانی صاحب اور نواب مشتاق حسین صاحب نے بھی شرکت فرمائی۔ مولانا نے پورے تین گھنٹے اس انداز سے تقریر کی کہ پرستان وحدت جھوم جھوم گئے اور سب ہی کو یہ تقریر پسند آئی اور اسی دن مولانا کا پچاس روپے ماہانہ پر تقرر کردیا گیا اور رہنے کے لئے آدم جی پیر بھائی منزل تجویز ہوئی' جہاں مولانا کا آخری دم تک قیام رہا" (سہ ماہی "العلم" کراچی اپریل تا جون ۱۹۷۴ء ص ۸۱۔۸۲ مضمون حافظ غلام غوث صاحب)

۳۔ مولانا ہدایہ' دیگر دینی کتب اور فلسفہ وحکمت پر جو درس دیا کرتے تھے۔ مولانا کے ایک ہونہار شاگرد مولوی عبدالباسط صاحب (علیگ) نے ان میں سے چند لیکچروں کو مرتب کرکے "مسائل اسلامیہ" کے نام سے علی گڑھ سے شائع کیا تھا۔ ماہنامہ' علی گڑھ میگزین نے "مسائل اسلامیہ" پر جو تبصرہ کیا ہے وہ ملاحظہ ہو۔

"مسائل اسلامیہ کم وبیش سو صفحوں کا ایک مفید مذہبی مجموعہ ہے جس میں مسلم یونیورسٹی علی

بقیہ اگلے صفحہ پر

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

حضرت مولاناؒ اپنے وقت کے اکابر علماء میں محسوب ہوتے تھے۔ وہ جامع الحیثیات، جامع العلوم اور جامع المعقولات والمنقولات تھے۔ مگر تعلیم میں محض استاد کا علم و فضل ہی موثر نہیں ہوتا، شاگرد کا علمی ظرف بھی اتنی ہی اہمیت رکھتا ہے اور اس سے زیادہ موثر وہ معاشی و معاشرتی اہمیت ہوتی ہے جو سماج میں اس خاص علم کو حاصل ہوتی ہے۔ اگر میں اندریں حالات یہ کہوں کہ مولانا اس ماحول میں Misfit تھے تو اسے میری تلخ نوائی سمجھا جائے تو سمجھا جائے مگر کسی دریدہ دہنی یا گستاخی پر محمول نہ کیا جائے۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

تحقیقات علمیہ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر مولانا کے سینے میں گھٹ کر رہ گیا۔ اس گھٹن کا احساس ہی کیا کم روح فرسا تھا کہ آخر زمانہ میں حساد بدنہاد کی دسیسہ کاریوں اور پیہم نیش زنیوں نے حضرت مولانا کے سکون نفس و طمانیت قلب کو درہم برہم کر کے رکھ دیا۔ حضرت مولانا فطرتاً نہ سیم وزر کے طلب گار تھے اور نہ وجاہت کے خواہش مند مگر نیش زنوں کی نیش زنی سے ضرور متاثر ہوتے تھے اور یہ ان کے زمانہ ملازمت بالخصوص ۱۹۲۸ء تا ۱۹۳۱ء کا وقفہ ایک عبقری، وقت کی زندگی کا بڑا کرب ناک دور ہے۔ حضرت مولانا نے کبھی اس کے خلاف شکوہ سنجی نہیں کی

پچھلے صفحہ کا بقیہ

گڑھ کے مشہور ریڈر مولانا سید سلیمان اشرف صاحب مدظلہ، کے ان مواعظ وارشادات کا خلاصہ جمع کردیا ہے، جن کو مولانا موصوف نے وقتاً" فوقتاً" بی اے کلاس کے سامنے بیان فرمایا ہے۔ انتخاب تین ابواب پر منقسم ہے۔ پہلا باب "قدیم بالزمان اور حادث بالذات" جیسے اہم مسائل سے متعلق ہے، دوسرا باب "تاریخ القرآن" پر روشنی ڈالتا ہے، تیسرا حصہ ابواب ہدایہ کے فقہی مسائل پر مشتمل ہے۔ مولوی عبدالباسط صاحب علیگ ہر طرح مستحق تبریک ہیں جنہوں نے ایسے متبرک اور مفید مجموعہ کو بی اے کلاس کے متعلمین کے لئے یک جا کردیا ہے۔"

(علی گڑھ میگزین مارچ و اپریل ۱۹۲۴ء ص ۹۷)

باوجود کوشش کے راقم الحروف "مسائل اسلامیہ" حاصل نہیں کرسکا۔ اسی طرح مولانا کی ایک اہم ترین تصنیف "السبیل" کا ابھی تک کہیں سراغ نہیں مل سکا۔ مولانا کی تین تصانیف المبین، الرشاد اور الحج راقم الحروف کے مفصل دیباچوں کے ساتھ لاہور سے شائع ہوچکی ہیں۔

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

مگر علی گڑھ کے مزاج کو سمجھنے کے لئے اس سے تعرض مستحسن نہ ہوگا۔

حضرت مولانا کا تقرر بحیثیت استاد دینیات ایم اے او کالج میں ۱۹۰۸ء میں بمشاہرہ پچاس روپے ماہانہ ہوا۔ اس کے ساتھ سات روپیہ ماہانہ ہاؤس الاؤنس منظور ہوا۔ اگلے سال یکم مئی ۱۹۰۹ء کو آپ اس جگہ بمشاہرہ ستر روپے مستقل کردیئے گئے۔ اس زمانہ میں ایم اے او کالج کے جونیر اسٹاف کے لئے Graded Pay Scheme (گریڈڈ پے اسکیم) کا نفاذ شروع ہوا جس کے نتیجے میں منتظمین کالج نے طے کیا کہ آپ کا عہدہ پروفیسر دینیات کہلائے اور آپ بھی اس اسکیم میں شامل کئے جائیں اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی طے پایا کہ آپ کا قیام بورڈنگ ہاؤس میں رہے جس کے صلے میں آپ کو پچیس روپے ماہانہ ایکسٹرا الاؤنس اور Free Lodging دیے جائیں۔ اس وقت مشرقی علوم کے اساتذہ میں آپ ہی کی وہ ذات تھی جسے اس اسکیم میں منتقل کیا گیا۔

۱۹۲۰ء میں علی گڑھ کالج مسلم یونیورسٹی بن گیا۔ حضرت مولانا کے دوسرے رفقاء کو ریڈر شپ کے گریڈ میں ترقی دی گئی مگر مولانا کو صرف لیکچرار کا گریڈ دیا گیا اور اس کے ساتھ جو ایکسٹرا الاؤنس دیا جاتا تھا وہ بھی بند کردیا گیا' صرف Free Lodging برقرار رہا۔

نواب سرمحمد مزمل خان کی وائس چانسلری کے زمانے میں محمد حبیب صاحب اور اے بی اے حلیم صاحب کو ریڈر سے ترقی دے کر پروفیسر بنادیا گیا اس زمانہ کے پرووائس چانسلر سرضیاء الدین احمد (جو خود اہل علم کے زمرہ میں ممتاز مقام رکھتے تھے) صاحبان علم کے قدر شناس تھے۔ ان کی جوہر شناس نگاہوں میں اس عبقری وقت کی غیر معمولی علمی صلاحیتیں مخفی نہ رہ سکیں۔ اس کے ساتھ سرضیاء الدین قدیم اسلامی علوم کے شائق تھے اور ان علوم کی ترقی وتجدید کے لئے "اسلامک اسٹڈیز" کے شعبہ کو کسی ماہر فن کی قیادت میں ترقی دینا چاہتے تھے۔ اس لئے ان کی سفارش پر ۱۹۲۱ء میں ایگزیکٹو کونسل نے حضرت مولانا کو ترقی دے کر اس شعبہ (اسلامک اسٹڈیز) کا ریڈر مقرر کردیا۔

ڈاکٹر سرضیاء الدین میں ایک کمزوری تھی کہ جب وہ کوئی کام کرنا چاہتے تھے تو قاعدے اور قانون جن کے بارے میں فغانی کہتا ہے۔

در ماندہ صلاح وفسادیم الحذر

زیں رسم ہاکہ مردم عاقل نہادہ اند

ڈاکٹر صاحب کو یہ بندشیں اپنے ارادہ کو سرحد تکمیل تک پہنچانے میں روک نہیں سکتی تھیں۔ اس ترقی میں دو سقم تھے اولاً امجو (Q)(6)(20) کے رو سے ریڈر شپ کے لئے پوسٹ کا ایڈورٹائزمنٹ ہونا چاہئے تھا جو نہیں ہوا' ثانیاً اکیڈمک کونسل کی طرف سے شعبہ

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

اسلامک اسٹڈیز کے لئے ریڈر شپ کی مانگ ہونا چاہئے تھی وہ بھی نہ ہوئی۔ بہرحال اس وقت تو حضرت مولانا کو ریڈر شپ پر ترقی مل گئی مگر ڈاکٹر سرضیاء الدین صاحب کی یہ کرم فرمائی آئندہ پریشانیوں کا موجب بن گئی۔

سرضیاء الدین صاحب حضرت مولانا کی علمیت وفضیلت کے قدردان تھے' ان کی اصابت رائے کے بھی معترف تھے اور اس پر عمل کرتے تھے۔ چنانچہ ریاضی کے کسی اہم مسئلے کے حل کے سلسلے میں وہ یورپ جانے کا ارادہ کررہے تھے کہ حضرت مولانا نے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا۔ یہ بات ڈاکٹر ضیاء الدین کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ وہ کہتے تھے کہ ایک عالم بوریا نشین اتنے اہم مسئلے کے حل کرنے میں کس طرح مدد دے سکتا ہے۔ لیکن آخر کار مان گئے اور حضرت مولانا کے ساتھ بریلی گئے۔ اعلیٰ حضرت نے باحسن وجوہ اس مسئلہ کو حل کردیا۔(۴)

۴۔ ڈاکٹر سرضیاء الدین صاحب کا ریاضی کے ایک مسئلہ کی تحقیق کے لئے بریلی شریف اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کی خدمت میں حاضر ہونا اور وہاں سے مطمئن ہوکر واپس آنا تو "مسلمات" میں سے ہے لیکن اس معاملہ میں کئی روایتیں ملتی ہیں۔ جن میں سے اکثر میں "مبالغہ" کی رنگ آمیزی بھی ہے۔ لیکن میرے مطالعہ کی حد تک مستند ترین وہ روایت ہے جو مولانا ظفرالدین صاحب' سید ایوب علی کی زبانی "حیات اعلیٰ حضرت" جلد اول میں اس طرح بیان کی ہے۔ سید صاحب فرماتے ہیں۔

"ایک مرتبہ ڈاکٹر سرضیاء الدین صاحب نے علم المربعات کا ایک سوال اخبار "دبدبہ سکندری" رامپور میں شائع کیا کہ کوئی ریاضی دان صاحب اس کا جواب دیں۔ اخبار دبدبہ سکندری اعلیٰ حضرت کے یہاں بھی آتا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے جب اس سوال کو ملاحظہ فرمایا تو اس کا جواب تحریر فرمایا اور ساتھ ہی اسی فن کا ایک سوال بھی جواب کے لئے تحریر فرمایا اور مجھے حکم ہوا کہ اس کی نقل رکھ لی جائے۔ جب ڈاکٹر صاحب کے سوال کا جواب اور (اعلیٰ حضرت کا) سوال اخبار میں چھپا تو ڈاکٹر صاحب کو حیرت ہوئی کہ ایک عالم دین بھی اس علم کو جانتا ہے' چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے اس کا جواب اخبار دبدبہ سکندری میں چھپوایا۔ اتفاق وقت کہ وہ جواب غلط تھا۔ اعلیٰ حضرت نے اس کی تغلیط (دبدبہ سکندری میں) کی۔ ڈاکٹر صاحب متحیر تو پہلے ہی سے تھے اب ان کو سخت تعجب ہوا کہ ایک عالم دین (علم ریاضی کو) صرف جانتا ہی نہیں بلکہ اس میں کمال رکھتا ہے۔ یہ دیکھ کر ڈاکٹر صاحب کو اعلیٰ حضرت سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا اور علی گڑھ میں اپنے احباب کے

بقیہ اگلے صفحہ پر

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

نواب سر مزمل خاں کے بعد صاحبزادہ آفتاب احمد خان وائس چانسلر مقرر ہوئے۔ ان کے زمانے میں بربنائے کفایت شعاری ریڈر ولیکچرار سب کے گریڈوں میں کمی کردی گئی مگر جن لوگوں کا تقرر جس سے پہلے ہوچکا تھا ان کے سابق گریڈ برقرار رہے۔ اس طرح حضرت مولانا کی آخری تنخواہ سات سو روپیہ ہونا چاہئے تھی اور چوں کہ ۱۹۲۹ء تک وہ اکیس سال کی ملازمت کرچکے تھے۔ ان کے تحقیقی کارنامے بھی کسی سے کم نہ تھے' جن میں سے ان کی پانچ کتابیں خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

پچھلے صفحہ کا بقیہ

حلقہ میں اسکا تذکرہ کیا ' لوگوں نے منع کیا' ہرگز مت جایئے وہ بہت ہی سخت مولوی ہیں وہ آپ سے بات بھی نہ کریں گے لیکن انہوں نے اپنا ارادہ نہ بدلا اور جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب سے مشورہ کیا اور انہوں نے نہ صرف مشورہ ہی دیا بلکہ بہت زور دیا اور فرمایا کہ ضرور جایئے---- یہ مشورہ دے کر ایک خط احتیاطاً صاحبزادہ مولانا حامد رضا صاحب حجتہ الاسلام کے نام لکھ دیا کہ ڈاکٹر سرضیاء الدین صاحب ایک مسئلہ ریاضی کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں ان کی حسب شان خاطر داری ہونی چاہیے۔ جناب مولانا سلیمان اشرف صاحب کا خیال تھا کہ جب اس غرض سے جاتے ہیں تو اعلیٰ حضرت ہی کے یہاں ٹھہریں گے۔ ڈاکٹر صاحب نواب ضمیر احمد صاحب کے یہاں ٹھہرے اور ایک خاص وقت پر حاضر ہوئے' سوالات کیے اور تشفی بخش جواب پائے۔"

(حیات اعلیٰ حضرت' جلد اول' مرتب مولانا ظفر الدین قادری رضوی'کراچی بار اول' ص ۱۵۶۔ ۱۵۷)

سید صاحب کے بیان کا پہلا حصہ اخبار دبدبہ سکندری میں ڈاکٹر صاحب کے سوال اور اعلیٰ حضرت کا جواب اور اس کے بعد دونوں طرف سے جواب الجواب کے نتیجے میں ملاقات ہوئی تھی بالکل صحیح اور قرین قیاس ہے لیکن دوسرا حصہ کہ ڈاکٹر صاحب مولانا سلیمان اشرف صاحب کا تعارفی رقعہ لے کر اکیلے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے صحیح نہیں ہے بلکہ ڈاکٹر صاحب اور مولانا صاحب دونوں اکٹھے بریلی شریف تشریف لائے تھے۔ اس موقع کے عینی شاہد مولانا برہان الحق جبلپوری ہیں جو ان دنوں بحیثیت طالب علم بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت کے پاس مقیم تھے اپنی خود نوشت "اکرام امام احمد رضا" میں فرماتے ہیں۔

بقیہ اگلے صفحہ پر

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

ا۔ المبین، الانہار، الرشاد، النور، السبیل وغیرہ یہی نہیں بلکہ فرائض مفوضہ کے علاوہ عربی، فارسی، منطق اور فلسفہ بھی پڑھاتے رہے تھے۔ ناظم دینیات کی علالت کے دوران نظامت اور امامت کے فرائض بھی انجام دیتے رہتے تھے۔ یونیورسٹی کے لئے رقم کثیرہ چندہ کرکے لاتے

پچھلے صفحہ کا بقیہ

"ایک دن میں دارالافتاء میں بیٹھا کام کررہا تھا کہ ایک شکرم (چار پہیوں والی گاڑی) پھاٹک کے سامنے آکر رکی۔ ایک مولوی صاحب اور ایک اور صاحب کوٹ پتلون پہنے ننگے سر اتر کر ہماری طرف آئے۔ جو مولوی صاحب تھے وہ مولانا سید سلیمان اشرف صاحب تھے۔ پھاٹک کے اندر آئے اور مجھ سے مولانا سلیمان اشرف صاحب نے دریافت فرمایا اعلیٰ حضرت کہاں ہیں؟ میں نے کہا تشریف رکھئے خبر بھیجتا ہوں۔ دونوں بیٹھ گئے اور ایک کارڈ نکال کر دونوں کے نام لکھ کر مجھے دیا۔ میں نے کارڈ اندر پہنچا دیا۔ اندر سے لڑکا آیا کہ حضرت اندر بلا رہے ہیں۔ جب دونوں اندر جانے لگے میں بھی ان کے ساتھ ہولیا۔ مولانا سلیمان اشرف صاحب نے ڈاکٹر ضیاء الدین سے کہا کہ حضرت کے پاس چل رہے ہو اور ننگے سر! ان دنوں میں ترکی ٹوپی لگاتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے میری ٹوپی میرے سر سے اٹھاکر اپنے سر پر رکھ لی۔ میں نے اپنے سر پر رومال لپیٹ لیا اور اندر حضرت کی خدمت میں پہنچے۔

حضرت کچھ تحریر فرمارہے تھے۔ "فرمایا تشریف رکھئے" سلام و مصافحہ کرکے بیٹھ گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے جیب سے نوٹ بک نکالی اور ایک سادہ کاغذ پر ریاضی کی ایک شکل انگریزی حروف لگا کر بنائی اور پیش کرتے ہوئے عرض کیا اس شکل کے حل کے سلسلے میں مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے آپ سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا، اس لئے میں نے آپ کو تکلیف دی اور حضرت کو کاغذ دیا۔ حضرت نے کاغذ دیکھ کر فرمایا "انگریزی حروف میں کیا سمجھوں" ڈاکٹر صاحب نے دوسرے سادہ کاغذ پر وہ شکل ابجد حروف لگاکر پیش کی اور پنسل کا اشارہ کرتے ہوئے حضرت سے کچھ عرض کیا۔ حضرت نے بھی جواب میں کچھ فرمایا۔ چند منٹ کی گفتگو کے بعد ڈاکٹر صاحب حیرت زدہ ہوکر حضرت کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ادھر حضرت پیش کردہ اشکال پر غور فرماکر ایک سادہ کاغذ پر کچھ شکلیں بنانے، کاٹتے اور سدھارتے رہے اور ادھر ڈاکٹر صاحب کی نظر حضرت کے قلم پر جمی رہی۔ پانچ منٹ کے بعد ایک صاف کاغذ پر اشکال کو حل فرماکر ڈاکٹر صاحب کو دے دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے دوسرے کاغذ پر اعلیٰ حضرت کی حل کردہ اشکال کو اپنے طور پر انگریزی نشانات لگا کر نقل کیا اور خوب غور کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت کے دست اقدس کو بوسہ دے کر

بقیہ اگلے صفحہ پر

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

تھے اور ان تمام مصروفیتوں کے باوجود فرض منصبی میں کسی شکایت کا موقع نہ دیتے تھے۔ ۱۹۲۳ء سے مارچ ۱۹۲۸ء تک حضرت مولانا نے شعبہ اسلامک اسٹڈیز میں ریڈر کی حیثیت سے کام کیا مگر اسی زمانہ میں ایگزیکٹو کونسل نے فیصلہ کیا کہ آئندہ سے ان کی تنخواہ شعبہ' دینیات میں دکھائی

پچھلے صفحہ کا بقیہ

عرض کیا۔

"حضرت نے یہ مسئلہ کتنی آسانی سے ۵ منٹ میں حل فرمادیا۔ جسے میں ہفتوں غور کے بعد بھی حل نہ کرسکا اور اس کے حل کے لئے جرمنی یا انگلینڈ جانے والا تھا کہ مولانا سلیمان اشرف صاحب نے میری صحیح رہنمائی فرمائی۔ میں مولانا کا بہت ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ جیسے بزرگوں اور علماء کا سایہ تادیر سلامت رکھے۔"

ڈاکٹر صاحب کچھ دیر بیٹھے' پھر اجازت لے کر رخصت ہوئے۔ کاغذات لپیٹ کر پتلون کی جیب میں رکھے۔ میں بھی ساتھ چلا۔ صحن پار کرنے کے بعد میری ٹوپی واپس کرتے ہوئے بولے۔ میاں بڑے خوش نصیب ہو' خوب خدمت کرو اور جتنا بھی فیض حاصل کرسکو حاصل کرلو۔ (اس کے بعد) ڈاکٹر ضیاء الدین اور مولانا سید سلیمان اشرف مجھ سے ہاتھ ملا کر رخصت ہوگئے۔"

(اکرام امام احمد رضا خود نوشت مولانا برہان الحق صاحب مرتبہ ڈاکٹر محمد مسعود صاحب' لاہور' بار اول' ۱۹۸۱ء ص ۵۸ تا ۶۰)

یہاں اس حقیقت کا بیان کرنا ضروری ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے دماغ میں ریاضی کے بارے میں صرف یہی ایک الجھن نہ تھی جسے اعلیٰ حضرت نے حل کردیا بلکہ اور الجھنیں اور شبہات بھی تھے اور انہیں جہاں کہیں کسی ماہر ریاضی کا پتہ چلتا استفادہ کے لئے اس کی خدمت میں جاپہنچتے۔ چنانچہ اس واقعہ کے کئی برسوں بعد وہ ریاضی کے ایک مسئلہ کے حل کے لئے ایک اور عظیم فاضل مولانا عبدالسلام خان نیازی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس کے راوی مولانا ابوالخیر مودودی ہیں جو کہ ایک مستند اور اہم حیثیت کے مالک ہیں۔ مولانا مودودی کے صاحب زادے حیدر فاروق صاحب ابوالخیر مودودی کی زبانی بیان کرتے ہیں "مولوی عبدالسلام صاحب نیازی ریاضی کے بے مثل عالم تھے۔ ایک دفعہ کوئی مسئلہ ڈاکٹر ضیاء الدین کو پیش آگیا۔ شاہد احمد دہلوی نے بھی شاید کہیں لکھا ہے۔ کہنے لگے وہ مسئلہ حل نہیں ہورہا تھا' کسی نے کہا کہ ایک شخص حل کرسکتا ہے۔ اور وہ مولوی عبدالسلام ہیں' ڈاکٹر صاحب مولوی عبدالسلام صاحب کے

بقیہ اگلے صفحہ پر

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

جائے البتہ ان کا ریڈر کا گریڈ برقرار رہے۔

ادھر یہ سب کچھ ہو رہا تھا ادھر دشمنان قوم وملت یونیورسٹی کی جڑیں کاٹنے میں لگے ہوئے تھے، ارباب حکومت تک غلط سلط خبریں پہنچائی جارہی تھیں اور پھر یونیورسٹی کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے لئے حکومت نے "رحمت اللہ کمیشن" (۵) بٹھایا جس کے نتیجے میں جہاں ایک طرف ڈاکٹر ضیاء الدین کو ہٹانا پڑا وہاں ان کے رفیقان کار کو بھی گوناگوں پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ انہی میں ہمارے مولانا بھی تھے۔

پچھلے صفحہ کا بقیہ

مکان پر پہنچے تو پتہ چلا کہ مولانا فلاں درگاہ پر ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اس درگاہ پر پہنچے تو مولانا جوتیاں لے کر مزار سے باہر نکل رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے سلام کیا اور اپنا مدعا بیان کیا۔ مولانا وہیں سڑک پر بیٹھ گئے اور مجاور کے لڑکے سے کہا کہ اپنے گھر سے کوئلہ اٹھالاؤ۔ ڈاکٹر صاحب سے کہا "بیان کیجئے کیا مسئلہ ہے" ڈاکٹر صاحب کہنے لگے "مولانا کہیں بیٹھ جاتے ہیں" مولانا نے کہا کہ اس سے بہتر اور کیا جگہ ہوسکتی ہے۔ بس وہیں بیٹھ کے پورا مسئلہ حل کردیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر ضیاء الدین کی جو شامت آئی تو انہوں نے کہہ دیا مولانا آپ تو بہت قابل آدمی ہیں عثمانیہ یونیورسٹی چلیں تو نظام آپ کو سونے میں تول دیں۔ بس مولانا کا ناریل چیخ گیا۔ مولانا نے اپنے سر کا ایک بال توڑا اور کہا یہ لے جا ایک طرف یہ رکھ لیجیو' پلڑے میں اور ایک طرف نظام سے کہیو کہ اپنی دولت کے ساتھ خود بیٹھ جائے تو انشاء اللہ ہمارا پلڑا بھاری ہوگا۔"

(ماہنامہ 'آتش فشاں' لاہور' مودودی نمبر نومبر ۱۹۷۹ء ص ۳۹ روایت حیدر فاروق مودودی)

اعلیٰ حضرت اور ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب کی ملاقات کا پورا پس منظر سمجھنے کے لئے اخبار دبدبہ سکندری رام پور کی ۱۹۱۱ء سے لے کر ۱۹۱۲ء تک کی فائلوں کا مطالعہ لازمی ہے۔ سنا ہے کہ کراچی میں "درس فیملی" کے پاس مذکورہ اخبار کا مکمل فائل موجود ہے۔ کاش اس عظیم علمی فیملی کے موجودہ سربراہ مولانا اکبر درس صاحب اس طرف توجہ فرمائیں۔

۵۔ رحمت اللہ کمیشن کے زمانے میں مولانا کی جو ذہنی کیفیت تھی اسے پروفیسر رشید احمد صاحب صدیقی اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"آج کم و بیش گیارہ سال ہوئے' یونیورسٹی پر تحقیقی کمیٹی بیٹھ چکی تھی۔ بعض دوسرے لوگوں

بقیہ اگلے صفحہ پر

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

اوپر ان کوتاہیوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو ڈاکٹر ضیاء الدین کی عجلت پسندی نے مولانا کی ترقی کے سلسلے میں کی تھیں۔ اس طرح "جنرل اور ہالنگ کمیٹی" کی سفارش کے نتیجے میں ۱۸ اپریل ۱۹۳۰ء سے حضرت مولانا کو لیکچرار بنادیا گیا اور تنخواہ میں اضافہ ہونے کی بجائے دو سو روپیہ ماہوار کی کمی کردی گئی مگر اسی دوران شعبہ دینیات میں ریڈر کے مستقل تقرر کا مسئلہ پیدا ہوا اور یہ مسئلہ ایک سب کمیٹی کے سپرد کردیا گیا۔ اس کمیٹی کے گیارہ ممبر تھے۔ سب کمیٹی کا اجلاس ہوا تو آٹھ ممبروں نے شرکت کی۔ تین ممبر شریک نہ ہوئے یعنی سرابراہیم رحمت اللہ' سر اکبر حیدری اور سر عبدالرحیم 'شرکاء نے متفقہ طور پر حضرت مولانا کو اس عہدہ کے لئے منتخب کیا۔ شرکت نہ

پچھلے صفحہ کا بقیہ

کی طرح مولانا خاص طور پر زد میں تھے۔ ہر طرف سراسیمگی چھائی ہوئی تھی' نفسی نفسی کا عالم تھا' بڑے بڑے سورماؤں کے پاؤں لڑکھڑانے لگے تھے۔ اس وقت کا حال کچھ وہی لوگ جانتے ہیں جن پر وہ عالم گزر چکا ہے۔ اس زمانے میں' میں نے مولانا کو دیکھا' کیا مجال کہ روزمرہ کے معمولات میں فرق آجاتا۔ جن کے بارے میں جو رائے رکھتے تھے اس کا علی الاعلان اظہار کرتے۔ شام کے وقت برآمدہ میں لوگ بیٹھے ہوتے' چائے نوشی کی صحبت گرم ہوتی اور ایسا معلوم ہوتا جیسے مصیبت کا کہیں نام ونشان نہیں۔ کسی کی مجال تک نہ ہوتی کہ آنے والی آفت کا تذکرہ ہوتا۔ ایک دن شب میں میں بھی حاضر ہوا۔ میں مرحوم کی خدمت میں اکثر ایسی باتیں بھی کہہ جاتا جو دوسرے کہنے میں ہمیشہ تامل کرتے تھے۔ میں نے کہا مولانا کیا ہونے والا ہے' خدانخواستہ نوع دیگر ہوا تو کیا ہوگا؟ کہنے لگے رشید تم بھی ایسا کہتے ہو' مجھے خیال تھا کہ تم اس قسم کا ذکر نہ چھیڑو گے۔ ہوگا کیا؟ وہی ہوگا جو ازل سے تقدیر میں ہوچکا ہے مومن کی شان یہی ہے کہ اس پر ہراس طاری نہ ہو۔ تم ڈرو گے تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو تم کو اپنا سردار سمجھتے ہیں۔ جوہونے والا ہے وہ ہوچکا ہے' پھر ڈرنے جھجکنے سے کیا فائدہ۔ وہ دن گزر گئے جو کچھ ہونے والا تھا وہ بھی ہوچکا 'مرحوم بھی جوار رحمت میں پہنچ گئے۔ اس وقت میں اس زمانہ پر نظر ڈالتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کیسا مرد اور کتنا بڑا سردار ہم سے چھن گیا۔ مرحوم میں سرداری کی بڑی باتیں تھیں۔ تحقیقاتی کمیٹی کا زمانہ کوئی معمولی زمانہ نہ تھا۔ اس وقت صرف مولانا کی ذات ایسی تھی جو اپنی جگہ پر پہاڑ کی طرح قائم تھی۔"

(گنج ہائے گراں مایہ از رشید احمد صدیقی' لاہور ۱۹۷۹ء ص ۲۳-۲۴)

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

کرنے والے ممبران کی جلالت قدر اور مجلسی اہمیت کے پیش نظر سب کمیٹی کا فیصلہ باقاعدہ ان تینوں ممبروں کے پاس ان کی رائے دریافت کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ مگر حساد بدنہاد کی دسیسکاریوں نے انہیں اس درجہ بدظن کردیا تھا کہ متعدد یاددہانیوں کے باوجود ان اکابر نے خطوط کی وصولیابی کی بھی اطلاع نہ دی۔ مجبوراً ایگزیکٹو کونسل نے سب کمیٹی کے فیصلہ کو بقرار رکھا اور اس کنٹریبونٹ کے ساتھ کہ حضرت مولانا ۱۰اگست ۱۹۹۳۰ء سے ۳۱ اکتوبر تک پچھلے مشاہرے چھ سو روپیہ ماہانہ پر Officiating ریڈر رہیں لیکن ۱۹اپریل تا ۹اگست ۱۹۳۰ء تک کی تنخواہ اور حضرت مولانا کی منتقلی ریڈر شپ نئے وائس چانسلر کی لندن سے واپسی تک معرض التوا میں ڈال دی گئی۔ اس طرح یکم نومبر ۱۹۳۰ء سے پھر مولانا کا عہدہ اور تنخواہ کا مسئلہ کھٹائی میں پڑگیا۔ آخر وائس چانسلر صاحب نے لندن سے واپسی پر اس فیصلہ پر مہر تصدیق ثبت کردی اور حضرت مولانا مستقل طور پر ریڈر شعبہ دینیات برقرار رہے۔

اس طرح یہ زمانہ مولانا کے لئے انتہائی خلفشار اور ذہنی پریشانی کا تھا مگر اس کے باوجود مولانا کے چہرہ بشرہ سے اس خلفشار اور پریشانی کے آثار نمایاں نہیں ہوئے۔ پریشانیوں کا دور ختم ہوا تو پھر سکون قلب کے ساتھ مولانا اپنے دینی وعلمی معمولات میں مشغول ہوگئے۔ ان میں سب سے اہم ہر سال عرس کے موقع پر حضرت خواجہ غریب نواز کے آستانہ پر حاضری اور وہاں میلاد خوانی تھی۔ مگر اس کے لئے حضرت مولانا کی دینی غیرت یونیورسٹی سے مصارف سفر نہیں لیتی تھی۔ حالانکہ اس "میلاد" کے ذریعے یونیورسٹی کی کارکردگی اور پبلسٹی کے علاوہ اہل خیر کی جانب سے رقم کثیرہ یونیورسٹی کے چندہ کے لئے دی جاتی تھیں۔

حضرت کا علمی پایہ اور سلسلہ تلمذ

اصل سلیمان اشرف وہ شخصیت نہ تھی جو آدم جی منزل میں قیام پذیر تھی اور جس کے آستانہ کی زیارت اکابر یونیورسٹی اور اعیان شہر کے لئے موجب صدافتخار تھی۔ اصل سلیمان اشرف اس نابغہ روزگار کی شخصیت تھی جو صحیح معنوں میں جامع الحیثیات' جامع العلوم اور جامع معقولات ومنقولات تھی۔ اگر وہ طالبان حدیث کو علم حدیث نہ صرف درایتاً بلکہ روایتاً بھی پڑھاتے تو ان کی درسگاہ محدثین سابقین کی مجالس کی مثیل ونظیر بن جاتی اور اگر وہ نحو کے شائقین کو فن نحو کی تعلیم دیتے تو ان کی مجلس تعلیم مبرد اور فراء کی مجلس علمیہ کی یادگار ثابت ہوتی مگر بایں ہمہ جامعیت ان کا نیز ان کے اساتذہ کرام کا خاص فن وہ علم تھا جسے کوئی اور اصطلاح کی غیر موجودگی میں "معقولات" سے تعبیر کرنا مستحسن ہوگا۔ اگر استاد کی جلالت قدر شاگرد کے علم و فضل کی تشکیل میں موثر ہوسکتی ہے تو یقیناً یہ طویل سلسلہ تلمذ بھی جس کا آغاز ایک جانب ارسطو اور

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

افلاطون بلکہ فیثاغورث اور تالیس الملطی نے کیا تھا اور دوسری جانب امام ابوالحسن اشعری اور ان کے معتزلی و سنی اساتذہ بلکہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کیا تھا۔ ہمارے مولانا کو بھی سونے سے کندن بنانے میں بدرجہ اولی اثر انداز ہوا ہوگا' اس لئے طوالت بیان کے لئے معافی چاہتے ہوئے معقولات کے ان دونوں دھاروں کا مختصر جائزہ پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں جن کی آخری کڑی مولانا سید سلیمان اشرف کی ذات مجتمع الصفات تھی۔

معقولات کسی مخصوص فن یا علم کا نام نہیں ہے بلکہ ایک انداز فکر ہے جس کی تشکیل منکرین عہد اسلام کی صدیوں کے ایراد ودفاع کی تھی' اس لئے اس کی منطقی تعریف وتحدید کی سعی لاحاصل میں وقت ضائع کرنے کی بجائے اس کی تاریخی تکوین کی مختصر کیفیت کا خاکہ اس کی حقیقت وماہیت کے کماحقہ سمجھنے میں زیادہ مدد ومعاون ہوگی۔

جب دوسری تیسری ہجری میں دوسرے اقوام کے علوم میں بالخصوص یونانی فلسفہ وحکمت مسلمانوں میں منتقل ہوئے تو ان کے ردوقبول کے باب میں مفکرین ملت کے دو گروہ ہوگئے۔ ایک جماعت نے اس کی ظاہری معقولیت سے فریب کھاکر اسے اپنا لیا' یہ حکمائے اسلام کا موقف تھا لیکن دوسری جماعت کے خیال میں یہ نیا فلسفہ اسلام کی بنیادی تعلیمات کے ساتھ دست وگریباں تھا لہٰذا وہ اس کے درپے تردید وابطال ہوگئی۔ یہ علم کلام کی تحریک تھی اور اس کے علمبردار متکلمین کہلاتے تھے۔ اس طرح اسلامی فکر میں دو تحریکیں پیدا ہوئیں جو ایک دوسرے کی حریف پنجہ شکن تھیں۔ مگر ان کی یہ معاندت زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکی کیوں کہ دونوں حریفوں کو اپنی اپنی تنقیدی مساعی کو زیادہ موثر بنانے کے لئے ایک دوسرے کے مواقف کا زیادہ سنجیدگی سے مطالعہ کرنا ناگزیر ہوگیا۔ جس کے نتیجے میں کبھی کبھی وہ غیر شعوری طور پر دوسرے کے موقف کو بھی اپنا لیتے تھے اور اس طرح دونوں میں جو بعد تھا وہ بتدریج کم ہوتا گیا اور پھر وہ بھی زمانہ آیا کہ جب اسلامی فکر کے یہ دونوں دھارے آپس میں مدغم ہوگئے۔ ابن خلدون کے خیال میں اس اختلاط وامتزاج کا سب سے پہلے ظہور ہوا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ نہ صرف ان دو دھاروں بلکہ اسلامی فکر کے چاروں دھاروں کلام' فلسفہ مشائیت' اشراقی فلسفہ اور تصوف کا پہلا سنگھم خواجہ نصیر الدین محقق طوسی کی ذات میں ہوا اور اس ادغام یا انتخابیت (Electism) کے نتیجے میں ایک نیا انداز فکر ظہور میں آیا جس سے ڈھائی سو سال بعد جلال الدین اسعد محقق دوانی(٦) کے

٦۔ محقق دوانی مولانا جلال الاسعد کے مفصل حالات وکارناموں کے لئے ملاحظہ ہو ڈاکٹر ظہور الدین احمد صاحب سابق صدر شعبہ فارسی گورنمنٹ کالج لاہور کا مفصل مقالہ مندرجہ سہ ماہی مجلہ "تحقیق" پنجاب یونیورسٹی' لاہور جلد ٨ شمارہ ١ تا ٤ اور جلد ٩' شمارہ ١ تا ٤)

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

یہاں پہنچ کر ان کے حواشی قدیم و جدید میں جو انہوں نے علامہ قوشجی کی شرح تجرید میں لکھے تھے، اپنی آخری اور مخصوص شکل اختیار کی جسے کسی مناسب اصطلاح کی عدم موجودگی میں ''معقولات'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

بعد میں اس فن معقولات کا سرمایہ محقق دوانی کے تلامذہ کے ذریعے برصغیر میں پہنچا اور پھر جلد ہی نصاب پر چھاگیا۔ اس ملک میں اس انداز فکر کے سب سے اہم علمبردار میں زاہد ہروی تھے جن کی ''زوائد ثلاثہ'' محقق طوسی کی ''تجرید الکلام'' اور محقق دوانی کے حواشی قدیمہ وجدیدہ کے ساتھ معقولات کی کتب مقدسہ میں محسوب ہوتی ہیں اور آخر میں اس انداز فکر کے علم بردار پورب یا زیادہ متحقق طور پر علمائے فرنگی محل وخیر آباد ہوئے۔

الماس ویاقوت بے شک قیمتی ہوتے ہیں مگر الماس تراش کی تراش وخراش انہیں کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے اور اس طرح عباقرہ (عبقری کی جمع) روزگار کی عقبریت میں مشفق اساتذہ کی تعلیم وتربیت چار چاند لگادیتی ہے۔ لہٰذا کسی فاضل دوراں کے علم وفضل کو ان اساتذہ کرام کے تذکرے سے قطع نظر کرکے کماحقہ نہیں سمجھا جاسکتا اور حضرت مولانا سید سلیمان اشرف کے فضل وکمال کو بھی اسی پس منظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔

حضرت مولانا کلاس میں کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ میں مولانا ہدایت اللہ جونپوری کا شاگرد ہوں اور یہ معلوم ہے کہ مولانا جونپوری خاتم المتکلمین حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی(۷) کے ارشد تلامذہ میں سے تھے جن کا سلسلہ تلمذ محقق دوانی تک اور ان کے توسط سے شیخ بوعلی سینا اور ابونصر فارابی تک پہنچا ہے۔ اسی طرح محقق دوانی کا سلسلہ تلمذ کلام میں امام ابوالحسن اشعری اور ان کی وساطت سے حضرت محمد بن حنفیہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے جن کا علم وفضل براہ راست مشکوٰۃ نبوت سے مستنیر تھا۔ اس اجمال کی تفصیل ذیل میں دی

۷۔ مولانا سید سلیمان ندوی صاحب تحریر کرتے ہیں۔

''مولانا فضل امام خیر آبادی کے جانشین، صاحبزادے اور شاگرد مولانا فضل حق خیر آبادی تھے، جن کے دم عیسوی نے معقولات میں وہ روح پھونکی کہ ابن سینائے وقت مشہور ہوئے۔ دیار واطراف سے طلباء نے ان کی طرف رجوع کیا۔ منطق اور فلسفہ کو نئے طور سے ملک میں رواج دیا۔ شروح وحواشی کی بڑی بڑی کتابیں جو متاخرین کی نتائج طبع تھیں داخل درس ہوئیں۔ فلسفہ میں ہدیہ سعیدیہ اور شرح ہدایت الحکمت وغیرہ کتابیں طلباء میں بہت مقبول ہوئیں۔''

(حیات شبلی از سید سلیمان ندوی اعظم گڑھ بار اول، ص ۲۳)

بقیہ اگلے صفحہ پر

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

جارہی ہے۔

محقق طوسی کے شاگرد علامہ قطب الدین شیرازی تھے جن تک محقق طوسی کے توسط سے حکمائے قدیم کا فلسفیانہ ورثہ پہنچا تھا اور اس پر مزید یہ کہ انہوں نے شیخ الاشراق شیخ شہاب الدین مقتول کی "حکمت الاشراق" کی شرح لکھ کر فلسفہ اشراقیت میں مزید دست گاہ حاصل کی۔ قطب شیرازی کے شاگرد بقول امام الدین ریاضی (تذکرہ باغستان ورق ۶۷۳) قطب الدین رازی "شارح شمسیہ" وہ "مطالع الانوار" تھے انہوں نے امام رازی اور محقق طوسی کی "شرح اشارات" پر محاکمہ کرکے اس فن میں نئی جان ڈال دی۔

اس سلسلہ کی بعد کی تاریخ لکھنے سے پہلے معقولات کے دوسرے اہم جزو "علم الکلام" کے آغاز وارتقا کا اجمالی جائزہ مستحسن ہوگا۔ علم کلام حسب تصریح قاضی عضد الدین "مواقف" اسلامی عقائد کی عقلی توجیہ کا نام ہے اور اس انداز استدلال کی ابتدا خود قرآن حکیم نے کی۔ اس کے مفسر حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے جو آغوش نبوت کے تربیت یافتہ تھے۔ حضرت علی کے شاگرد ان کے صاحبزادے حضرت محمد بن حنفیہ تھے اور ان کے شاگرد ان کے بیٹے ابوہاشم تھے اور ان کا شاگرد واصل بن عطا الغزال تھا جو معتزلہ (اعتزال) کا بانی تھا۔ واصل کا شاگرد عثمان بن خالد الطویل اور اس کا شاگرد ابوالہذیل العلاف تھا جسے علم کلام کے علاوہ فلسفہ میں بھی بقول شہر

پچھلے صفحہ کا بقیہ

پروفیسر یوسف سلیم چشتی تحریر کرتے ہیں۔

"میں یہ بات علی وجہ البصیرت سپرد قلم کررہا ہوں کہ خالص مابعد الطبیعیاتی زاویہ نگاہ سے فلسفہ کا جو نظام شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے مدون کیا ہے اس سے بہتر نظام نہ افلاطون پیش کرسکا' نہ شنکر اچاریہ' نہ سپنوزا' نہ ہیگل' شیخ اکبر کا فلسفہ حیات و کائنات سب سے زیادہ تسلی بخش ہے۔ خدا' انسان اور کائنات کی اس سے بہتر توحید آج تک کسی فلسفی نے پیش نہیں کی ہے۔ شیخ اکبر تو بہت بڑے فلسفی ہیں' انیسویں صدی عیسوی میں ہندوستان میں مولانا فضل حق خیرآبادی پیدا ہوئے۔ انہوں نے قاضی مبارک پر جو حاشیہ لکھا ہے اگر صرف اس کتاب کا انگریزی ترجمہ ہوجائے تو انگلستان کے علماء کو معلوم ہوسکتا ہے کہ ان کا کوئی منطقی اس ہندی عالم کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔"

(سہ ماہی "اقبالیات" لاہور جولائی تا ستمبر ۱۹۸۶ء ص ۱۷)

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

ستانی دستگاہ حاصل تھی۔ ابوالہذیل کا شاگرد ابویعقوب الشحام اور اس کا شاگرد ابوعلی الجبائی جو اپنے وقت کا رئیس المعتزلہ تھا۔ ابوعلی الجبائی کے شاگرد رشید امام ابوالحسن اشعری تھے جنھوں نے چالیس سال تک اعتزال کی آغوش میں پرورش پائی تھی مگر بعد میں توفیق ایزدی شامل حال ہوئی اور اعتزال سے تائب ہوکر اہل سنت وجماعت میں شامل ہوگئے۔ یہی اشعری علم کلام کے بانی تھے۔ ان کے شاگرد رشید سید امام ابوالحسن الباہلی تھے اور ان کے سلسلہ تلمذ میں امام الحرمین عبدالملک الجوینی استاد امام غزالی منسلک تھے اور ان کے شاگرد حجتہ الاسلام امام غزالی نے "تہافت الفلاسفہ" لکھ کر بیچ پچ فلسفہ کے پرخچے اڑا دیئے۔

امام غزالی کے شاگرد ابویوسف معزالدین منصور تھے ان کے شاگرد امام الدین عمر تھے اور ان کے شاگرد قاضی ناصر الدین بیضاوی تھے، ان سے زین الدین ہنکی نے پڑھا اور ان کے شاگرد قاضی عضدالدین لایجی جو "المواقف فی الکلام" کے مصنف ہیں۔

قاضی عضد الدین کی درگاہ کے حاضرباشوں میں قطب الدین رازی اس ورثہ حکمی کے وارث و امین تھے جو فلاسفہ یونان و حکمائے اسلام کے نفس گرم کی تاثیر سے منتقل ہوتا ہوا، محقق طوسی اور قطب شیرازی کے توسط سے ان تک پہنچا تھا۔ ان کے شاگرد ان کے منہ بولے بیٹے محمد بن مبارک شاہ منطقی تھے جنہوں نے قطب رازی سے فلسفہ پڑھنے کے علاوہ قاضی عضد الدین سے براہ راست ان کی "المواقف فی الکلام" بھی پڑھی تھی۔ محمد بن مبارک کے شاگرد میر سید شریف جرجانی تھے۔ وہ اس تحریک کے ایک اہم رکن رکین ہیں کیونکہ ایک جانب جہاں انہوں نے محمد بن مبارک شاہ سے قطب الدین رازی کی شرح مطالع پڑھی اور اس طرح حکمائے سابقین کی میراث فلسفہ کے وارث وامین ہوئے، وہیں دوسری جانب قاضی عضدالدین سے "المواقف فی الکلام" پڑھ کر اسلامی فکر کے کلامی ورثہ کے جو سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کے زمانے سے قاضی عضدالدین کے زمانے تک منتقل ہوتا چلا آرہا تھا، دانائے راز بنے! اور پھر ایک جانب شرح مطالع اور شرح حکمت العین پر حواشی اور دوسری جانب شرح المواقف لکھ کر معقولات کے اساطین اور علم برادروں میں ایک مخصوص وممتاز مقام پیدا کیا۔

میر سید شریف کے شاگردوں میں دو بزرگ اس حیثیت سے مشہور ہیں کہ ان کے ذریعے معقولات کی تحریک آگے بڑھی۔ یہ تھے مولانا محی الدین کوشکناری اور خواجہ حسن شاہ بقال۔ ان دونوں بزرگوں کے شاگرد رشید مولانا جلال الدین اسعد دوانی جن کے علم وفضل کی قدر شناسی کے طور پر قوم نے انہیں محقق کے خطاب سے نوازا اور یہ وہ اعزاز ہے جس کے مستحق صرف دوہی فاضل سمجھے گئے محقق طوسی اور پھر محقق دوانی۔ مواخر الذکر کے بارے میں صاحب "حبیب

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

السیر" لکھتے ہیں۔

"از غیت تبحر در علم معقول ومنقول واز کمال مہارت درمباحث فروع واصول بہ جمع فضلائے عالم وتمامی علمائے بنی دم فائق بود۔ فنون مکنون کہ از بوعلی سینا وعلامہ طوسی درسر خفا محبوب بوندد در نظر بصیر تش جلوہ ظہور داشتند' اسرار مخزون کہ از معلم اول وثانی مکتوم مانده بوندد قلم عنایت سبحانی برصفحہ ضمیرش نگاشت"

ان پر معقولات کی تشکیل وتدوین ختم ہوگئی اور وہ بجاطور پر اس کے واسطہ العقد کہلانے کے مستحق ہیں۔ محقق دوانی سے بے شمار تشنگان علم و حکمت نے اپنی پیاس بجھائی۔ ان میں سے پانچ شاگرد برصغیر میں آگئے اور ان پانچوں میں گل سرسبد خواجہ جمال الدین محمود ہیں کیونکہ ان کے دو شاگردوں سے برصغیر میں حکمت و معقولات کی گرم بازاری ہوئی۔ یہ تھے مرزا جان شیرازی اور فتح اللہ شیرازی۔ امیر فتح اللہ شیرازی کے بارے میں ملا بدایوانی اپنی کتاب "منتخب التواریخ" میں لکھتے ہیں۔

"امیر فتح الل ہ شیرازی اعلم علمائے زمانہ است... جمیع علوم از حکمت وہندسہ ونجوم و رمل وحساب وطلسمات وزیجات و جر الثقال نیکوسی دانست... وتصانیف خوب دارد"

ابوالفضل ان کے بارے میں لکھتا ہے۔

"اگر بالفرض دنیا سے علم وحکمت کی جملہ کتابیں نیست و نابود ہوجائیں تو امیر فتح اللہ اپنی یادداشت سے انہیں بحال کردیں گے"

امیر فتح اللہ کی وفات پر علامہ فیضی نے جو مرثیہ لکھا تھا وہ محض شاعرانہ مبالغہ آرائی نہیں بلکہ حقیقت کا آئینہ دار ہے۔ معقولات کے سلسلے میں امیر فتح اللہ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے علمائے ولایت (ایران وکابل) کی کتب معقولات کو برصغیر کے درس میں داخل کیا۔

امیر فتح اللہ کے شاگردوں میں ملا عبدالسلام لاہوری(۸) تھے اور ان کے شاگرد ان کے ہم نام

۸۔ ملا عبدالسلام لاہوری کے متعلق پروفیسر علم الدین سالک صاحب رقم طراز ہیں۔

"سب سے مشہو ر اور تبحر عالم جن کے مدرسے کو جہانگیری دور میں سب سے اول شہرت حاصل ہوئی وہ ملا عبدالسلام لاہوری تھے۔ لاہور میں آپ نے شیخ اسحاق کاکو' شیخ سعد اللہ بنی اسرائیل اور قاضی صدر الدین جالندھری کے درس میں شریک ہوئے اور ان سے کسب فیض

بقیہ اگلے صفحہ پر

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

مفتی عبدالسلام دیوی(۹) تھے۔ ان سے علم حاصل کرنے کے لئے "سہالی" کے ایک بزرگ ملا عبدالحکیم لاہور پہنچے اور اس کے بعد ملا عبدالحکیم کے صاحبزادے ملا قطب الدین شہید بھی اپنے باپ سے علم حاصل کرنے کے لئے لاہور آئے اور ممکن ہے کہ ملا قطب الدین نے مفتی عبدالسلام دیوی صاحب سے بھی براہ راست کچھ پڑھا ہو۔ بعد فراغت وہ اپنے وطن سہالی واپس آگئے اور ان سے ان کے صاحبزادے ملا نظام الدین سہالوی نے پڑھنا شروع کیا مگر ابھی متوسط تک پڑھنے کی نوبت آئی تھی کہ ملا قطب الدین قتل وغارت کا شکار ہوگئے۔ کچھ دنوں ملا نظم الدین حالات کی ابتری کا شکار رہے حالات ٹھیک ہونے پر جہاں سے تعلیم کا سلسلہ ٹوٹا تھا اسے مکمل کرنے کے لئے مختلف اساتذہ سے اکتساب کرتے رہے۔ انہی میں ملا دانیال چوراسی بھی تھی جو ملا عبدالسلام دیوی کے سلسلہ میں تلمذ سے منسلک تھے۔

پچھلے صفحہ کا بقیہ

کیا۔ فقہ میں یدطولی رکھتے تھے اس کے علاوہ آپ نے اکبر کے وزیر مالیات میر فتح اللہ شیرازی سے ریاضی اور تفسیر پڑھی۔ میر فتح اللہ اپنے وقت کا بہت بڑا مفسر تھا۔ ملا عبدالسلام منقولات و معقولات میں کامل و اکمل تھے۔ پچاس برس درس مسند پر بیٹھ کر علوم وفنون کی اشاعت کی۔ عمر کے آخری حصے میں انہوں نے تفسیر بیضاوی پر نہایت برجستہ حواشی لکھے۔ آپ کے درس نے بڑے بڑے باکمال عالم وفاضل پیدا کئے جن میں علامہ عبدالسلام دیوی اور میرک شیخ بروہی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ نوے برس کی عمر پاکر ۱۶۲۷ء میں فوت ہوئے۔"

(رسالہ نقوش 'لاہور' "لاہور نمبر" مسلسل نمبر ۹۲' ص ۴۸۲۔ ۴۸۳ مضمون مولانا علم الدین سالک)

۹۔ ملا عبدالسلام دیوی کے بارے میں مولانا سالک رقم طراز ہیں۔

"ملا محمد فاضل بدخشی کے معاصرین میں ملا عبدالسلام دیوی بھی تھے۔ دیوہ ضلع بارہ بنکی میں ایک قدیم قصبہ ہے۔ آپ ملا عبدالکریم کے نواسے تھے۔ آپ کی تعلیم وتربیت اور نشود نما کاکوری میں ہوئی۔ آپ جامع معقولات و منقولات ملاعبدالسلام لاہوری کے ارشد تلامذہ میں سے تھے تکمیل تعلیم کے بعد شاہ جہاں کے عہد میں اپنے استاد کی جگہ مدرس بھی رہے۔ اکثر علمائے ہندوستان مثلاً قطب الدین کے والد ملا عبدالحلیم' ملا دانیال چوراسی اور ملا عبدالقادر فاروق آپ کے شاگردوں میں تھے' شاہ جہاں کے عہد حکومت میں ان کو شاہی لشکر میں مفتی کا عہدہ دیا گیا۔ آپ اپنے وقت کے جید عالم تھے "انشراحات معالیہ" آپ کی تصانیف میں سے ہے۔ شیخ خیر

بقیہ اگلے صفحہ پر

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

ملا عبدالسلام نہ صرف علمائے فرنگی محل کے پیشوا ہیں بلکہ اس علمی سلسلہ کے واسطہ العقد بھی ہیں جس کا افتتاح امیر فتح اللہ شیرازی نے کیا تھا اور جو آخر میں خاتم المتکلمین مولانا فضل حق خیر آبادی تک پہنچا کیونکہ ملا نظام الدین سہالوی کے ارشد تلامذہ میں ان کے خلف الرشید ملا عبدالعلی بحر العلوم کے علاوہ ان کے ہم وطن ملا کمال الدین سہالوی بھی تھے۔ موخرالذکر کے شاگرد رشید مولانا محمد اعظم سندیلوی اور ان کے شاگرد ملا عبدالواحد کرمانی تھے۔

ملا عبدالواحد کے شاگرد مولانا فضل امام خیرآبادی تھے جن کے علم و فضل بالخصوص معقولات میں دست گاہ عالی کے بارے میں سرسید احمد خان لکھتے ہیں۔

"قدوہ علمائے فحول' حاوی معقول و منقول مولانا و مخدومنا' مولوی فضل امام۔ علوم عقلیہ وفنون حکمیہ کو ان کی طبع وقاد سے اعتناء تھا۔ اگر ان کا ذہن رسا دلائل قاطعہ بیان نہ کرتا تو فلسفہ کو معقول نہ کہتے۔ اس نواح میں علم حکمت و معقول کی اشاعت اسی خاندان سے ہوئی۔"

مولانا فضل امام نے منطق میں متوسط الاذہان کے لئے ایک رسالہ "مرقاۃ" کے نام سے لکھا

پچھلے صفحہ کا بقیہ

الزمان صدیقی آپ کی حریت کے متعلق ایک عجیب و غریب واقعہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔

"ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ بادشاہ قلعہ شاہجہان دیکھنے گیا جو اس وقت زیر تعمیر تھا' بادشاہ قلعہ کی فصیل ملاحظہ کررہا تھا کہ ملا عبدالسلام کو بھی ایک ضروری کام سے بادشاہ کے پاس حاضر ہونا پڑا وہ بھی فصیل پر چلنے لگے' چونکہ انہیں دیوار پر چلنے کا رابطہ نہ تھا اس لئے ان کے پاؤں لڑکھڑانے لگے۔ بادشاہ نے یہ دیکھ کر کہا۔

"اے ملا از مرگ این قدر ترسی کہ بردیوار رفتن نمی توانی"

آپ نے فرمایا۔

"چگونہ نہ ترسم چراکہ مثل من ہزار سال چرخ اگر چرخ زند دگر پیدا نہ شود بادشاہ بسیار ممکن اند"

قدر دان بادشاہ پر ملا کے ان الفاظ کی تلخی گراں نہ گزری بلکہ وہ مسکرایا اور چپ ہورہا۔ ملا عبدالسلام دیوی کے کئی فرزند تھے۔ وہ بھی اپنے وقت کے مشاہیر میں شامل تھے۔ ان میں ملا نور الہدیٰ' ملا نظام الدین احمد' ملا سید عبدالحفیظ' ملا عبدالباقی شارح مثنوی مولانا روم اور ملا عبدالصمد مفسر قرآن کے نام اکثر تذکروں میں ملتے ہیں"

(ایضاً' ص ۵۰۶۔ ۵۰۷)

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

لیکن ان کا عظیم علمی کارنامہ "طبیعات شفا" کی تلخیص ہے۔ خوش قسمتی سے اس کا واحد نسخہ بخط مصنف مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی آزاد لائبریری میں محفوظ ہے اور اس بات کا منتظر ہے کہ اہل علم میں سے کوئی اسے ایڈٹ کرے۔

مولانا فضل امام کے شاگرد رشید ان کے صاحبزادے مولانا فضل حق خیر آبادی تھے۔ ہندوستان کی جنگ آزادی کی جب مستند اور مکمل تاریخ تعصب و تنگ نظری سے بلند ہو کر لکھی جائے گی تو حضرت مولانا فضل حق کا نام اور کام سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدہ عالم دوام ما

علمی دنیا کبھی بھی ان کے احسانات سے سبک دوش نہیں ہو سکتی۔ شرح معلم قاضی مبارک پر ان کا حاشیہ معقولات کی ایک عظیم وفخیم دائرۃ المعارف ہے۔ اس کے علاوہ افق المبین از میر باقر داماد پر ان کا حاشیہ جس میں حدوث دہر کے نظریہ کی سخافت کو واضح کیا گیا ہے۔ حقیقت وجود کے بارے میں ان کا رسالہ "الروض المجود" وغیرہ ان کی فکری فلک پیما اور ناپید کنار دریائے علم کے مظہر ہیں۔

مولانا فضل حق کے تلامذہ میں ان کے صاحبزادے مولانا عبدالحق کے علاوہ مولانا ہدایت اللہ خان جونپوری خصوصیت سے مشہور ہیں۔ مولانا جونپوری کے حضور مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ اس طرح ان کے توسط سے حکماء و متکلمین کے ورثہ علمی کے وارث وامین ہوئے۔ میں پھر عرض کروں گا کہ زمانہ کے بدلے ہوئے حالات نے اس عبقری روزگار کی غیر معمولی صلاحیتوں کی بالکل قدر نہ کی اور اس عبقریت کو جو محاکمات قدیمہ وجدیدہ کا درس دے کر علم وحکمت کے گوہر آبدار پرو سکتا تھا' بلکہ محقق دوانی اور میر صدر الدین شیرازی کے حواشی "علی شرح التجرید" کے درمیان محاکمہ کر سکتا تھا' صرف ہدایہ کے چند ابواب یا تجرید بخاری کی تدریس میں منحصر کر دیا گیا۔ پھر بھی مولانا کے علم کا بحر ذخار اس قید میں مقید رہنے پر خود کو راضی نہیں کر سکتا تھا۔ اس آزادی پرواز کا مظاہرہ یا تو ان محافل میلا د میں ہوتا تھا جو مخصوص طور پر حضرت مولانا کے لئے منعقد کرائی جاتی تھیں یا پھر نجی مجلسوں میں۔ اگر کوئی شائق علم وحکمت اس قسم کا مسئلہ چھیڑ دیتا تھا' ان کے اس قسم کے افادات مرتب نہیں کیئے گئے ہاں صرف ایک جگہ ان کی جھلکی دیکھی جا سکتی ہے۔

اس زمانہ میں مولانا کے رفقاء میں پروفیسر سید ظفر الحسن تھے جو شعبہ فلسفہ کے صدر تھے۔ وہ جب ڈاکٹریٹ کے حصول کے لئے ولایت گئے تو ان کے مقالہ فضیلت کا بڑا حصہ مولانا نے انھیں

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

املا کرایا تھا۔ یہ واقعہ میں نے اپنے زمانہ طالب علمی میں متعدد ذرائع سے سنا تھا۔ جہاں تک میرا خیال ہے خود حضرت مولانا نے بھی ایک مرتبہ کلاس میں اس کا ذکر کیا تھا۔ ممکن ہے کہ یہ آج کچھ لوگوں کو مستبعد نظر آئے کیونکہ حضرت مولانا قدیم فلسفہ کے ماہر تھے اور ڈاکٹر ظفرالحسن صاحب کے مقالہ کا موضوع Realism تھا جو عہدہ حاضر کی فلسفیانہ گتھیوں میں سے ایک عقدہ لاینحل ہے۔ مگر یہ استبعاد ہماری قلت معلومات سے زیادہ اس احساس کمتری کا نتیجہ ہے جو ہم نے مغربی تہذیب اور علم وحکمت سے مرعوب ہوکر خود اپنے اوپر مسلط کرلی ہے۔ یہ ایک مفید علمی وتحقیقی خدمت ہوگی اگر کوئی صاحب ڈاکٹر ظفرالحسن کی کتاب (Reaslism) اور مولانا فضل حق خیرآبادی کے حاشیہ قاضی مبارک شرح مسلم نیز حاشیہ افق المبین اور الروض المجود فی حقیقتہ الوجود کا تقابلی مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ڈاکٹر ظفرالحسن صاحب کے مقالہ فضیلت کے ابتکارات و منفردات کا بڑا حصہ جن کی بنیاد پر انہیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی گئی ان ہی کتابوں میں مذکور نکات علمیہ پر مشتمل ہے جن تک ڈاکٹر صاحب کی رسائی حضرت مولانا کے توسط سے ہوئی۔

حضرت مولانا کے علم وفضل کا ایک اہم ثبوت ان کی کتاب "المبین" ہے جو جرجی زیدان کی "فلسفہ اللغتہ العربیہ" پر تنقید وتبصرہ ہے۔ مشاہیر علمائے وقت نے اس کتاب کی اہمیت وافادیت سے متاثر ہوکر اپنی قدر شناسی کا ثبوت دیا حضرت مولانا عبداللطیف صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن نے لکھا۔

"تحقیقات جدیدہ کی یہ طرفہ ستم ظریفی ہے کہ اس نے فریب آموز طور پر یہ دعویٰ کیا کہ عربی زبان کو یہ حق نہیں کہ مستقل السنہ کی صف میں اس کو جگہ دی جائے---- بلکہ اس کا ذاتی سرمایہ وہی ہے جو بھیک کے ٹکڑوں سے جمع ہوا---- اس تحقیق مغالطہ آمیز سے دردپردہ یورپ کو اسلام کے بعض مسلمہ مسائل پر حملہ مقصود تھا۔ فاضل مؤلف کی دقیقہ رس اور حقیقت شناس نظرنے جب اس دسیسہ کاری کا احساس کیا تو رگ ہاشمی اور غیرت علمی نے حرکت کی اور حمایت دین متین نے اصل حقیقت کے اظہار پر انہیں مجبور کیا اور ماشاء اللہ ٹھیک رگ فاسد پر نشتر دیا۔ فاضل مؤلف کا استقراء اور استقراء سے نازک اور لطیف نتائج کا استخراج اور نتائج سے قواعد وضوابط کی جانب رہبری---- یہ نہایت کٹھن اور دشوار راستہ ہے جسے فاتحانہ طے کرنے کے لئے فطرت کی طرف سے شاید یہ ہی مقرر ہوئے تھے۔ ظاہر میں یہ کتاب گو اغلوطات اور سفسطیات کا ازالہ ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ فن جدید کی بنیاد کا مستقل کتاب کی صورت میں نقش اول ہے اور اس زمانہ میں جب کہ یورپ میں اغلوطات اور سفسطیات کی گرم بازاری ہے

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

اور ہمارے نو تعلیم یافتہ یورپ کی ہر صدا پر لبیک کہنے کو حاضر ہیں تو اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ نصاب تعلیم میں اس قسم کی کتابیں داخل کی جائیں۔"

عثمانیہ یونیورسٹی ہی کے پروفیسر سید فضل اللہ صاحب نے اس کتاب کے بارے میں اپنے تاثرات بدیں طور قلم بند کیئے۔

"حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے "المبین" لکھ کر عربی زبان کے جس کمال کو پیش فرمایا ہے' اس کی بصیرت افروزی کے بیان کے لئے الفاظ کا ذخیرہ ناکافی ہے۔ ہاں علوم وفنون کا محققانہ مطالعہ کرنے والے حضرات "المبین" سے لطف اندوز ہوسکتے ہیں۔ مولانا نے ان تمام ابلہ فریبیوں کا پردہ بھی چاک کیا ہے جو عربی زبان کی خدمت کے نام سے دشمنوں نے انجام دینا شروع کی ہیں۔ پیرایہ بیان اتنا متین ومہذب ہے کہ انشاء اللہ مصنف کو مخالفین سے بھی خراج تحسین وصول ہوگا"

نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی نے اس پر تفصیلی تبصرہ "معارف" اعظم گڑھ میں شائع کیا۔ فرماتے ہیں۔

"المبین" صرف یہی نہیں ہے کہ جرجی زیدان کی لغزشوں اور غلط کاریوں کی تصحیح کی گئی ہے' بلکہ عربی زبان کی خصوصیت اس کاوش اور تحقیق سے قلم بند فرمائی ہیں کہ بلامبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک ایسا بناغن مدون فرمادیا ہے کہ جس کے دھندلے سے متفرق آثار اگلوں کی تصانیف میں نظر آجاتے تھے۔"

حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ(۱۰) نے اپنے مکتوب گرامی مورخہ ۷ جنوری ۱۹۲۹ء میں حضرت مولانا کو تحریر کیا۔

"مخدوم ومکرم جناب قبلہ مولوی صاحب

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہ!

المبین نہایت دلچسپ اور معنی خیز کتاب ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم اللسانی میں بھی عربی نے استقرائی طریق سے کام لیا ہے۔ یورپ والوں نے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے مگر سب کا سب لغو اور بیہودہ ہے۔"

۱۰۔ کاش غوری صاحب حضرت علامہ اقبال کے خط کی تلخیص شائع کرنے کی بجائے پورا خط درج کردیتے۔ اس طرح ان کا علمی اور اقبالی دنیا پر بڑا احسان ہوتا۔ "المبین" کے وصول ہونے

بقیہ اگلے صفحہ پر

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

وفات

حضرت مولانا نے عسرویسر ہر حال میں بڑے جاہ وجلال سے زندگی بسر کی۔ یہاں تک کہ وہ دن بھی آپہنچا جب کہ ہر فرد کو **"کل من علیھا فان"** کا جام پینا پڑتا ہے۔ ۲۵ اپریل (۱۱) ۱۹۳۹ء کو اجل کو لبیک کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پچھلے صفحہ کا بقیہ

کے چند ماہ بعد حضرت علامہ علی گڑھ گئے تو ان کی ایک علمی مجلس میں مولانا سید سلیمان اشرف صاحب سے ملاقات ہوگئی۔ تو جو کچھ انہوں نے اس کتاب کے بارے میں کہا وہ پروفیسر رشید احمد صدیقی صاحب کی زبانی سنیئے۔ "المبین شائع ہوئی تو ایک نسخہ سر اقبال مرحوم کو بھی بھیجا تھا اتفاق سے کچھ ہی دنوں بعد اقبال مرحوم اپنے لیکچروں کے سلسلے میں علی گڑھ تشریف لائے۔ کھانے پر ایک جگہ مرحومین کی ملاقات ہوگئی۔ المبین کا ذکر چھڑ گیا۔ سر اقبال مرحوم نے بڑی تعریف کی اور فرمایا "مولانا آپ نے عربی زبان کے بعض ایسے پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی ہے جن کی طرف پہلے کبھی میرا ذہن منتقل نہیں ہوا تھا"

گفتگو ہوتے ہوتے ایک موقع ایسا آیا جب سر اقبال نے فرمایا کہ "مولانا دوسرے ایڈیشن میں اگر اس بحث کو بھی بطور ضمیمہ شامل کر دیجئے تو بہتر ہوگا"

(گنج ہائے گراں مایہ از رشید احمد صدیقی' لاہور ۱۹۷۹ء ص ۳۴۔ ۳۵)

۱۱۔ حضرت مولانا کے سنگ مزار پر جناب حبیب الرحمٰن خان شروانی صاحب کا یہ تاریخی قطعہ کندہ ہے۔

سلیمان اشرف سر اہل تقوی
بہ علم وعمل والہ دین اشرف
چو نفسش شنید آیہ ارجعی را
بہ جنت شد از قربت حق مشرف
سنش از دل پاک حسرت نوشتہ
بہ جناب عدن سید سلیمان اشرف

۱۳۵۷ + ۱ = ۱۳۵۸ھ

اس قطعہ کے متعلق پروفیسر محمد اسلم صاحب صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی تحریر کرتے

بقیہ اگلے صفحہ پر

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

مولانا کی وفات صحیح معنوں میں "موت العالم موت العالم" کی مصداق تھی۔ سوگواروں نے اپنے اپنے انداز میں غم واندوہ کا اظہار کیا ان میں اردو ادیبوں کے سرخیل رشید احمد صدیقی بھی تھے۔ انہوں نے اس حادثہ فاجعہ سے متاثر ہو کر لکھا۔

پچھلے صفحہ کا بقیہ

ہیں "بہ جنات عدن سلیمان اشرف سے ۱۳۵۷ برآمد ہوتے ہیں۔ حالانکہ ان کا سال وفات ۱۳۵۸ھ ہے۔ ماہرین فن تاریخ نے ایک عدد کی رعایت دی ہے۔"

(سہ ماہی العلم کراچی جنوری تا مارچ ۱۹۸۳ء ص ۵۷۔۵۸ مضمون پروفیسر محمد اسلم)

پروفیسر اسلم صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ مولانا شروانی کے تاریخی شعر سے ۱۳۵۷ کے اعداد برآمد ہوتے ہیں صحیح نہیں۔ شعر سے ۱۳۵۸ ہی برآمد ہوتے ہیں اور وہ اس طرح کہ پہلے مصرع کے لفظ "پاک" کے دل کے یعنی الف کا عدد بھی جو ایک ہے یہ مولانا شروانی نے شمار کیا ہے۔ جس کی وضاحت انہوں نے خود اس طرح کردی ہے۔

منقش از دل "پاک" حسرت نوشتہ

اس طرح لفظ "پاک" کے دل یعنی درمیانی حرف الف کا عدد بھی جو ایک ہے تاریخ کا حصہ ہے۔ اب پورا شعر دیکھیے۔

منقش از دل "پاک" حسرت نوشتہ
بہ جناب عدن سید سلیمان اشرف

۱۳۵۷ = ۱+۱۳۵۷ = ۱۳۵۸ھ

پروفیسر صاحب کو چونکہ سید سلیمان اشرف صاحب سے **مسلکا** سخت اختلاف ہے وہ "تنقیص اشرف" کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے چنانچہ فرماتے ہیں۔

"مولانا سلیمان اشرف کے بارے میں فیکلٹی آف تھیالوجی کے ترجمان "مجلّہ علوم الدین" میں پروفیسر حمید الدین مرحوم کا ایک دلچسپ مضمون طبع ہوا ہے کہ مولانا کو دوپہر وقت کے سونے کی عادت تھی۔ ایک دن کوئی اجنبی ان سے دوپہر کے وقت ملنے آیا۔ مولانا نے اسے دروازے ہی سے چلتا کیا۔ اس نے جاتے وقت کہا آپ کا اخلاق تو آج دیکھ لیا، علم پھر کبھی دیکھ لیں گے۔ مولانا یہ واقعہ خود مزے لے لے کر احباب کو سنایا کرتے تھے۔" (وہی، ص ۵۷)

بقیہ اگلے صفحہ پر

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

"مولانا سلیمان اشرف صاحب اس جہان سے اٹھ گئے اور اپنے ساتھ وہ تمام باتیں لے گئے جو میرے لئے اب کسی اور میں نہیں"

اعزہ واقارب کا پتہ نہیں۔ ایک صاحب (۱۲)حضرت مولانا کے ساتھ آدم جی منزل میں رہتے تھے۔ خدا جانے اپنے عزیز تھے یا کسی دوست کے عزیز۔ حضرت کی زندگی بڑی نفاست پسند تھی

مندرجہ بالا سطور سے تو کوئی ایسی بات سامنے نہیں آتی جسے مولانا مزے لے لے کر احباب کو سنانے کی ضرورت سمجھتے۔ ہاں اس واقعہ کو اگر پوری شکل میں گنج ہائے گراں مایہ میں ملاحظہ کرلیا جائے تو اس سے مولانا کی بڑائی ظاہر ہوتی ہے نہ کہ کسرشان پروفیسر رشید احمد صدیقی صاحب کی زبانی یہ پورا واقعہ ملاحظہ ہو۔

عرصہ کی بات ہے کہ ایک دن خود بخود فرمانے لگے کہ ہم اس مغالطہ میں مبتلا تھے کہ ہم جیسا خبطی شاید ہی کہیں ملے لیکن ایک ہم سے بھی زیادہ بگڑے دل نکلے۔ صبح کمرے میں سورہا تھا' حسب معمول رضائی اوڑھ کر اور کمرہ بند کرکے۔ ایک صاحب نشست کے کمرے میں آئے دیکھا کوئی نہیں ہے۔ سونے کے کمرے پر آکر دستک دی اور السلام علیکم کچھ اس انداز و لہجہ سے کہا کہ میں چونک پڑا۔ رضائی کے اندر ہی سے جواب دیا وعلیکم السلام۔ انہوں نے فرمایا "مزاج شریف" میں نے کہا کہ ابھی آنکھ لگی تھی۔ فرمایا

"مولانا میں نے آپ کے ملاحظہ کے لئے ایک کتاب بھیجی تھی۔ جواب میں عرض کیا گیا بھیجی ہوگی' آتی ہی رہتی ہیں۔ بولے آپ نے مطالعہ کیا۔ میں نے کہا یہ کیا ضرور ہے کہ مطالعہ کی جائے۔ یہ سب کچھ وہ کھڑے کھڑے فرمارہے تھے اور میں رضائی کے اندر سے جواب دے رہا تھا۔ اتنے میں آواز آئی آپ کی دو باتوں کی شہرت سنی تھی ایک اخلاق کی اور دوسری علم کی۔ اخلاق کا حال تو معلوم ہوگیا' علم کی بھی کسی دن تصدیق ہوجائے گی۔ السلام علیکم! میں گڑبڑا کر چارپائی سے اٹھا اور جلدی جلدی نشست کے کمرے میں آیا لیکن وہ جاچکے تھے۔"

(گنج ہائے گراں مایہ از رشید احمد صدیقی لاہور ۱۹۷۹ء ص ۴۰-۴۱)

۱۲۔ شبیر احمد غوری صاحب نے جس نوجوان کا ذکر کیا ہے وہ مولانا سلیمان اشرف صاحب کے استاد مکرم مولانا ہدایت اللہ کے پوتے تھے۔ ان کا نام غلام غوث تھا۔ غلام غوث صاحب اپنے ایک مضمون میں تحریر کرتے ہیں۔

بقیہ اگلے صفحہ پر

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

اور اس کے رکھ رکھاؤ کی مناسبت سے اثاثتہ البیت تھا۔ چونکہ پسماندگان میں علی گڑھ کے اندر کوئی موجود نہیں تھا اس لئے ٹریژرر یونیورسٹی کے حکم سے اس سامان کی فہرست بنائی گئی۔ اس سے حضرت مولانا کی زندگی کے اعلیٰ معیار کا اندازہ ہوتا ہے' پھر قانونی کارروائی کی تکمیل کے لئے سرکاری گزٹ میں مشتہر کرائی گئی۔ ایک صاحب جو اپنا نام سید نورالحسن اور باپ کا نام سید ابراہیم بتاتے تھے' اس سامان کے مدعی ہوئے اور دعوی کیا کہ وہ حضرت مولانا کے قریبی عزیز ہیں۔ خدا معلوم عدالت نے کیا فیصلہ کیا۔

پچھلے صفحہ کا بقیہ

"میرا اور مولانا کا نہ خونی رشتہ تھا' نہ وطنی نسبت۔ لیکن میرے دادا سے درس لینے کی وجہ سے اپنی عالی ظرفی اور استاد کے احترام کا انہوں نے اس طرح مظاہرہ فرمایا کہ مجھے رام پور سے فوراً اپنے پاس بلالیا اور تادم آخر اپنے سے جدا نہ ہونے دیا۔ ان کی شفقتیں اور عنایتیں مجھے عمر بھر یاد رہیں گی اور میں ایسے شفیق بزرگ ہستی کی یاد میں آنسو بہاتا رہوں گا۔ مولانا کا نورانی چہرہ اور آدم جی پیر بھائی منزل کا وہ چبوترہ اس وقت بھی میری نگاہوں میں پھر رہا ہے۔ مولانا خوش خوراک' خوش پوشاک' باوضع اور متواضع انسان تھے اس پر نواب حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کی تشریف آوری نے چبوترہ کی مخصوص نشست کو بہت اہمیت دے دی۔ وہ مولانا کے یہاں پابندی کے ساتھ روزانہ بعد نماز عصر تشریف لاتے اور مغرب کی نماز کے بعد واپس جاتے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی جن سے مجھے بھی مستفید ہونے کا موقع ملتا۔ شرکائے مجلس میں مولوی مقتدا خان شروانی' مولوی اکرام اللہ خان ندوی' ڈپٹی سید زین الدین' حاجی ابوالحسن' بابائے اردو مولوی عبدالحق' مولانا عبدالحق بغدادی' مولوی احتشام الدین اور مولوی سید بدر الدین صاحبان موجود ہوتے کبھی کبھی حاجی صالح خان شروانی آجاتے۔ افسوس اب ان میں سے (میرے سوا) کوئی حیات نہیں۔ اب نہ شمع رہی اور نہ پروانے رہے۔"

(سہ ماہی "العلم" کراچی اپریل تا جون ۱۹۷۴ء ص ۸۲۔ ۸۳ مضمون حافظ غلام غوث)

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

رسالہ طلوع وغروب نیرین (فی علم التوقیت، باللغة العربية)

بخط الشیخ احمد رضا خان البریلوی

Digitized by

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا

www.imamahmadraza.net

البرهان القويم على العرض والتقويم

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم

فقیر عبد المصطفی احمد رضا قادری بریلوی غفر الله تعالیٰ له وحقق امله میگوید این
مقالات در تفصیل استخراج تقویم و عرض کواکب بر تعدیل و مطالع ممر آنها که
طریق سوم است از طرق اربعه دراک تقویم که در رسالهٔ خود مسفر المطالع
للتقويم والطالع آورده ایم می خواهیم که تا صور ممکنه را احاطه کنیم و بر هر صورت
برهان هندسی آریم تا بیان مفصل و مدلل شود و باستیعاب همه اختلافات الوقوع
مکمل و بالله الاستعانة ومنه الاعانة وصلى الله تعالیٰ وبارك
وسلم على سيدنا محمد و آله وصحبه وابنه وحزبه وعظم وكرم

(۱) مطالع ممر آغاز و سر ربعے از ارباع معدل باشد یا غیر آن علی الاول
اخذ الاعتدالین راس الحمل و راس المیزان بود که منکسیان تحویل ساعات معفر و دوازده
ساعت خوانند یا نظیره احد الانقلابین راس السرطان و راس الجدی که شش
و بر ساعت عمارت کنند علی الثانی کوکب را میل باشد یا نه علی الاول میل در
جهت میل اعظم باشد اعنی مطالع از نصف اول معدل صفر تا ۱۸۰ بود و میل کوکب
شمالی خواه مطالع از نصف آخر و میل جنوبی یا خلاف جهتش باشد که مطالع از
نیم پیشین و میل جنوبی یا از نیم دوم و میل شمالی بر تقدیر ثمود سے از اعتدال قرب
بر سر کوکب گذرانیم و زاویهٔ حادث نه بیان او و مطالع ممر زاویهٔ رامش خوانیم بکمال آفاق
جهت میل این زاویه تا بر زاویهٔ میل کلی ست یا کم باشد و بکمال نخا ... امساوی
تام او ست یا اقل یا اکثر این همه صورت مختلفة الاحکام شده و بسط کثیر در وارست

له یعنی نقطهٔ تقاطع که بجهت اتحاد به راس معنی تعبیر شده ورنه آن نقطه چون منسوب بنقطه گشته این نام یابد وارسول
نوشته ولز منطقه ... ست لحركة المنطقة الذاتية ۱۲ منه غفر له

البرهان القويم على العرض والتقويم (۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹م) (باللغة الفارسية)
للشيخ احمد رضا خان البريلوی

Digitized by
ادارهٔ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

5. Tajalliyat-e-Mufti-e-Azam-e-Hind
Article by Moulana Iqbal Ahmed Qadri, published in Monthly Ashrafia - July 1991, Mubarakpur.
6. Shah Abul Hussain Noori
Article by Moualana Mohammad Ahmad Misbahi, published in Monthly Ashrafia - March 1988, Mubarakpur, India.
7. Reflections on the political thought of Shaikh Abdullahi Dan-Fo dio. - 1984 by Shaikh Umar Abdullahi, New Nigerian Newspapers Ltd. Kaduna (Nigeria).
8. Muhadith-e-Azam Pakistan Vol. 1 - 1989
by Moulana Jalauddin Qadri, Maktaba Qadiriya, Lahore.

N.B.: This paper was read by the learned Author at the "Mufti Azam Conference" held in Bombay on Jan 17 - 19, 1992 in Commemoration of Hazrat Mufti Azam - Moulana Mustafa Raza Khan Grand Mufti of India (and son of Ala Hazrat Mujaddid-i-Din Hazrat Ahmad Raza Shah Barelvi (R.A.) - Exe. Ed.

With the courtesy of

The Message International

March - April 1992

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

the Shahid Ganj Mosque at Lahore in 1935 and declared that participation in this movement was a Fardh for Muslims.

Similarly in 1976 when the pgrogramme of compulsory sterilization (Family Planning) was forced upon Muslims along with other Indian communities, by the Central Government of India, Mufti-e-Azam Hind was the only Muslim Leader to oppose the campaign vigorously and publicly. He issued his Fatwa against the government and arranged its distribution all over India. At that time he brooked all the possible risks and proved to be a practical leader of Muslims and a true servant of Islam.

Demise

He passed away on Friday night 12th November 1981 (15th Moharram 1402 Hijri) in Barielly. Two and a half million Muslims joined together to offer the funeral prayer after Salat-ul-Jumah on 13th November 1981. As he had wished, his funeral prayer was led by a Syed (a direct descendant of the Prophet Muhammad, peace be upon him the Sajjada Nashin of Kichhaucha Sharif, Moulana Syed Mukhtar Ashraf Jilani. He was buried by the side of his father in a Mausoleum situated at Barielly.

The anniversary of his death (Urs) is commemorated on the 14th and 15th Muharram every year all over the subcontinent; his disciples and followers also hold anniversary meetings in many other countries throughout the world including the USA, Britain, Holland Belgium, UAE, Kuwait, Mauritius, South Africa and Zimbabwe.

Descendants

Moulana Mustafa Raza Khan had six daughters and one son. His son Anwer Raza Khan died in childhood.

References

The following books and articles have been consulted:

1. Mufti-e-Azam Aur Unke Khulafa. - 1991
   by M. Shahabuddin Razvi, Raza Academy, Bombay.
2. Monthly ISTIQAMAT (Mufti-e-Azam Special issue) May 1983, Edara Istiqamat, Kanpur.
3. Nizam Al-Mulk Tusi. - 1978
   by S. Rizwan Ali Rizvi, Ashraf Printing Press, Lahore.
4. Neglected Genius of the East.
   Article by Professor Masud Ahmed, published in The Message International, Monthly October - November 1987. World Islamic Mission Trust, Karachi.

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

1. Moulana Sardar Ahmad Razvi (1904 - 1962): He was a great scholar of Hadith and founder of Jamia Razvia in Faisalabad, Pakistan.

2. Moulana Ejaz Wali Khan (1914 - 1975): who served as Shaikh-w-Hadith in several Madaris in Pakistan.

3. Moualana Hasmat Ali Khan (1913-1960): an expert in Comparative Studies of Islamic Sects and an outstanding public speaker.

4. Moulana Mufti Sharif-ul-Haq (b. 1921): He is serving as Chief Mufti of Al-Jamia Al-Ashrafia, Mubarakpur (India) and is considered to be the most auhentic Faqih in the sub-continent.

5. Moulana Mobinuddin (1919 - 1988): former Shaikh of Tafsser in Jamia Naimia, Moradabad (India).

Hundreds of his students are working all over the sub-continent as Heads of Religious Institutions and Muslim Organisations.

2. As an Author

Inspite of his round the year journeys all over India, and his deep commitment to his Central Dar-ul-Ifta, he wrote many books and commentaries on some of the books of Fatawa and Fiqh. It is estimated that he has left about forty books on a vriety of subjects and important issues.

He followed the methodology of his great father in his writings. His style was straight and clear. He seemed to be very bold and strong while expressing his views and presenting his ideas. His books mainly consist of refutations against the invalid views and heretical ideas of deviant sects and groups of the Ummah. He mainly targeted "Wahabi" institutions in the sub-continent.

3. As a Religious Leader

He offered a degnified and powerful leadership to the Indian Muslims throughout his life. He was a man of principle and a person of high morals. He never agreed to such proposals or plans that might harm the interests of Muslim Ummah. And he never remained silent on such occasions when the reputation of Islam and Muslims came under threat.

He was at the forefront during the movement to restore

Digitized by

www.imamahmadraza.net

Tafseer, Hadith, Fiqh, Sarf, Nahv, Tajweed, Balaghat, Tasawwuf, Mantiq, Seerah, Tareekh, Kalam, Aqaid, Reyazi, Touqeet, Jafar and Hayet.

Sufism (Baia'h)

He was a Shaikh of the Qadriya Order. His own Shaikh Abul Hussain Noori (1839 - 1906) of Marahra Sharif (India) was a great Sufi and spiritual guide. It is estimated that nearly ten million Muslims received spiritual guidance from him.

Pilgrimage (Visit to Harmain Sharifain)

He visited Harmain three times. During his first two pilgrimages in 1905 and 1945 photographs were not introdued for the Haj journey. But on his last visit in 1971, although visa and passport photographs were introduced, he was given special permission to travel to Saudi Arabia without providing his photograph for passport or visa by the governments of India and Saudi Arabia.

A great Mufti or Faqih

He started issuing Fatwa while he was only a boy of thirteen years old. He first Fatwa was on Raza'h. At the age of eighteen he became a recognised "Mufti" and it is estimated that he issued about 50,000 fatawa during his lifetime. All the contemporary "Ulama" and "Fuqaha" respeted his opinion on current issues and accepted his Fatwa as the most reliable religious verdict in the sub-continent. Collections of his Fatawa have been published in urdu in two volumes under the title "Fatawa Mustafawi".

Islamic Services

1. As a Teacher

He started teaching in Jamia Manzar-e-Islam, Barielly, in 1910. He served in this prominent institution for a period of about 27 years. He was an experienced and talented scholar of Hadith and Fiqh. Several famous Islamic teachers of the sub-continent who were his pupils went on later to teach in the prominent Dar-ul-Ulooms of India and Pakistan. Some of them are listed below:

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

MOULANA MUSTAFA RAZA KHAN

Grand Mufti of India

(1892 - 1981)

by
Moulana Mohammad Shahid Raza Naimi
General Secretary
The World Islamic Mission U K Branch
&
Director
The Islamic Centre, Leicester England

Moulana Mustafa Raza Khan, commonly known among the Muslims of the Indian sub-continent as Mufti-e-Azam-e-Hind, was born at Barielly (India) in 1892. His father Moulana Ahmed Raza Khan (1856-1921) and grandfather Moulana Naqi Ali Khan (d. 1880) were recognised as great scholars of Islam in Islamic academic circles all over the world.

Educational Background

He was born into a scholarly atmosphere. His family was reputed for its services in Islamic Traditional Sciences. His father especially, a "Mujaddid" of 14th Century Hijrah, is profoundly respected in the Muslim world for his struggle in social, political, educational and spiritual fields for the resurgence of "Din".

Moulana Mustafa Raza Khan completed his religious education under the guidance of his learned father as well as the following scholars.

1. Moulana Hamid Raza Khan (his elder brother) (d. 1362 Hijri)
2. Moulana Shah Rahm Elahi Maglori (d. 1361 Hijri)
3. Moulana Syed Bashir Ahmed of Aligarh.
4. Moualana Zahurul Hussain of Rampur (d. 1342 Hijri)

Academic Status

Moulana Mustafa Raza Khan was well versed in more than twenty branches of Oriental learning including:

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

and these totally nullify Mawlvi Muhammad-ud-din's objections and his first solution.

The above discussion shows that Mawlana Zafaruddin knew the solution of his problem. His arguments are logical and reveal his knowledge of mathematics. The problem itself may not be important to a researcher; it leads to numbers of the Pythagorean type. But it may provide sufficient food for thought on such issues as:

(i) Where did this problem arise -- in geometry architecture, astronomy, religion or any other field?

(ii) Why was the sequence restricted to 11 members only? The number 11 is also chosen as the difference between two sides. Does this information lead to some configuration?

(iii) What is the significance of the ratio between the middle term and the last term.

We hope that our young researchers will take up these and other related problems and thus pay tribute to this genius.

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

(5) $b = 4356 = 66^2$ which has been shown as the 6th member of the sequence dose not belong to this sequence.

Proof : $a = (66 - 11)^2 = 55^2 = 3025$

$b - a = 1331$

which is not a square.

(6) The 5th and the 6th member as given in the solution are respectively the squares of the 5th and the 6th multiples of 11. This was not specified in the problem, which required finding a sequence of squares satisfying the given conditions; the first such number is the first member and the sixth one will be the sixth member and so on.

(7) The misinterpretation of the sequence does not make 17424 the 11th member of the sequence, rather it will be the 12th one, since it is the square of 132 which is the 12th multiple of 11.

The rejoinder of Mawlavi Muhammad-ud-Din Gharib appeared three weeks later. Unfortunately it is missing from the material supplied to us. It appears from the final comments of Mawlana Zafaruddin that the expert mathematician finally arrived at a correct solution.

Al though he admitted his mistake, he still insisted on the problem being ambiguously worded. Mawlana Zafaruddin's final twenty comments further elaborate his previous comments and support the wording of the problem. His arguments are based on logic, mathematics and grammar

and the side of the first square is 132. The difference between the two is 11. The sixth and the eleventh squares are in the ratio 1:4."

Mawlana Zafaruddin appreciated the efforts made by an expert mathematician in solving the problem. He, however, expressed his apprehension that the problem was misunderstood and accordingly the solution needed revision He made the following comments on the solution.

(1) 17424 dose not at all belong to the sequence. How can it be the 11th member.

Proof : Its side is 132 and 132 - 11 = 121 whose square is 14641 and 17424 - 14641 = 2783 which is not a square and hence is dose not conform to the condition of the problem that is should be sum two squares.

(2) In the problem the 11th member was regarded as sum of two squares and not that it should be generated be taking an arbitrary square and forming a sum as has been done in the solution.

(3) In the problem the side of this 11th square was taken in excess of 11 over the side of one of the component squares and not that over any other square as in the solution.

(4) 3025 is not at all the fifth member of the sequence. Not even one square having the properties stated can be constructed preceding it and here there are four of them.

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

y_n is an even multiple of 11 and is equal to 44 times the sum of first n natural numbers.

For all n, (x_n, y_n) lies on the parabola

$$y = (x^2 - 121)/22$$

The values of the first 11 members of the sequence are tabulated below:

n	y_n	y_n	u^2_n	u_n
1	33	44	3025	55
2	55	132	20449	143
3	77	264	75625	275
4	99	440	203401	451
5	121	660	450241	671
6	143	924	874225	935
7	165	1232	1545049	1243
8	187	1584	2544025	1595
9	209	1980	3964081	1991
10	231	2420	5909761	2431
11	253	2904	8497225	2915

The ratio of the sixth member to the eleventh on is 0.102884.

Let us now examine the first solution of Mawlvi Muhammad-ud-Din Gharib:

"The eleventh square is 17424 and the fifth square is 3025, the sum of the two is 20449, whose side is 143

Digitized by

www.imamahmadraza.net

We may write

$$x_n = (2n + 1)\, 11 \qquad n = 1, 2, 3, ..$$

Then

$$y_n = 22n(n + 1), \qquad n = 1, 2, 3, ..$$

and

$$x^2_n + y^2_n = 11^2 (2n^2 + 2n + 1)^2$$

Thus the n th member of the sequence is

$$u^2_n = 11^2 (2n^2 + 2n + 1)^2$$

u^2_n salisfies the conditions of the problem. It is a square and its square root

$$u_n = 11(2n^2 + 2n + 1)$$

differs from one of the components y_n by 11, that is

$$u_n - y_n = 11$$

Some properties of x_n, y_n, u_n are obvious:

u^2_n is an odd multiple of 11^2

x_n is an odd multiple of 11 and is equal to 11 times the n th positive odd integer.

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

Let the n th member of the sequence be u^2_n and let

$$u^2_n = x^2_n + y^2_n$$

where u_n, x_n, y_n are positive integers for all $n = 1, 2, 3, \ldots$

We are given that

$$u_n = y_n + 11,$$

so that

$$x^2_n + y^2_n = (y_n + 11)^2$$

giving

$$y_n = (x^2_n - 121)/22, \qquad x_n > 11.$$

This is an indeterminate equation. To find a solution of this equation in positive integers we will have to solve the congruential equation.

$$x^2_n - 121 \bmod(22) = o.$$

A simple approach is to find x_n such that

$$(x_n - 11)(x_n + 11)$$

is exactly divisible by 22. obviously x_n is odd and is a multiple of 11.

A PROBLEM ON SEQUENCE OF SQUARES BY ALLAMA ZAFARUDDIN RIZAWI

Edited and Translated into English
By Prof. MUHAMMAD ABRAR HUSAIN

Mawlana Zafaruddin Rizawi was not only a distinguished scholar but also an outstanding mathematician like his teacher Imam Ahmed Rida Khan. Once he repeatedly published a mathematical problem in a daily but no one came with a solution. The weekly "Dabdaba-i-Sikandari (Rampur) in its issue of the 22nd February 1909 published a review of the magazine "Al-muallim". which invited vexing problems in mathematics and its teaching. Mawlana Zafaruddin sent his problem to Dabdaba-i-Sikandari. It appeared in its issue of the 12th April 1909 and two weeks later the answer to the problem was published. This solution by Maulvi Muhammad-ud-din Gharib editor of the "Al-muallim", Ali Garh, raised a scholarly debate, an account of which is given in a paper appearing in the Urdu section of this issue.

In this paper we will present our solution of this mathematical problem. We will also give the first solution of Maulvi Muhammad-ud-din Gharib and the comments on it by Mawlana Zafaruddin Rizawi.

The problem is:

Find the eleventh member of a sequence of squares which is sum of two squares and whose side exceeds by 11 the side of one of its component squares. Also find the ratio of such a sixth square to the eleventh one

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

foreign goods, may it be, cigarette, wine or anything like that, help the foreign companies earn a lot of foreign exchange A Muslim would make purchases from Muslims only when it is impressed upon him that Holy Qur'an declares

"إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ ـــ"

"*Innam al-Mo'minoona Ikhwatun*"[5]

That is, "Muslim and a Muslim are brethren." Unless he treats the other Muslim as his brother, he would not extend him a brotherly-treatment Moreover the teachings of Islam shall bear wide repurcussions on the standard of trade. No trader would like to give short of weight as it is forbidden in Islam No trader would make any adulteration of any kind, as it is forbidden in Islam No trader would try to conceal defect, if any, in his commodity as it is forbidden in Islam. No trader would resort to unnecessary hoarding of stock as it is forbidden in Islam No trader would allow unnecessary bargaining in price as it is forbidden in Islam In this manner, under the yoke of Islam, trade will wear a bloomy look If Muslims undertake to make purchases from Muslims only and if Islamic spirit prevails, then a Muslim will not be able to get wine, because no Muslim would like to sell it as it is forbidden in Islam In this way, not only the trade will flourish but it will also bring about a flawless society

So, it is evident that all the four points of A`lahazrat are coherent and co-related insofar as Muslim Economics is concerned. As I have been associated with Economics for the last twenty years, I had a right to study A`lahazrat in this field and so I did I have no hesitation to say that before the insight of A`lahazrat in the field of Economics, I find myself no better than a big zero.

---

[5] Al-Qur'an Parah 26 Surah Hujrat Verse 10

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

Thus, a true Muslim shall be duly satisfied with the decision of a *Mufti* regardless of the fact whether he remains a gainer or loser He would accept the decision by heart. Nor would he take it as point of prestige, as a true muslim wants nothing but what Allah and His Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) want for him. He would not knock at the doors of the court at all A short meeting with a *Mufti* can solve a long dispute. Thus, it would be seen that the fourth point advanced by A`lahazrat is very much linked with the theory of mutual settlements Muslims by avoiding litigation with a view to ensuring large savings

The second point is of opening Muslim banks. Muslims would like to help Muslims only when they are taught to help them in terms of Islamic sciences, that is, in light of Holy Qur'an and Hadith. Interest is a prize of exploitation Muslims would refrain from accepting interest if they are told that usury is *haram* (strictly forbidden) according to Holy Qur'an and whosoever accepts interest, should be ready to fight with Allah on the Day of Judgement Only through the injunction of Islamic spirit which flows from the knowledge of Islamic sciences attained through the study of Islamic books or through the company of Islamic savants, Muslims can agree to opening of interest-free banks and usury can be put an end to. If the rich people open banks out of their riches, the poor people will get rid of their poverty to a great extent. First, the poor will be able to get employment in various projects financed by banks Secondly, the poor section will be able to secure interest-free loans from the banks, which they would get otherwise at a heavy rate of interest. Thus, the second and fourth points of A`lahazrat are well linked together.

Muslims should make purchases from muslims only -- is the third point It does not purport to say that muslims should sell to muslims only. A`lahazrat is restricting outgoings only of muslims. Unless the muslims are taught of their religion, nothing can be achieved in this field A person, who has no knowledge of Islamic studies, is western-minded, would hardly purchase anything from muslims. He would be addicted to using foreign goods and would not hesitate to purchase them from any corner. Nowadays it is seen that those who have craze for using

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

are going on, how far it is desirable to talk of Islamic sciences or religion. A Mawlawi always remains a Mawlawi-some people may think. Prof Siddiqui has duly appreciated the importance of knowledge of Islamic sciences but meanwhile he has gone to say that this fourth point is not in regard to economics. With due respect to Prof. Siddiqui, I would like to say that he has hastened to observe like so, perhaps because of its appearance. Prof. Siddiqui has succeeded in realizing the importance of this point but has failed to link it with economic theories.

To my mind, this point is all the more important. Everybody knows that there is lot of difference between theory and practice. Implementation is an upheavel task. The first three points of A'lahazrat provide a theoratical approach. The fourth one provides a pragmatic approach. It must be borne in mind that A'lahazrat has introduced what we may call Muslim Economics. He has talked of benefit and betterment of only Muslims. From this angle, all the four points are inter-connected. The first point of A'lahazrat is regarding mutual settlement of their disputes. The idea is so nice but its implementation is fairly difficult. As says Adam Smith, "man is the born servant of self interest". Everybody wants to gain. Nobody wants to lose. In quest of gain, man runs after the courts headlong. He runs and runs towards the courts till he gets a gain what he calls justice. Such a race towards the gain makes the litigation time-consuming as well as money-consuming. Now A'lahazrat speaks of preaching and teaching Islamic sciences to the people. He means to say that spirit of Islam must prevail upon the Muslims. A'lahazrat goes to say that such an abrupt race of litigation can be controlled only with the spirit of Islam. Under true spirit of Islam, Muslims shall prefer to get their disputes decided only by their *Muftis* whom they would consider as heirs of Holy Prophet and regarding Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him), the Holy Qur'an declares as under:-

"By Allah, they shall not be Muslims unless they make you Hākim in matter of their disputes and unless they accept your decision by heart and feel no hindrance whatsoever therefrom in their hearts."[4]

[4] Al Qur'an Parah 4: Surah Nisa: Verse 65

Digitized by

www.imamahmadraza.net

A bank is an institution through which the savings of the masses are deployed over productive investment. It is bank that collects pennies but provides pounds. Banks help the people create tendency of saving. Being a great economist. A'lahazrat well realized the hazards of hoarding and advocated for the development of the banking industry.

The third point of A'lahazrat is that muslims should purchase each and every thing from muslims only. Apparently, this point appears to be based on somewhat narrow-mindedness. But it is not so, if we go deep. What A'lahazrat says is that Muslims should purchase from Muslims only. It is not restricted to a particular place, locality or province. It means that Muslims countries should purchase from muslim countries only. It means that A'lahazrat has opposed the free-trade theory as espoused by Adam Smith and suggested Trade Protection so as to withstand the competition in the international market. Fredrick List, a noted German economist has emphatically supported the Trade Protection Policy. Prof. Rafullah Siddiqui has very much appreciated this point of A'lahazrat. According to him, A'lahazrat wanted to provide economic protection to Muslims but the Muslims neglected the economic acumen higlighted by their own savant, A'lahazrat.

To the misfortune of Muslims, what was pinpointed by A'lahazrat for the benefit of Muslims, was utilized by non-Muslims. Second World War had badly ruined Germany, France, Italy etc. The economy of these European countries was crippled. European Common Market (E.C.M) consisting of six European countries came into existence. It achieved marvellous success and the entire World witnessed that it changed the entire story. The staggering economy of these countries mustered a sudden boom and the German mark became the powerful currency of the world. After all, what was this E.C,M.? It was a practical shape of the guidelines given by A'lahazrat just on the lines that Muslims should make purchases from Muslims only. Even today, if the Muslim countries unite and follow such a policy, luck will smile upon them.

Now come to the fourth point. It is regarding the publicity of Islamic sciences. When theories of economics

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

At the instance Prof Rafiullah Siddiqui Chairman Board of Intermediate and Secondary Education Hyderabad (Sind), has written an article *"Fazil-i-Bareillvi Kay Char Ma'ashi Nikaat"*, published from *Maktaba-i-Chashm-i-Rahmat*, Balrampur (UP), India Prof Siddiqui has beautifully explained all the four points at length; I have had all the appreciation for Prof Siddiqui and his article

Through his first point, A'lahazrat has propounded the theory of savings. He has realized the significance of savings and has made people to realize it In most of the under-developed countries, the rate of saving varies from 5 to 8% Now the economic experts have declared that for economic development of the country, saving to the tune of 15% of the national income is a must. The importance of savings over-shadowed the world in 1936 when Lord J.M. Kaynez of England presented his "Theory of Savings & Investment", which proved successful in overcoming the international depression In short, according to Kaynez, saving is all It is equal to investment according to his Equation Thus, more saving, more investment; more investment, more development. For this theory of Saving & Investment, Prof. J. M. Kaynez was honoured by England and the most prestigious title of "Lord" was conferred on him Prof Rafiullah Siddiqui has so nicely and so rightly quipped that Prof. J. M Kanyez was honoured in 1936 for what was already pointed out by A'lahazrat in 1912. Who deserved and who bagged the honour, is thus to be seen. Yet, it may be taken for granted that A'lahazrat would not accept such an honour from British even if he were presented one

Secondly, A'lahazrat presented the theory of opening banks. Needless to mention that banks in the eyes of A'lahazrat were meant to be interest-free banks. History of banking is known to all of us. A'lahazrat suggested and talked of opening banks at a time when banks played no significant role in the country. In 1912, there were only a few banks in India, in big cities, and nobody could foresee then that after a lapse of three or four decades, the importance of banks would assume so much proportions. No doubt, it was A'lahazrat who was able to peep into future and suggest to boost up the banking industry before hand

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

the bird can never surpass the speed of 1036 miles per hour. which is said to be the speed of movement of earth. It shows that the theory of Movement of the Earth is wrong

Need you go yet for further arguments? Go on thinking over plane, gun, cannon, missile squd and so forth

Thus, we can come to the conclusion that a person who challanged the great scientists like Copernicus Kepler, Galileo, Newton etc, must have been a great scientist himself. I would like to add that what is required to disprove the theories of these scientists, A'lahazrat has done ahead of it but sooner or later its credit will be bagged by someone else who will win the fight in the name of a scientist for, A'lahazrat is better known as a Muslim theologian rather than a scientist

A'LAHAZRAT AS AN ECONOMIST

Economics is the science of wealth, as says Adam Smith, who is called the Father of Economics. Adam Smith wrote a book entitled "Wealth of Nations" which was published in 1176. For centuries, this subject was taken as dry and no interest was shown in it. It was only around 1940 when this subject gained popularity. International depression was the main cause behind it. During the time of A'lahazrat (1856-1921) Ecomomics was a subject, which was not given much importance. Nevertheless, A'lahazrat through his book published in 1912, presented four peerless points for the economic development of Muslim brethren These are:-

1. Barring the affairs wherein Government is involved, the Muslims should decide all their disputes mutually so that millions of rupees, which are being spent over litigations, may be saved.

2. The affluent Muslims of Bombay, Calcutta, Rangoon, Madras and Hyderabad should open banks for other poor muslims.

3. Muslims should not purchase anything from anybody except Muslims.

4. The sciences of Islam should be propagated and publicised,

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

i.e. 1500 yards, whereas actually it would fall in the very east at a distance of 19 yards only. It shows that the said theory of Movement of Earth is wrong.

3. Suppose, from a tree, two birds fly with equal speed and for equal period, one of them goes towards east and the other towards west. Now if their flying speed is equal to the speed of movement of earth, that is, if they fly at a speed of 1036 miles per hour, then according to the said theory, bird going towards west must fly at a speed of 1036+1036 i.e. 2072 miles per hour (being its own speed added by the speed of movement of earth), while the bird going towards east would not be able to move even an inch as its speed after adjusting the speed of movement of earth (both being equal) would become zero. On the contrary, what would actually happen is that the bird going eastward would go in the east to a distance of 1036 miles during an hour and the bird going westward would go in the west at a distance of 1036 miles. It shows that the said theory of movement of Earth is wrong.

For a bird, the abnormal speed of flight of 1036 miles per hour has been assumed only to bring it prallel to the speed of movement of earth and simply to prove that according to the said theory, the bird flying towards east would not be able to cover any distance even if it comes abreast of a plane in the matter of speed and flies at a rate of 1036 miles per hour.

4. If it is intended to kill a bird appearing at a distance of 10 yards in the air from a particular place and suppose it takes two seconds in stringing the bow and shooting the arrow, then by the time the arrow is shot, that particular place would slip away within these two seconds at a distance of 1013 yards at a speed of 506.4 yards per second being the speed of movement of earth and thus the arrow can never reach the target, whereas it may be taken for granted that the arrow would hit the target. It shows that the theory of movement of Earth is wrong.

5. If a bird is sitting on a pillar near its nest just at a distance of one yard, even then it can never reach the nest, because in order to reach the nest, the bird shall have to fly — may it be for a second or part thereof. The fact is that,

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

subject. In 1920, he presented his book "*Fauz-i-Mubin Dar Radd-i-Harkat-i-Zamin*". Published from *Idara Sunni Dunia, Saudagran*, Bareilly. This book contains 105 arguments, dozens of diagrams and lots of calculations in refuting the said theory. Out of 105, I am giving below gist of only five logical and axiomatic arguments which are quite easy and which can be understood by a man of average intelligence.

1. If a heavy stone is thrown up straight, it would fall on the same place from where it was thrown, whereas according to the theory of movement of earth, it must not happen. According to it, if the earth were moving towards east, the stone would fall in west because during the time it went up and came down, that place of earth from where the stone was thrown up, due to movement of earth, would slip away towards east. Suppose, the process of stone going up and coming down took a time of 5 seconds, then according to the said speed of movement of earth, that is, 506.4 yards per second, the earth would slip away towards east by 2532 yards i.e about one and a half miles. In other words, the stone must fall in the west of that place (place of throwing up the stone) at a distance of about one and a half miles but actually it would fall on the same place from where it was thrown up. It shows that the said theory of movement of Earth is wrong.

2. If two stones are thrown away at the same time and with the same power — one towards east and the other towards west, then what should happen according to the said theory of movement of earth, is that the stone going towards west must appear to be going very fast and that the stone going towards east very lazy. Suppose the power of throwing the stone is 19 yards within three seconds, then the respective stones would fall in the east and west at a distance of 19 yards only but according to the said theory, by the time the westward stone would cover a distance of 19 yards in three seconds, the place from where the stones were thrown, would slip away towards east by 1519 yards (506.4 x 3). In this way, it must fall at a distance of 1519+19 i.e. 1538 yards, whereas it would actually fall only at a distance of 19 yards. Similarly, the other stone going towards east must fall in the west at a distance of 1519-19

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

A'LAHAZRAT As a Physicist

The earth moves constantly about its own axis and also round the sun which is stationary. This theory espoused by Copernicus, Kepler and Galileo, gained popularity all over the world. The theory says that the speed of rotation of earth is 1036 miles per hour i.e 17.26 miles per minute i.e 30389 yards per minute i.e.506.4 yards per second. Against this theory, nobody could speak. It was A'lahazrat who challenged it and declared:-

"The Islamic principle is that the sky and earth are stationary and the planets rotate. It is sun that moves round the earth, it is not earth that moves round the sun."

In order to substantiate it, A'lahazrat put forward two-tier arguments. First, he quoted a number of verses from Holy Qur'an and Hadith, the translation of some of which is given below:

1. The movement of Sun and Moon is according to a course.[1]
2. The sun and the moon are sailing within a circle.[2]
3. The moon and the sun were beseiged for you which are constantly moving.[3]

(For detailed study, please see "*Nuzool-i-Ayat-i-Furqan Besukoon-i-Zameen-o-Asman*" of A'lahazrat written in 1339 A.H. published from Raza Academy, Bombay.)

It is thus, quite clear that the sun moves and it is obligatory upon every Muslim to believe it because it is what Allah ordains us to believe. In light of Holy Qur'an and Hadith, the theory of rotation of earth is absolutely wrong. Such arguments were more than enough for Muslims but for Muslims only. For others, A'lahazrat presented a number of arguments based on scientific understanding – technical and otherwise. A'lahazrat wrote several books on this

---

[1] Al- Qur'an: Surah Rehman: Verse 5

[2] Al- Qur'an, Surah Yasin, Verse 40

[3] Al-Qur'an, Surah Ibrahim, Verse 33

Digitized by

www.imamahmadraza.net

distance of six planets as on 17th December, 1919 worked out to 26 degree, whereas A'lahazrat presented a detailed chart depicting the real position of such planets as on 17th December, according to which, such mutual distance worked out to 112 degree. There was such a lot of difference between the two

Prof. Albert gave all the weight to Law of Gravitation Confuting it, A'lahazrat argued that the said conjunction did not conform with the Law of Gravitation as well. Either of the two shall have to be discarded then. Have all the planets made a pact to attack the sun alone? Why will they not attack each other, A'lahazrat quipped. If the Law of Gravitation is correct, it is bound to affect all — more effect upon what is nearer and sharper effect upon what is weaker. When the attack of six planets can cause such an injury to the sun, then why the Saturn could not be destroyed by the gravity of the remaining five planets, especially when the Saturn is smaller than Sun by thousand times, A'lahazrat asked.

Mars is smaller than Satrun. Mercury is the smallest of all. So in this way, these are bound to be shattered into pieces. What an absurd it is to believe that the weaker might not suffer at all and the strongest (sun) will lose the battle, A'lahazrat argued. Even on the basis of the Law of Gravitation, there can be no such conjunction of planets, A'lahazrat declared. That is, A'lahazrat beat Albert from both ends.

By and by, the time passed and the crucial day of 17th December arrived. As the sun rose, the panic-stricken people began to take it as Doomsday. The routine life went to standstill. Clouds of horror hovered heavily. Some people laid hope in Albert. Some people laid hope in A'lahazrat. The names of Albert and A'lahazrat were running on the lips and tips of one and all. By grace of Allah, the day went off peacefully, The sun set setting the pandemonium at rest. Nothing untoward took place anywhere. The position of Albert was all burst.

Everybody witnessed that what A'lahazrat had observed and declared, came true word by word. It bagged three cheers for A'lahazrat. Prof. Albert also conceded the talent of A'lahazrat in the field of astronomy.

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

terrible rains and powerful earthquakes. The earth will return to its normal position after several weeks."

The news spread like wild fire. Panic gripped the whole world. Some of the Muslims fell prey to it as well. Mawlana Zafaruddin of Bihar, a disciple and caliph of A`lahazrat apprised A`lahazrat of such forecast of Prof. Albert. Thereupon, A`lahazrat wrote an article belying the forecast tooth and nail brandishing it as baseless and bogus, which was published in the Monthly "Al Raza" from Bareilly. This contradictory article too gained equal publicity. A`lahazrat was challenging Prof. Albert. A Mawlawi was challenging an astronomer. An Indian was challenging an American. It was towards the middle of November and the people were waiting impatiently for 17th December. In order to allay the fear on the part of his Muslim brethren, A`lahazrat rose to the occasion and chose to get his article published. A`lahazrat consoled the frightened Muslims and advised them:-

"Muslims: be afraid of Allah. Do'nt be afraid of Albert. His forecast is false and baseless. It is neither desirable nor permissible for you to pay any heed to it". Interestingly enough, A`lahazrat gave as many as seventeen arguments to disprove the said forecast. The arguments advanced by A`lahazrat are astronomical and technical. Men of common understanding connot understand. So, it is of no use to reproduce them in full. However, those who can and those who wish to make a deep study of these arguments, may please go through the booklet "*Prof. Albert F. Porta Ki Peshin Goi Ka Rad*" published from Maktaba Gharib Nawaz, Allahabad.

However, to present something for a common, man, I would like to point out that A`lahazrat argued vehemently that the very basis of such forecast was wrong. The forecast was based on the principle that "sun is stationary and the earth moves around the sun". In the light of Holy Qur'an, A`lahazrat declared:- "The sun and moon do move according to their course. They are sailing within a circle. It is earth (not sun) that is stationary around which the sun and other planets revolve".

According to the working of Prof. Albert, the mutual

Digitized by

www.imamahmadraza.net

Finally both the gentlemen reached Bareilly and met A`lahazrat. A`lahazrat was running somewhat indisposed. However, A`lahazrat asked Prof. Zia al-din, "What brings you here?" "In connection with a question of mathematics", he replied. "What is that", A`lahazrat asked. Prof. Zia al-din said: "The question is not so easy. I shall tell you when you are at ease," "Even so, what is that?" --- A`lahazrat remarked. Prof. Zia al-din then went on putting up his lengthy and uphill question. By the time the question was finished A`lahazrat replied forthwith: "Its answer is such and such." Hearing the answer at such a slip shod, Prof. Zia al-din was all agape. He was overwhelmed with the charisma of A`lahazrat's talent. He said: "I heard of *Ilm-e-Ladunni* (inspired knowledge) but tody I have seen it with my own eyes. Glorious matematicians are vainglorious. The real genius is A`lahazrat who took no time to solve an insoluble question for which I have been languishing since long." Prof. Zia al-din, thus, took sigh of relief and thanked Prof. Sulayman Ashraf for his kind and fruitful guidance.

A`LAHAZRAT AS AN ASTRONOMER

A thrilling news appeared in the English Daily "Express" of 18th October, 1919 published from Bankipur, Patna (Bihar). It was regarding a unique and dreadful forecast made by Prof. Albert of USA, who happend to be an astronomer and mathematician of international repute. Its gist was as under:-

"On 17th December, 1919, six planets which are most powerful viz. Jupiter, Mercury, Venus, Mars, Saturn and Neptune will be in conjunction and the Sun will come in opposite direction of these planets. These planets will fetch the sun towards them with all their gravity. The result will be that the magnetic properties of these planets will pierce into the sun and it will inflict a hole into the sun which will be in the shape of a big dagger. And, such a stain on the sun will be visible which everybody would see on 17th December, 1919 with naked eyes. Prof Albert further predicted that conjunction of such planets, which was not witnessed for the last twenty centuries, would cause disorder in the air and it would bring about big storms,

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

Imam Ahmad Raza As a Scientist

(Mathematician, Physicist, Economist & Astronomer)

Zahoor Afsar

AS A MATHEMATICIAN

Prof. Zia al-din was the Vice Chancellor of Aligarh University and Sayyid Sulayman Ashraf was Professor of Islamic Studies. Prof Zia al-din was a noted Mathematician of India. Once he got confused over a question of mathematics. The question was so complicated that despite all efforts, it remained unsolved. Insofar as, Prof. Zia al-din made up his mind to go to Germany in order to consult his German counterparts. Meanwhile, Prof. Sulayman Ashraf advised him to approach A`lahazrat at Bareilly on this issue. Prof. Zia al-din raised certain queries about A`lahazrat. On being told that A`lahazrat was *Mawlavi*, he paid no heed and began to make all arrangements for his trip to Germany. However, Prof. Sulayman Ashraf did not change his stand and went on insisting that he should visit Bareilly. Upon this, Prof. Zia al-din said: "I admit what you say. I admit that he is a great man. But it is not a question of Islamic science; it is a question of mathematics. What has a Mawlawi to do with mathematics? What a deriding it is to go to him for such a question which is a gordian knot even for mathematicians." (For more details, please see "*Hayat-i-A`lahazrat*" by Mawlana Zafar al-din Bihari) Even so Pro. Sulayman Ashraf did not retract at all and argued: "As compared to Germany, Bareilly is at an arm's length and direct train is there. What ails you if you go there first for my sake. If you get satisfaction, all well. If not, you are at liberty to proceed to Germany or anywhere you like." Then, Prof. Zia al-din said: "If you so insist, let me see A`lahazrat."

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

al-karim and hadiths, I explain the necessity of keeping away from them and treating them severely. I additionally give the comments of the 'ulama'. This work will be the light for the eyes, and the remedy for the hearts.

While the harms of being together with men of bid'a are that many, it should be estimated how many more the harms of loving and praising them are. A hadith says, "One is with whom he loves"

Another haith quoted by Imam 'Ali (radi-Allahu'anh) and others, says, "I swear that Allahu ta'ala will resurrect the man with those whom he loves." The hadith reported by at-Tabarani says, "Allahu ta'ala will resurrect the man among those whom the loves." The hadith reported from Abu Huraira (radi-Allahu'anh) by Abu Dawud and at-Tirmidhi says, "Man's religion is similar to his friend's religion. Everybody shall examine whom he has friendship with!" Extensive explanation about the foregoing hadiths is given in my book Fih an-Nasrin bi jawabi'l-as'ilati 'l-ishrin.

The aim of Nadwat al-'ulama is the same as that of the damned Satan. They endeavor for the dissention of Muslims with little knowledge from the right path. They introduce a new religion with their statement, :It is fard to unite Muslims." Their saying, "Their 'ibadat will not be accepted. They will not attain to blessings and happiness," is a slander against Allahu ta'ala. Their words, "Dispute with and hostility towards men of bid'a are sinful. This sin will not be forgiven. Pardon of it is impossible," show that they have dissented from the right path of Ahl as-Sunnat wa 'l-Jama'a and that they deny the ayats which say, "Allahu ta'ala forgives all the sins but shirk of whomever He wishes," and "Allahu ta'ala certainly forgives all sins." Their saying, "Pardon of this sin is impossible," results in their denial of these ayats. Also. they ascribe wrong meaning to the hadith, "Allahu ta'ala's servants, be brothers {of one another}!" This hadith, meaning, as reported in Umdat al-Kari and other books, is, 'Do the things that will help you become brothers of one another.' Accordingly, in order for the men of bid'a to become brothers to the Muslims of the right path, they should give up their bid'as and accept the Sunna. Their calling Muslims of Ahl as-Sunna to become brothers for themselves despite their persisting in committing their bid'as is an apparent heresy and an ugly deceit.

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

were sitting Together, Sa'id ibn Jubair, passing by, said to me, 'Do not sit with him! He is a man of bid'a. "As Asma ibn Ubaid told, two men of bid'a came to 'Ali ibn Sirin and said that they wanted to ask him about a hadith; "No, don't ask, " he said, When they said that they will ask him about an ayat, he said, "No! Get out of here or I will go" The two men left. Those who were there said, "What if you spoke on an ayat from al-Qur'an al-karim?" He replied, "I feared that they would read the ayat after altering it and that this alteration might make place in my heart." Salam ibn Abi Muti, told that, when a man of bid'a said to Ayyub that he would ask him a word, he said, "I wouldn't listen even a half word from you." Someone asked something to Sa'id ibn Jubair, who gave no answer; when the reason was asked, he said, "He is a man of bid'a, so shouldn't be talked with." Abu Ja'far Muhammad Bakir said, "Do not stay near those who dispute. They give meanings to ayats as they wish." In the explanation of Mishkat, Imam Ahmad ibn Hajar al-Makki comments on 'Abdullah ibn Umar's (radi-Allahu'anhuma) saying, "Do not say my salam to " and adds, "Because, we are ordered to keep away from men of bid'a." In the explanation of the hadith, "Do not be in company with people of the Qadariyya group," in the book Mirkat, it is said, "Because, keeping company of enemies leads one to ruin and disaster." It is written in the book Shir'at al-Islam that Salaf as-Salihin did not get close to men of bid'a since a hadith said, "Do not stay with men of bid'a! Their vices are as contagious as scabies." Another hadith says, "Do not greet people of the Qadariyya group! Do not visit their sick people! Do not attend their funeral! Do not listen to their words! Give them answer sternly! Humiliate them!" Another hadith says, "Allahu ta'ala fills with iman the heart of him who gives stern answer to the man of bid'a; He protects him against terrible things. One who disesteems the man of bid'a will be saved by Allahuta'ala against the fears of Resurrection." It is written in the book Irshad as-sari sharhu sahih al-Bukhari that, unless it is understood that a man of bid'a has vowed for repentance, it is necessary to keep away from him.

I, the poor servant {that is, Ahmad Raza Khan}, am preparing a booklet on this subject now. With documents from al-Qur'an

---

*This hadith forbids friendship, eating and marrying with ahl al-bid'a. It is written in Hindiyya and Bahr ar-raiq. "Zindiqs, Batinis, Ibahis and all the groups with beliefs that cause kufr are mushriks (polyheists) like idolaters and worshipers of star. Marriage with such mushriks or intercourse with their females as jariyas is haram."

The above writings conclude that, if the belief of those who do not belong to one of the four madhhabs., that is those who are not of Ahl as-Sunna, causes kufr, they become mushriks. Marriage with them and eating the carcass they have slaughtered are haram. Of them, those whose belief does not cause kufr are ahl al-bid'a and marriage with them is not haram thought the nikah would be sahih, not with them but with Al as-Sunna should Muslims get married, because living with them and even greeting them are forebidden by hadiths.

Digitized by

www.imamahmadraza.net

al-qibla do not love one another, they cannot possess iman and enter Paradise. Though men's every kind of sins may possibly be forgiven, discord and enmity between one another will not be forgiven."

Answer 10: Not all of above statements are in conformity with Islam. They are harmful to Muslims and lead them to heresy. Many hadiths and the words of Islamic imams support this. Let's quote some of the hadiths that forbid friendship with men of bid'a and command keeping away from them; the hadith reported in the Sahih of Muslim from Abu Huraira (radi-Allahu'anh) says, "Run away from them! {So} they shall not lead you to heresy, throw you into discord!" The hadith reported from 'Abdullah ibn 'Umar (radi-Allahu 'anh) by Abu Dawud says, "Do not visit them when they get sick!" The hadith reported from Jabir by Ibn Maja (radi-Allahu'anh) states, "Do not greet them when you encounter them!" The hadith reported by 'Ukaili from Anas ibn Malik (radi-Allahu 'anh) says, "Do not keep company with them! Do not eat or drink with them! Do not intermarry with them!"*

The hadith ash-sharif reported by Ibn Habban says, "Do not perform their funeral prayers! Do not perform salat with them!" The hadiths reported from Ma'adh (radi-Allahu' anh) by ad-Dailami say, "I am not from them. And they are not from me. Jihad against them is like jihad against disbelievers." The hadith ash-sharif which was reported through the ancestral succession of Imam 'Ali (radi-Allahu anh), Husain, Zain al-Abidin Ali, Muhammad Bakir and Imam Jafar as-Sadiq and which was said to Abu Umama states: "Do not have done." The hadith reported from Anas ibn Malik (radi-Allahu'anh) by Ibn asakir states, "When you meet the man of bid'a, treat him harshly! Allahu ta'ala is hostileto all men of bid'a, None of them will be able to pass the Sirat bridge; they will fall in Hell fire." The hadith reported from Hadrat 'Umar (radi-allahu'anh) by Abu Dawud and Hakim syas, "Do not be in company with people of the Qadariyya group! Do not consult them in your affairs."The hadith reported from 'Abdullah ibn Masud (radi-Allahu anh) by Ahmad ibn Hanbal, Abu Dawud, at-Tirmidhi and Ibn Maja and from Abu Musa 'l-Ash'ari (rahmat-Allahu 'alihim) by at-Tabarani says, "The Sons of Isri'l committed sin, Their scholars advised them; they did not listen. Their scholars later talked with them. They ate and drank together. Allahu ta'ala introduced enmity among them; He condemned them through the mouths of Dawud (alaihi's-salam) and Isa (alaihi s-salam)."

At-Timidhi, Abu Dawud and Ibn Maja reported from Nafi' that a man conveyed someone's salam to 'Abdullah ibn 'Umar (radi-Allahu anhuma), who said, "I have heard that he has become a man of bid'a. If he is so, do not take my salam to him," Hasan al-Basri and Muhammad ibn Sirin said, "Do not come together with men of bid'a." Ayyub as-Sahtiyani said, "I and Talaq ibn Habib

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

Question 9: "The aim in the establishment of this organization, Nadwa, has been asserted to be the abolition of the difference between the Sunni and the group of bid'a. 'They should not refuse one anothers beliefs, but live brotherly. 'Ulama' should not speak or write on the beliefs in disagreement among themselves. Or else, they set a bad example to be copied by all Muslims and their disciples. Difference and argument cause perishing and stem from the desires of, nafs and 'self-esteem', they say. Are these words right or wrong or excessive?"

Answer 9: When a bid'a gets spread, it is fard to refute it and to try to disseminate its harmfulness and wickedness. That this is fard has been unanimously declared by the 'ulama' of Islam. Salaf as-Salihin and the 'ulama of all times up to now have always opposed bid'a in this way. One who does not refuse the men of bid'a but let them themselves will have dissented from Muslims' unanimity, got a way from the Islamic jama'a and loved bid'as and offenders of bid'a. And this means to discredit the Ahl as-Sunna madhhab and the Muslims of this right path; to forbid the established reason and to command the prohibition; to lead Muslims to Allahu ta'ala's damnation. Great 'alim Hadrat Ahmed ibn Hajar al-Makki, the imam of Muslims, said in the preface to his work As-sawaiq al-muhriqa. "Though I do not have the profound knowledge to comprehend the reality and essence of the writings in this book, I was inclined to write because of the following hadith ash-sharif reported in Al-Jami' by khatib al-Baghadai: 'When seditions and bid'as spead and my Sahaba are slandered, those who know the reality shall declare what they know! May those who do not declare what they know be damned by Allahu ta'ala, by angels and by all people! Allahu ta'ala does not accept any of their 'ibadat and goodness.'"The statement, "Telling what one knows causes disunion, is sinful and is self-destruction,' is a slander against Allahu ta'ala and Islamic 'ulama', dissention from the Ahl as-Sunna madhhab and denial or prohibition of an important fard.

Question 10: "They say, 'The most important of Nadwa is to annihilate the differences among Ahl al-qibla; to unite Muslims of different faith of Ahl as-Sunna and ahl al-bid'a; to do away with disagreements; to bring them all into a state of benediction and sweet taste like milk and sugar; to render the simultaneous beat of hearts and everybody's getting share in one's sorrow and loss; to make known that all who say kalimat ash-shahada are brothers even if their beliefs would be different. This is aimed on account of the command in the hadith, "Oh Muslims! Be brothers to one another!" Disagreement on anything or speaking ill of one another is unnecessary. Such unity is a command, a fard, of Allahu ta'ala. The salat, fast and ta'a of only those who unite in this way are acceptable. Those who do not unite in this way will not attain to happiness in this and the next worlds. Moreover, unless Ahl

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

Answer 7: These words are not correct at all. The person who says these becomes one among them, even one worse than them. How could a man of bid'a be respected? The hadith reported from 'Abdullah ibn Bashir (radi-Allahu 'anh) by at-Tabarani says, "One who respects the man of bid'a will have helped in the annihilation of Islam." Another hadith, reported from Mu'adh (radi-Allahu 'anh) in Kabir by at-Tabarani and in Hilya by Abu Nu'aim, says, "One who walks to show respect for the man of bid'a has helped in destroying Islam. "There are many similar hadiths. It is dalal, heresy, for those not promoted to the status of mujtahid not to follow one of the four madhhabs but to do one's worship and affairs according to what he understands from hadiths. It is dissention from the Believers' path. Allahu ta'ala declares in the 43rd ayat of the surat an-Nahl, "Ask what you do not know from the people of dhikr!" A hadith reported from Jabir ibn 'Abdullah (radi-Allahu' anh) by Abu Dawud says, "Ask what you do not know. Medicine for ignorance is inquiry." These ayat and hadith command those who do not know to learn by asking those who know. As it is concluded from this, those who speak about the la-madhhabi as quoted above or who admit and believe their words, in fact, belong to the la-madhhabi, being partners to them in heresy.

Question 8: "In the last two years, this kind of people have multiplied in India. An organization named 'Nadwat ul-ulama' has been founded in claim of service to Islam and to awaken Muslims.

Here every kind of people and those with heretical beliefs have gathered, and la-madhhabi people, including a few belonging to Ahl as-Sunna, have taken hold of high chairs. What would you say about this?"

Answer 8: This behavior of them is haram and heretical. It is intended to estrange Muslims with little knowledge from their madhhabs. Such Muslims, upon seeing heretical men of religion in cooperation with Ahl as-Sunna scholars all sitting at the same line of chairs, think of those heretics also as respectful and beneficial. They being to show respect for them, which is sinful, Islamic religion commands humiliation and severe treatment of the men of bid'a and forbids showing respect to them. In 'aqa'id books, for example, in Sharh al-maqasid, the 'ulama' of Islam wrote, "It is necessary to treat severely, to humiliate, to refute and to expel the men of bid'a." When Muslims see them at high ranks, their hearts incline to listen to them and, with the Satan's cheating, begin to love them. In actual fact, those who cooperate with the men of bid'a cause the dissention of them from the right path. Gathering of people with different beliefs results in destruction of the religion. Those who say that they will wake up Muslims, in fact, try to poison them and lead them to disaster.

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

Question 6: "We nowadays see upstart people who are called 'Ghair al-muqallidin,' that is non or la-madhhabite people. They neither follow any of the four madhhabs nor let anybody follow one of them. They call themselves ahl al-hadith. They say that they follow only the Hadith. We see that some ignorant people, who are deprived of religious education and cannot differentiate the truth from the wrong and the straight from the crooked, pass themselves for authorities on religion after learning some Arabic in Egypt, the Hijaz, Iraq or in Damascus and write books on religion. What would you say about them and their books?"

Answer 6: In the subject on 'Zabayih' in the marginalia of Ad-durr al-mukhtar, 'Allama Sayyid Ahmad at-Tahtawi, one of the 'ulama of the Hanafi madhhab, writes:"One who departs from the path of the 'ulama' of fiqh, from as-siwad al-a'zam, will have directed himself to Hell. Oh Muslim! Therefore, hold fast to the path of Ahl as-Sunnat wa 'l-Jama'a which is called 'al-firqat an-najiyya' (group of Salvation), the unique group reported by our Prophet ('alaihi' s-salam) to be saved from Hell! Because, Allahu ta'ala's help, protection and taking to bliss are only for those who are on this path. Allahu ta'ala's Ghadab (Wrath) and adhab (torture) are for those who dissent from this path. Today, this firqat najiyya has gathered in the four madhabs, namely, Hanafi, Shafi'i' Maliki and Hanbali. One who does not belong to any of these four madhhabs is a man of bid'a or a man for Hell {heretic or unbeliever}." Great Imam Sufyan ath-Thawri (radi Allahu 'anh) said, "If one who is not an 'alim in fiqh tries to adapt his affairs to hadiths, he leads himself to heresy. " Great Imam Ibn al-Haji al-Makki said the same in his work Al-mad'hal. My fatwas about and articles on the la-madhhabi ar available in my book Al-barikat ash-sharika' ala marikat al-musharika.

Question 7: "Some people say, 'The la-madhhabi belong to Ahl as-Sunna and are even licensed authorities on religion. They differ from Ahl as-Sunna only in insignificant teachings, and this difference is beneficial as that between the Hanafi, Shafi'i and Maliki madhhabs, thus they help the religion of Islam. Should not the la-madhhabi, therefore be considered as those in the Hanafi and Shafi'i madhhabs and should not we know them as Islamic brothers and love heartfully and respect them? Isn't it the way of those intoxicated with love for Allahu ta'ala to do one's affairs according to hadiths though one is not a mujtahid? Didn't Abu Dharr al-Ghaffari (radi-Allahu 'anh), a sahabi, act upon the hadith, "Do not save your properties to make them kanz, a treasure"? What would you say about those who say these about the la-madhhabi?"

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

becomes a kafir if says that Allahu ta-'ala is a creature, or that the present Qur'an al-kiram is deficient and contains alterations of as-Sahabat al-kiram and of later times, or that 'Ali (radi-allahu 'anh) or one of the Twelve Imams is superior to prophets. It is written in Hindiyya, Zahiriyya, Al-hadiqat an-nadiyya and in fiqh books that he will be treated as a murtadd. There is detailed information on this subject in the book Makalat al-mufassira an ahkami 'l-bid'ati 'l-mukaffira.*

Question 4: "What would say about those who praise the people called 'Batiniyya' with the words the 'stars of knowledge.' suns of 'ulama', 'great 'alim of our time, 'or 'guide of the century' and about those who believe these words?"

Answer 4: If they know that they praise those declared to be murtadds, they also become murtadds. Even if those praised are not murtadds, it is apparent that it is ugly and bad to praise them. The hadith as-sharif reported from Anas ibn Malik (radi-Allahu 'anh) by Ibn Abi 'd-dunya, Abu Ya'la and al-Baihaki and from Abu Huraira (radi-Allahu 'anh) by Ibn 'Adi says: "When a sinner (fasiq) is praised, our Rabb's indignation arouses." Permitting such praises or disseminating or advertising them shows consent to them. Consent to evils is also evil.

Question 5: "What would you say about some people's saying that Allahu ta'ala and His Prophet ('alaihi 's-salam) may lie?"

Answer 5: Lying is a deficiency and ugliness. It has been

* Ibn 'Abidin wrote on 'unlawful betrothal' in Radd al-muktar: "If one worships 'Ali (radi-Allahu 'anh) or says, 'Jabra'il was ordered to reveal the Qur'an to 'Ali, but he mistook and revealed it to Muhammad, 'or' Abu Bakr was not sahabi, 'or 'Hadrat 'Aisha committed adultery,' he becomes a kafir. If he says that 'Ali (radi- Allahu'anh) is superior to the two caliphs, or curses or slanders at a sahabi, he becomes a man of bid'a. "In the third volume, he wrote: "If one curses at or damns the two caliphs, he becomes a kafir. Though those people called Durzis, Mulhids and Ismailis carry out the five fundamentals of Islam, they become kafirs because of their belief in transmigration of the soul and by regarding wine and intercourse as halal and giving false meanings to ayats." Ibs 'Abidin, in his book Uqud ad-durriyya, quoted Shaikh al-Islam 'Abdullah Effendi's extensive fatwa about the Shi'ites.

unanimously declared that there is no ugly thing attributable to Allahu ta'ala or His Rasul ('alaihi 's-salam). This is dealt in detail in my book Subhana 's-subbuh an 'aybi kazbin makbuh, wherein I gave documents from the 'ulama' of kalam and tafsir. In many books by Arab and Persian 'ulama', it is written that those who say so have dissented from the right path and that they are heretics. The book Adurar as-saniyya by Hadrat 'Allama Ahmad ibn Zain ibn Dahlan Al-Makki, who was one of my masters in hadith, tells in detail about their heresies and gives, from Hadrat Mawalna Abu 's-su'ud, the mufti of al-Madinat al-munawwara, passages refuting them. They have been caught by the Satan's current and become soldiers to the Satan. The soldiers of the Satan will certainly be ruined.

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

Answer 1: They are not sincere at all. I swear by Allah, they have no connection with Islam. They are the worst of non-Muslims and murtadds, because they deny the things that are known to be indispensable in religion. Their saying kalimat ash-shahada and believing that the Ka'ba is the qibla do not show their being Believers or Ahl al-qibla, None of the 'ulama' and books of i'tiqad and fiqh has permitted alteration of the indispensable, apparent and open religious teachings.

Question 2: "It is understood that they are kafirs. What would you say about those who, after understanding their teachings and heresy, call them Muslims, or even regard them as 'ulama' of Islam and authorities on religion, or praise them with the terms that have not been used for the superiors of Islam yet, and, by mentioning their names, say, 'They are the elect of our time. Their books are invaluable for the youth. Their writings prove their quality of perfection. They are the pillars of our religion and the guards of Islam?' What would you say about those who praise them as such, write, publish and advertise their books as the 'books of superiors of religion'?"

Answer 2: One who does not believe in one of the things indispensable in Islam becomes a kafir. One who has suspicion of such a person's not being a kafir and in that he will not be punished in Hell eternally is a kafir, too. That the latter, too, is a kafir is openly written in the books Bazzaziyya, Ad-urr al-mukhtar, Qadi Iyad's Shifa, Imam an-Nawawi's Rawda and Ibn Hajar al-Makki's Al-a'lam. It has been unanimously declared by the 'ulama' of Islam that it also makes one kafir to have doubt that it is infidelity (kufr) if somebody does not regard a Christian, a Jew or a dissenter from Islam as a kafir. This unanimity is written in the above-mentioned books. While one becomes a kafir out of doubting in the other's being a kafir, it should be pondered well how the one who regards him as a Muslim or, even, praises him with the terms reserved for the 'ulama' of Islam will be. From these words of ours, we should understand well the situation of those who consider such people as 'ulama' of Islam and praise and spread their speeches and writings filled with kufr. Praise or effort to disseminate or to advertise shows consent and love. Consent to kufr causes kufr. Consent to kufr does not mean to want the kafir to remain in kufr but to love his kufr.

Question 3: "What does 'ahl al-bid'a' mean?"

Answer 3: If the cause of ahl al-bid'a's dissent from Ahl as-Sunna is his belief in the superiority of 'Ali over Abu Bakr and 'Umar (radi-Allahu 'anhum), written in Khulasa, Hindiyya and many other invaluable books, is a man of bid'a. The one who does not believe in the khilafat (caliphate) of one or both of the latter two caliphs was said to be a kafir by the 'ulama' of fiqh and to be a man of bid'a by the 'ulama' of kalam. For the sake of precaution, the term 'man of bid'a' should be used for them. One absolutely

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

TEN AUSPICIOUS FATAWAS OF AHMED RAZA KHAN.

Courtesy : Waqf Ikhlas Publications, Istanbul, Turkey

Of the great 'ulama in India, Ahmad Raza Khan barilvi, in his fatwa book Fatawa 'l-Haramain, answers twenty-eight questions. All of these fatawa are in conformity with the knowledge of the Ahl as-Sunna 'ulama'. Ten of these fatwas are given below for their auspiciousness;

Question 1: "Some people have come forth in India, who call themselves 'Nayashira'. They believe that Jabra'il ('alaihi's-salam), angels, genies..the Satan, heavens the mu'jiza of Mi,raj. Hell and Paradise exit and that bodies will get alive again as Muslims believe. They give false meanings to the ayats that deal with these subjects, as some of the people called Batiniyya do. They say that these things are not made of matter but they are conceptual and imaginative. They say that nothing can exist outside customs and physical laws. Thus they deny that Allahu ta'ala can create many things outside the laws of nature. They do not believe in mu'jizat, and they explain them away according to what they see and learn in nature. They say that it is haram and cruelty to use as slaves the captives taken from among non-Muslims in the jihad performed for spreading Allah's religion and that it is a thing done by the savage. Thought it was defined in all heavenly religions, they claim that Allah has not commanded it. They do not believe any of the tafsir and hadith books. They claim that all their contents have been invented by 'ulama. They say, 'The Qur'an remains the sole truth in our hands. We interpret the Qur'an according to our new informations. We do not believe what the early Muslims understood from it or what has reached us from them.' Can those who say so be called 'Muslim' or 'Ahl al-Qibla' even if they say that they are Muslim, utter kalimat ash-shahada and perform salat towards the qibla? Moreover, they claim that they themselves are the real Muslims and that what they tell is the pure Islamic religion. Shall we call them 'Muslim' or 'non-Muslim'? Shall we consider their words as wrong and falsified?"

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

65. Allah's omnipotence be praised! His truthful moon shone at millions of stations on his way;
Even then he returned home by dawn before the starlight faded away.

66. Take pity on Raza, O our intercessor and Allah's Messenger of Mercy!
Grant him a small share from the gifts distributed during the Mairaj journey.

67. My mission is to praise the Prophet; my aim is to achieve his pleasure;
The poetic rhymes and refrains have no value; Mustafa's Love is my real treasure.

(concluded)

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

57. The waves showed their parched tongues and wriggled in search of water;
The whirlpool fainted with thirst and its eye stared farther and farther.

58. He is the First and the Last; He lives in the Absence and in the Presence;
His own hidden light went to see His own visible existence.

59. O dots on the arch of probability! Why do you guess the first and the last?
Ask the track of the circumference, where did the process begin in the past?

60. Here Allah gave His belvoed Messenger a gift of formal and ritual prayers,
He also honoured him with garlands of d'arood, and' salam's regal flowers.

61. The tongue was anxious to speak and the ear was eagerly trying to go very near;
Mysteriously and silently he said what he wanted to say and heard what he wanted to hear.

62. Then the Distinguished Guest was taken to Paradise soon;
The stars of paradise felt honoured to see the glory of their Arabian moon.

63. The Arabian moon was accorded a glorious welcome joyfully;
All the heavenly flowers become daffodils and the chandeliers shone more brightly;

64. The spirit of ecstasy edged him on but the sense of humility checked him modestly;
A real conflict of emotions: "To advance or just to stay there reverently".

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

48. Allah gently encouraged him though his pace was humbly slow;
Grandeur checked him but Grace inspired him steadily to go.

49. He advanced hesitantly with feelings of respect and humility;
Allah led him on this endless journey with an exceptional agility.

50. The Prophet's motion was nominal: it was all done by the divine will.
Whenever he slowed down, Allah commanded him to come nearer still.

51. At last a barge emerged from the ocean of His personality;
It took him near Allah's lap and untied the anchor of mortality.

52. Who could see this ocean's shore? It was all speed and surprise.
He leapt like sight and became hidden from his own eyes.

53. When the secrets of Nearness were unveiled, who knows what the Reality was?
There was no room for otherliness: don't say he wasn't; he really was.

54. The graden so blossomed that the buds and the roses looked very charming;
The unblown and the fully-blown flowers became equally invting.

55. To differentiate between the circumference and the centre was difficult;
The arches beowed and the circles felt giddy as a result.

56. Millions of veils disappeared revealing endless oceans of luminosity;
It was a strange Union of Lights which symbolised diversity in Unity.

Digitized by
www.imamahmadraza.net

39. At that moment God's throne heard the angels raising a salutary uproar;
How nice to welcome back the same auspicious feet, which graced us before.

40. On hearing this, the devotee exclaimed, "Where is my master?
How lucky that my eyes will again kiss the soles of Allah's Messenger!"

41. Allah's throne knelt down to welcome; the angels fell into a prostration;
It rubbed its eyes on his feet; they showed their utmost veneration.

42. Such bright lights shone that all the candles flickered;
The lamps felt ashamed when the sun itself appeared.

43. In this atmosphere the Messenger of Mercy came respectfully to say;
"Those ways are open for you today, which were closed for Moses one day".

44. "Move forward, O Muhammad! Come nearer, O Ahmed, my beloved",
What a lovely call it was and what a joyful atmosphere it created!

45. O Allah, all praise be to You: You are undoubtedly carefree;
Once Moses insisted to see You; here You became anxious to see.

46. Let intellect bow its head, because he has travelled beyond imagination:
Direction itself is baffled and it cannot dare to imagine his destination;

47. Who could answer where or when? who could tell us what or how?
There was neither any companion nor any milestone between then and now.

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

31. The ocean of Unity surged forward and washed the sands of Diversity;
Forget the dunes of the sky, just two bubbles were "God's Arsh and Kursi".

32. His sun-like merciful face eclipsed the stars that shine;
The moonlight and starlight looked like shadows in his sunshine.

33. When the unique bridegroom advanced even the lote tree failed to hold him back;
In the wink of an eye he went beyond this and that range of the track.

34. The angels felt that a glimpse had flashed through their sight and mind;
The bridegroom went far ahead but his companions were left behind.

35. Gabriel's wings got tired and he could not accompany the divine guest;
The Prophet's stirrup slipped out of his hands though he tried to hold it to his best.

36. He, who reflected on the Prophet's speed suddenly found his mind aflame;
All the trees in the woods of intellect started burning with shame.

37. The birds of intellect flying ahead of the Prophet ended in a miserable plight;
They could not go beyond the lote tree in their insurmountable flight.

38. The strong-winged birds of superstition flew but soon lost their breath;
They sustained a fatal blow on their chests and fell down bleeding to death.

Digitized by

www.imamahmadraza.net

23. The clouds gave alms to the beggars and made sure there was enough room;
The angels held the reins respectfully and welcomed the bridegroom.

24. The dust of the luminous path rose up like the clouds of light;
The space overflowed with rain and the whole way was exceptionally bright.

25. O moon! You should have brought some dust from the Prophet's way;
You would have got rid of your spots by rubbing it on them just for a day.

26. The hoof-prints of the 'Buraq' filled the entire way with flowers;
In no time all over the place there were fragrant orchards and bowers.

27. The divine wisdom of 'Aqsa' prayer was to unfold the secret of first and last;
All the Prophets prayed behind him, though they had actually lived in the past.

28. The dignity of his arrival brightened up everything immaculately;
The stars, the skies, the cups and the containers were cleaned smartly.

29. When he advanced, his unveiled sunlike face shone with glamour;
The sky feltover-awed and the stars became dimmer and dimmer.

30. The overflowing light filled the path with luminous water;
The stars slipped time and again and fell at the feet of Allah's messenger.

Digitized by

15. The light emitted by his face was distributed among the beggars with generosity.
The moon and the sun begged most eagerly for this bright charity.

16. The same luminous water is still shining in their bright path,
Which the stars had gathered in their cups from his overflowing bath.

17. With his surplus sole-washed water paradise was painted bright;
Those who wore his used-clothes became flowers of the garden of light.

18. The sun revealed the news that God Almighty's beloved messenger
Was soon expected to come back after meeting his Creator.

19. The wedding crown of God's light was on his head amidst a blissful prayer;
The angels stood on both sides of his way to present a salute of honour.

20. Had we been there, we would have sought for some charity;
How could that happen, when we were destined to live this life of poverty?

21. He had hardly sat on the saddle that the journey of salvation ended at a glance;
The salvation itself congratulated him and the sins engaged themselves in a dance.

22. It is understandable why the Prophet's horse startled like a frightened deer;
The rays of light dazzled its eyes and the lightening flashed too near.

Digitized by

www.imamahmadraza.net

7. The coluds spontaneously advanced and the hearts engaged in a peacock dance;
To honour the Prophet in a creative stance the *Kaabah* gazed at him in a lyrical trance.

8. The golden ornaments of *Meezaab* gently moved towards the ear from her forehead;
When it drizzled, the raindrops gathered like pearls on *Hateem's* welcoming bed.

9. The bride's body-fragrance intoxicated the surrounding breeze and ber own garment;
When the perfumed curtain furled, the gazelles rushed to store its unique scent.

10. The happy hills smiled and their elegant tops stood out in the space;
Like a maiden's head-scarf the shoots of green grass rhythmically moved with grace.

11. The fresh-looking and well-clad rivers ran through the well-trimmed bowers;
It was a rare visual feast of stormy waves, rushing waterfalls and bubbling showers.

12. The old white-floor of moonlight was removed as it was not stain-free;
The new green-floor consisted of gardens and flowers as far as one could see.

13. More precious to us than our lives! where is the Prophet's blessed path-way,
On which our humble hearts, the heavenly demsels and wings of the angels lay.

14. That moment was indescribably exciting, when the angels, pure and wise,
Gatherd round him and dressed him as the bridegroom of paradise.

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

A "MAIRAJ" POEM

Prof. G. D. Qureshi. (England)

A *Mairaj* Poem expressing sincere and profound feelings of immense joy on the festive occasion of the Journey to the Highest Heaven by the Most Illustrious Prophet Muhammad (peace and blessings of Allah be upon him).

1. When the Supreme Prophet went on his journey to the Divine Throne of Allah,
There were very special arrangements made to welcome this unique guest from Arabia;

2. It was the spring time: there were echoes of the salutary greetings in the dales;
The angels and the skies were singing happy songs in their own ways like the nightingales.

3. On the heavens above and the earth below there was a festive celebration;
The dazzling lights came down smiling and the fragrant perfumes went up on this occasion.

4. The light emitted by his radiant face created a moonlight near Allah's throne;
The night was resplendently lit through a multitude of mirrors that brightly shone.

5. The *Kaabah* dressed herself most immaculatelly to welcome her bridegroom with pride;
The *blackstone* looked like a beautiful mole on her charming body's side.

6. With bashful looks the *niche* lowered her upright head in sheer delight;
The covering black curtain gracefully moved, saturated with the Divine Light,

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

the disciples of Imam Ahmed Raza Khan had such a vast knowledge and grip on this subject.

We are also proudly presenting in this issue life sketch and services to Islamic Ummah of Huzoor Mufti-e-Azam, Hind, Mustafa Raza Khan, younger son of Imam Ahmed Raza Khan. This has been compiled by Moulana Muhammad Shahid Raza Naimi, General Secretary, "The world Islamic Mission", U.K. Branch and Director Islamic Centre, Leicester, England and are being published with the courtesy of "The Message International", Karachi. Like his genius father, Moulana Mustafa Raza Khan also rendered valuable services to the man-kind, particularly Muslim Ummah through his vast knowledge of Tafseer, Hadith, Fiqah, Sarf, Nahv, Tajweed, Balaghat, Tasawwuf, Mantiq, Aqaid, Riyazi etc. etc.

It is also an honour for us to present to our readers English version of famous Qaseeda-i-Mairajiyya by Imam Ahmed Raza Khan. The Qaseeda has been translated into English beautifully by Prof. G.D. Qureshi to whom we owe our thanks and gratitude. We are publishing this translation with the courtesyof "The Islamic Times" STOCK PORT, England.

On our part we have made all possible efforts to make this issue to the desired standards. However, since there is always room for improvement we, therefore, request our readers to kindly favour us with their comments/ suggestions to further improve this English portion of our Annual Publication.

(IDARA)

Digitized by

www.imamahmadraza.net

topics penned down be Ala-Hazrat.

Allohmdo-Lillah, our efforts have yielded results. Now, not only in Sub-Continent but also at International level much material is available in English Language on Ala-Hazrat and his works. This, our readers, will witness on going through this issue of Ma'rif-e-Raza.

"Ten Auspicious fatawas of Ahmed Raza Khan" a unique research work has been selected from a book "The Religion Reforms in Islam "published by Waqf Ikhlas Publication No. 6-1987, from Istanbul.

The publishers have done a great job by collecting important fatawas of great Religious Scholars of the world. According to the publishers, we quote "Of the great Ulema in India Ahmed Raza Khan Bareilvi, in his fatawa book "Fatawa-i-Haramin", answers 28 questions. All of these fatawas are in conformity with the knowledge of the Ahle-Sunna Ulema. Ten of these fatawa are included in the book for their auspiciousness". Un-Quote.

The grip of Ala-Hazrat on the subjects of modern time, our readers, will witness through an article titled "Imam Ahmed Raza as a Scientist, Mathematician, Physicist Economist and Astronomer" by Mr. Zahoor Afsar which we are publishing in the present issue. This article has been selected from a book "Ala-Hazrat at a glance" published with the courtesy of Mufti Muhammad Azam, Patron, Idara-i-Daman-i-Mustafa, Bareilly.

We are also including in this issue an article "A problem on sequence of squares" by Prof. Muhammad Abrar Hussain, a renowned Mathematician. The treatise is about a complex Mathematical problem, on which, the comments of Mawlana Zafaruddin Rizawi, a distinguished Scholar and a Mathematician, prove beyond doubt that even

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

FOREWORD

It is a matter of common knowledge that Imam Ahmed Raza Khan Fazil-e-Bareilvi has left such precious treasure of knowledge which not only cater to the needs of Religious Scholars but also touches a large number of subjects of modern time for the benefit of the commomen. However due to the fact that most of his books were either in Urdu or Arabic and Persian Languages, therefore, those who don't understand these languages could not be benefited from the treasure of knowledge and wisdom left by this great genius. Therefore the need was felt to translate his works in different languages, particularly in English Language. And furthermore to invite Scholars to pen down their treatises in English Language.

Perhaps the first renowned Scholar who initiated this work is Professor Dr. Muhammad Masud Ahmed who introduced Ala-Hazrat Imam Ahmed Raza Khan in his book "The Neglected Genius of the East" in1978 and since then, it is heartening to see that a large number of articles and books on Imam Ahmed Raza Khan have been written by Renowned Scholars in English and the works of Imam Ahmed Raza Khan are also being translated into English. Dr. Usha Sanyal has completed her PHD on Ala-Hazrat in English from Columbia University (U.S.A).

On our part, the basic idea to introduce this English section of MA'RIF-E-RAZA" a few years back was to augment the efforts of those who have to their credit significant contribution either in the shape of original research articles and books or by translating important

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

CONTENTS

Digitized by
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

HOLY
QURA'N

Revealed at Mecca
THE OPENING

سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبْعُ اٰيٰتٍ

(Allah in the name of The Most Affectionate, The Merciful)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿﴾

1. All praise unto Allah, Lord of all the worlds.

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١﴾

2. The most Affectionate, the Merciful.

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿٢﴾

3. Master of the Day of Requittal.

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٣﴾

4. We worship You alone, and beg You alone for help.

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿٤﴾

5. Guide us in the straight path.

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿٥﴾

6. The path of those whom You have favoured.

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ

7. Not of those who have earned Your anger and nor of those who have gone astray.

عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿٧﴾

Digitized by
ادارہ تحقیقات امام احمد رضا
www.imamahmadraza.net

MA'ARIF -E- RAZA

Vol. XIII 1993

Idara-i-Tahqeeqat-e-Imam Ahmed Raza (Regd.),
25, Japan Mansion, 2nd Floor, Raza Chowk (Regal) Saddar,
Karachi-74400 (Pakistan).